دستور المتقی

فی

احکام مِن سُنّی صلی اللہ علیہ وسلم

تالیف

شیخ الحدیث مولانا محمد یونس قریشی

الکتاب انٹرنیشنل
جامعہ نگر، نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ومن يطع الله ورسوله فقد فاز فوزا عظيما

دستور المتقی

في

أحكام النبي صلى الله عليه وسلم

تالیف

شیخ الحدیث مولانا محمد یونس قریشی دہلوی رحمہ اللہ

الکتاب انٹرنیشنل

پوسٹ بکس نمبر ۹۷۲۸ - جامعہ نگر، نئی دھلی

دستور المتقی

صفحات ــــــــــــــ ۳۳۶
ناشر ــــــــــــــ الکتاب انٹرنیشنل
مطبع ــــــــــــــ بھارت آفسیٹ پریس
طبع اول آفسیٹ ــــــــــــــ ۱۹۸۹ء
تعداد ــــــــــــــ ۱۰۰۰ ہزار
قیمت ــــــــــــــ ۹۰/=

ملنے کے پتہ : ــــــــــــــ مکتبہ ترجمان دہلی
کتب خانہ رشیدیہ دہلی
اسلامک پبلشنگ ہاوس دہلی
دار المعارف بمبئی
مکتبہ مسلم سرینگر کشمیر

عرضِ ناشر

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ روزمرہ زندگی کے امور ومعاملات مسلمان ہونے کی حیثیت سے ــــ ہمارا فرض ہے کہ اللہ اور اس کے رسولِ پاک کی تعلیمات کے مطابق انجام پائیں ــــ مگر ایسی کوئی کتاب دستیاب نہیں تھی کہ جسمیں احکام ومسائل خالصتاً کتاب اللہ اور سنت وارشاداتِ رسول کی روشنی میں درج کیئے گئے ہوں ــــ اس میں کچھ شک نہیں کہ مختلف فقہی مکاتبِ فکر سے تعلق رکھنے والے بعض بزرگوں نے اس ضرورت کو پورا کیا ہے لیکن ان کے کام کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ انہیں کتاب اللہ اور تعلیماتِ رسولؐ کی اشاعت کے بجائے اپنے فقہی مسلک کی ترویج واشاعت کی زیادہ فکر ہے ــــ اور یہی وہ مصیبت ہے جس نے ملت اسلامیہ کی حیاتِ اجتماعیہ کو اللہ اور اس کے رسول کا رنگ قبول کرنے کے بجائے کچھ دوسرے رنگ اختیار کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔ اور نتیجۃً مسلمان قوم کا اتحاد، انتشار وتشتت کا شکار ہو کر رہ گیا ہے۔

زیرِ نظر کتاب میں کوشش کی گئی ہے کہ جو بات بھی کی جائے اللہ اور اس کے رسول کی سند کے ساتھ کی جائے بالفاظِ دیگر قرآن مجید اور احادیث کے مطابق کی جائے۔ پھر اگر کتاب اللہ یا حدیث وسنت کی تعبیر ہی کسی معاملہ میں مختلف فیہ ہو جائے تو اس کتاب میں وہ تعبیر اختیار کی گئی ہے جو سلفی تعبیر ہو جس پر صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ عمل پیرا رہے ہوں۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ہم اپنے قارئین کی خدمت میں دین اور اس کی تعلیمات کے نام سے جو کچھ پیش کر رہے ہیں وہ صرف اللہ اور اس کے رسول کے فرمودات پر مشتمل ہے کسی اور کا قال واقوال نہیں اور ہماری نگاہ میں صرف اللہ اور اس کے رسول کا رنگ ہی وہ بہترین رنگ ہے کہ جس کو اپنی پوری زندگی کے لئے اختیار کرنا چاہیئے۔ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰہِ صِبْغَۃً ط

دستور المتقی کے نام سے بہت عرصہ قبل مولانا عبدالحکیم نصیر آبادی نے ایک کتاب تالیف کی تھی جسے اہلِ علم نے بہت پسند کیا تاہم اس میں کہیں کہیں کچھ تشنگی محسوس ہوتی تھی چنانچہ

اس کتاب میں نہایت مفید اضافے کر کے مولانا محمد یونس دہلوی مرحوم نے اسے بہت کچھ جامعیت بخش دی اور آسان اور عام فہم بھی بنا دیا مولانا محمد یونس مرحوم جو سالہاسال تک شیخ الکل میاں نذیر حسین کے مدرسہ واقعہ دہلی میں فرائض تدریس انجام دیتے رہے بیک وقت بہترین مدرس اور کامیاب مقرر تھے اس کے ساتھ ساتھ دلسوزی و اخلاص اور درد و تاثیر سے بھی اللہ تعالیٰ نے موصوف کو وافر عطا فرمایا تھا۔ اس بات کی شہادت ہر وہ شخص دے گا جو دستور المتقی کا مطالعہ کرے گا۔ بلاشبہ کتاب کی زبان اتنی معیاری نہیں مگر درد و تاثیر کی دولت سے مالا مال ضرور ہے۔ اور یہی چیز مطلوب ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کا مطالعہ کرنے والوں کی دنیائے دل و دماغ کو بدل دے اور ان میں اسوۂ رسول کی محبت بھر دے یہاں تک کہ ان کی زندگی اللہ اور اس کے رسولؐ کے رنگ میں حقیقتاً رنگ جائے — آمین۔ الٰہ الحق آمین۔

ناشر

فہرست عنوانات

کتابُ النِکاح

دعوتیں اور اُن کے احکام

کتابُ الجنائز

جنّت اور اس کے عیش و راحت

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ط وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ ہ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَاَتْبَاعِہٖ اَجْمَعِیْنَ ہ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ ہ

حمد و صلوٰۃ کے بعد واضح ہو کہ کلمۂ طیبہ کے دو حصے ہیں ایک حصہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور دوسرا حصہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ہے۔ ان دونوں حصوں پر ہر مسلمان کے لئے عقیدتاً اور عملاً ایمان لانا فرض ہے۔ پہلے حصے میں توحید کا بیان ہے اور دوسرے حصے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا۔ توحید کے حصے میں بہت سی باتیں شامل ہیں جن کو ہم عقائد کی فصل میں بیان کریں گے۔ یہاں صرف اس قدر واضح کرتے ہیں کہ ہر مسلمان کے لئے موحد ہونا نہایت اہم اور ضروری ہے جب تک مسلمان موحد نہ ہوگا، اس کا اسلام کسی کام اور مصرف کا نہیں۔ موحد اللہ کی نعمتوں کے بڑے بڑے درجے حاصل کریں گے۔ ان پر دنیا میں بھی اللہ کی رحمت ہوگی اور عقبیٰ میں بھی وہ ہمیشہ کے لئے اللہ تعالیٰ کی ابدی اور غیر منقطع نعمتوں اور لازوال باغاتِ بہشت میں داخل ہو کر عیش کریں گے اور جو لوگ موحد نہ ہوں گے وہ اللہ کی نعمتوں سے ہمیشہ محروم رہیں گے اور دوزخ کے دردناک عذاب میں گرفتار ہو کر طرح طرح کی جگر خراش مصیبتیں اور جاں گداز تکلیفیں برداشت کریں گے۔ موت کی دعا کریں گے تو وہ بھی نہ آئے گی، بلکہ دن بدن اور ساعت بساعت مصیبت اور تکلیف بڑھتی رہے گی۔ لہٰذا ہر مسلمان کو ہمیشہ فکر کرنی چاہیئے کہ ہمیں دنیاوی زندگی میں دو طرح کے کام کرنے ہیں جن کے لئے ہم پیدا کئے گئے ہیں۔ ایک تو وہ کام جن سے اللہ اور رسول ؐ ناخوش نہ ہوں۔ اور یہ کام انسان سے اسی وقت بن آتے ہیں جب وہ اللہ کو حاضر و ناظر سمجھے اور موت اور قبر و قیامت کے حساب و کتاب سے غافل نہ رہے۔ اور جو کام اللہ اور رسول ؐ کی رضامندی کے ہیں ان کو اپنا مقصود اور وسیلۂ نجات جانے۔ اور ان کی خلاف ورزی کو

شیطانی دھوکا سمجھے، گو یہ خلاف ورزی بظاہر کتنی ہی اچھی اور لذت بخش معلوم ہو۔ مسلمان شیطانی دھوکے میں نہیں آتے۔ اس کے برعکس اُن کا مقصودِ اصلی ہمیشہ اللہ اور رسولؐ کو راضی رکھنا، جنت میں جانا، اللہ اور رسولؐ کا دیدار حاصل کرنا اور دوزخ کی مصیبتوں سے بچنا قرار پاتا ہے۔ اور واضح رہے کہ جنت میں جانا، اللہ کو راضی رکھنے پر موقوف ہے۔ اور اللہ کو راضی رکھنا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت پر، اور آپؐ کی محبت آپؐ کے قول و فعل کے مطابق زندگی بسر کرنے پر منحصر ہے۔ پس ثابت ہوا کہ جو مسلمان کلامِ الٰہی اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پیرو ہوگا وہی فلاحِ دارین حاصل کرے گا اور ابدی سعادت سے ہمکنار ہوگا۔

اسلام کا دوسرا بڑا رکن نماز ہے جو تمام عبادتوں اور نیکیوں کی جڑ اور اصل الاصول ہے۔ توحید اور نماز ہی دو ایسی چیزیں ہیں کہ جن کی برکت سے انسان نجات پا سکتا ہے۔ اور اس کی ساری مشکلیں آسان ہو سکتی ہیں۔ لیکن باعثِ نجات صرف وہی نماز ہے جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے مطابق پڑھی گئی ہو۔ کیونکہ جو نماز آپؐ کے طریقے کے مطابق نہ پڑھی گئی ہو، وہ باعثِ نجات تو کیا، اُلٹا منہ پر ماری جائے گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

صَلُّوْا كَمَا رَأَيْتُمُوْنِيْ أُصَلِّيْ۔	تم اس طرح نماز پڑھو جس طرح مجھے نماز پڑھتے دیکھتے ہو۔

چنانچہ اس کتاب میں علاوہ اور مسائل کے وہی طریقۂ نماز صحیح احادیث کی روشنی میں بتایا گیا ہے جس پر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تعامل رہا۔

نماز کے بعد جملہ احکام اسلامیہ جیسے زکوٰۃ، روزہ، حج اور نکاح و جنازہ وغیرہ پر بھی مسلمانوں کو عمل پیرا ہونا ضروری ہے اور جب تک ان تمام احکام کی پابندی عملاً اور عقیدتاً نہ ہوگی، دنیا میں کامیابی اور آخرت میں سرخروئی و سرفرازی محال ہے۔ اس لئے ضرورت تھی کہ ایک ایسی جامع اور صحیح و عام فہم کتاب مرتب ہو جسے پڑھ کر ہر خاص و عام جملہ احکامِ خداوندی و فرامینِ مصطفوی سے واقفیت حاصل کر سکے۔

الحمد للہ اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے یہ کتاب بنام دستور المتقی فی احکام النبی —— ہدیۂ ناظرین ہے۔ اللہ تعالےٰ سے دُعا ہے کہ وہ تمام مسلمان مردوں اور عورتوں کو یہ کتاب پڑھنے اور اس کے مطابق عمل کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین یارب العالمین!

محمد یونس قریشی دہلوی

۱۳ر شعبان ۱۳۸۰ھ

کتاب العقائد

چند اہم عقیدے

چونکہ عقیدے کی درستی اور صفائی تمام باتوں پر مقدم ہے۔ اسی لئے اہل سنت والجماعت کے چند عقائد نہایت اختصار کے ساتھ قلم بند کئے جاتے ہیں۔ انسان کو اس بات کا دل سے اعتقاد کرنا چاہیئے کہ اس جہانِ فانی کا صانع اور موجد اللہ تعالےٰ ہے جس نے اسے عدم سے ایجاد کیا اور قانون حکمت پر مرتب رکھا۔ جیسا کہ فرمایا:
اِنَّ رَبَّکُمُ اللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ط اور فرمایا: اِنَّ اللّٰہَ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ ط
اور فرمایا: اَفِی اللّٰہِ شَکٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط

صانع کے ثبوت صفات پر قرآن مقدس میں تقریباً پانچ سو آیتیں دلیل ہیں۔

عقیدہ (۱) جس قدر مخلوقات ہیں کیا عالم ملک واشباح اور کیا عالم ملکوت وارواح سب کو وہی عدم سے وجود میں لایا ہے۔

عقیدہ (۲) وہ تمام صفات وکمال کے ساتھ متصف ہے۔ مثلاً علم، قدرت، حیات، سمع، بصر، ارادہ، تکوین، کلام تزریق، تخلیق وغیرہ اور اس کے سارے صفات نقص وزوال سے منزہ ہیں جیسے عجز وجہل، کذب اور موت وغیرہ۔

عقیدہ (۳) وہ تمام جزئیات وکلیات، ممکنات ومستحیلات معلومات کو جانتا ہے۔ زمین کی تہہ سے آسمانوں کی چوٹی تک جو کچھ ہوتا ہے سب اسے معلوم ہے۔ آسمانوں اور زمینوں میں ایک ذرہ بھی اس سے چھپا نہیں۔ اگر اندھیری رات میں سیاہ پتھر پر کالی چیونٹی چلتی ہے تو وہ اسے بھی جانتا ہے۔ ایک ذرہ اگر ہوا میں حرکت کرتا ہے تو وہ اس سے بھی خبردار ہے دل کی مخفی باتوں سے اور سینہ کے خطروں کو جانتا ہے۔

عقیدہ (۴) تمام ممکنات پر اس کی قدرت چلتی ہے۔ کوئی چیز اس کی قدرت سے باہر نہیں۔

عقیدہ (۵) تمام کائنات اس کے ارادے کے ساتھ وابستہ ہے یعنی تمام ملک وملکوت میں جو کچھ جاری ہے یا ہوتا ہے تھوڑا یا بہت، نیک یا بد، نفع یا نقصان، شیریں یا تلخ، ایمان یا کفر، فوز یا خسران، زیادت یا نقصان، طاعت یا عصیان سب اللہ کے ارادے سے ہے۔ اس کی حکمت وتقدیر کے موافق مَاشَآءَ اللّٰهُ كَانَ وَمَالَمْ يَشَأْ لَمْ يَكُنْ۔ اگرچہ ساری کائنات جمع ہو کر ایک ذرے کو جنبش دے یا ٹھہرا دے کیا امکان وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ۔

عقیدہ (۶) اس کا کوئی شبیہ اور ضد اور ہمسر ومثل نہیں جس نے کسی مخلوقات کے ساتھ اسے تشبیہ دی کافر ہوا۔ سلف اس کی صفتوں کو ظاہر پر محمول کرتے اور اسے کسی سے تشبیہ نہ دیتے تھے اور تاویل وتعطیل وغیرہ سے بچتے تھے۔

عقیدہ (۷) وجوب وجود اور استحقاق عبادت اور خلق وتدبیر میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ ہستی اسی کو ہے باقی سب کو فنا۔ معبود وہی ہے باقی سب باطل۔ خالق ومدبر وہی ہے باقی سب مخلوق عاجز۔

عقیدہ (۸) وہ اپنے غیر میں حلول نہیں کرتا نہ غیر اس میں حلول کرتا ہے

وہ عالم سے جُدا عرش پر جلوہ افروز ہے وہ کسی غیر کے ساتھ متحد نہیں ہوتا بلکہ اپنی ذات و افعال میں یکتا ہے۔

عقیدہ (۹) اللہ عرش پر ہے مگر اس فوق اور استواء کی حقیقت اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں ہم اس پر ایمان لاتے اور کیفیت اور تاویل سے کچھ غرض نہیں رکھتے۔

عقیدہ (۱۰) ایماندار قیامت کے دن اللہ کو آنکھ سے دیکھیں گے۔ جنت میں جانے کے بعد بھی اور پیشتر بھی جیسے لوگ چودھویں رات کے چاند کو بے تکلف دیکھتے ہیں۔

عقیدہ (۱۱) تمام کفر و معاصی بڑے ہوں یا چھوٹے، اُسی کے خلق و ارادے سے ہیں۔ گو وہ کفر و عصیاں سے ناراض اور طاعتِ ایمان سے راضی ہوتا ہے کیونکہ ارادہ اور چیز ہے اور رضا اور شے۔ وہ اپنی ذات وصفات میں سارے جہان سے بے نیاز ہے۔ اس پر کوئی حاکم نہیں بلکہ سب پر اُس کا حکم چلتا ہے

عقیدہ (۱۲) عقل کو اشیاء کے بُرے بھلے ہونے میں کچھ دخل نہیں، نہ اس بات میں کہ فلاں کام ثواب کا باعث ہے اور فلاں عذاب کا موجب بلکہ ہر چیز کی برائی بھلائی اللہ کے قضاء و قدر سے ہے اسی نے لوگوں کو اس کے ساتھ مکلف کیا ہے۔ گو بعض چیزوں کی وجہ اور مصلحت و مناسبت ثواب و عذاب عقل سے دریافت ہو جائے ورنہ بعض باتوں کا ادراک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے بغیر ہرگز معلوم نہیں ہو سکتا

عقیدہ (۱۳) اللہ تعالےٰ کی ہر ذاتی و فعلی صفت واحد بالذات ہے نہ متکرر و متعدد۔ وہ ایک ہی فعل سے تمام مفعولات کرتا ہے۔ بکثرت و تعدد جو سمجھ میں آتا ہے وہ تاثیر اسمائے صفات میں ہے نہ نفسِ صفات میں۔

عقیدہ (۱۴) قرآن مقدس کلام اللہ ہے جو کہ پیغمبرِ خدا آخر الزماں

جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ اس پر حرف وصوت کا اطلاق کرنا صحیح ہے۔

عقیدہ (۱۵) معادِ جسمانی برحق ہے۔ اجسام کا حشر ہوگا، روح بدن میں ڈالی جائے گی۔ یہی اجسام جو یہاں شرعاً وعرفاً ابدان کہلاتے جاتے ہیں وہاں ہوں گے۔

عقیدہ (۱۶) جزا کا ملنا، حساب وکتاب کا ہونا، پل صراط عبور کرنا۔ نامۂ اعمال کا ملنا، اعمال کا ترازو میں تُلنا برحق ہے۔ جنت اور دوزخ اس وقت موجود ہیں اور اپنے لوگوں سمیت ہمیشہ ہمیشہ باقی رہیں گے۔ ان میں کسی کو فنا نہیں۔ کسی نص سے صراحتاً یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ جنت ودوزخ کہاں ہیں؟ اگرچہ جنت کو آسمان پر اور دوزخ کو زمین کے نیچے بتایا گیا ہے۔ جنت و دوزخ اور معادِ جسمانی کا ثبوت توریت وانجیل سے بھی ملتا ہے۔

عقیدہ (۱۷) جس مسلمان سے کبیرہ گناہ سرزد ہوئے ہیں وہ ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہے گا بشرطیکہ خفی وجلی شرک سے بچ گیا ہو۔

عقیدہ (۱۸) شفاعت برحق ہے مگر موحد صاحب کبیرہ کی ہوگی نہ کہ مشرک کی۔

عقیدہ (۱۹) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اول شافع اور اول مشفع ہیں شفاعت کا مستحق وہی گناہگار ہوگا جس نے سچے دل اور سچی زبان سے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ کی گواہی دی ہو اور شرک وکفر سے الگ رہا ہو۔

عقیدہ (۲۰) قبر کا عذاب وثواب اور منکر نکیر کے سوال وجواب اور ضغطۂ قبر برحق ہے۔ علیٰ ہذا القیاس قبر میں روح کا اعادہ برحق ہے۔ موت کے بعد ہر روح کو اپنے جسم سے ایک طرح کا اتصال ہوتا ہے جس کی وجہ سے روح جسم سمیت راحت میں رہتی ہے یا عذاب میں۔ موحّد کی رُوح علیین میں رہتی ہے اور کفار اور منافقوں کی سجّین میں رہتی ہے۔ شہیدوں

کی روح عرش کے نیچے اور جنت میں پھرتی ہے۔

عقیدہ (۲۱) اللہ کا اپنے رسولوں کو مخلوق کی طرف بھیجنا اور بندوں کو امر و نہی کی تکلیف دینا حق ہے۔ اللہ کے رسول دیگر تمام لوگوں سے معجزات اور خارق عادات اور سلامت فطرت اور کمال اخلاق حسنہ وغیرہ وغیرہ باتوں میں ممتاز ہوتے ہیں۔

عقیدہ (۲۲) تمام انبیاء علیہم السلام اور اصرار علی الکفر سے معصوم بلکہ گنہگاروں سے بحسب اصل فطرت متنفر ہوتے ہیں۔

عقیدہ (۲۳) ہمارے حضرت خاتم النبیین ہیں اور اپنے سے پیشتر کے تمام شرائع کے ناسخ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ آپؐ اللہ کے بندے اور اس کے برگزیدہ رسول ہیں۔ آپؐ نے کبھی نہ بت پوجا نہ شرک کیا۔ نبوت سے پیشتر نہ بعد۔ نہ کسی صغیرہ گناہ کے مرتکب ہوئے نہ کبیرہ کے۔ آپؐ کی دعوت جن وانس کو شامل ہے۔ آپ تمام انبیاء سے افضل ہیں۔

عقیدہ (۲۴) کراماتِ اولیاء حق ہے۔ اللہ تعالیٰ جس نیک بندے کو چاہتا ہے اس کی عزت و تکریم کرامات سے کرتا ہے اور اپنی رحمت کے ساتھ مختص فرماتا ہے۔ ولی کی کرامت درحقیقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے۔

عقیدہ (۲۵) ہم عشرہ مبشرہ[1] اور حضرت فاطمہؓ، خدیجہؓ، عائشہؓ حسنین رضی اللہ عنہم کے قطعی جنتی ہونے کی گواہی دیتے اور صحابہ و اہلبیت کی تعظیم و توقیر کرتے ہیں اسی طرح اہلِ بدر اور اہلِ بیعت رضوان کو جنتی

---

[1] عشرہ مبشرہ کے اسمائے گرامی یہ ہیں: (۱) حضرت ابوبکر صدیقؓ (۲) حضرت عمرؓ فاروق (۳) حضرت عثمانؓ (۴) حضرت علیؓ (۵) حضرت سعدؓ (۶) حضرت سعیدؓ (۷) حضرت ابو عبیدہؓ (۸) حضرت طلحہؓ (۹) حضرت زبیرؓ (۱۰) حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہم

کہتے ہیں۔

عقیدہ (۲۶) اس بات کے ہم قائل ہیں کہ خلفائے اربعہ تمام صحابہؓ سے افضل ہیں پھر اہلِ بیت، پھر اہل بدر، پھر باقی اہلِ بیت رضوان کو پھر باقی صحابہ رضی اللہ عنہم۔

عقیدہ (۲۷) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امام برحق ہیں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ، پھر حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ، صدیق اکبرؓ نے دو برس تین مہینے خلافت کی اور فاروقِ اعظمؓ نے ساڑھے دس برس اور حضرت عثمانؓ نے بارہ سال اور حضرت علیؓ نے چار سال نو مہینے۔ یہ سب نبوت کے نقشِ قدم پر چلنے والے تھے۔ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ ان کی خلافت کو خلافت راشدہ کہا جاتا ہے۔

ایمان

ہر بچہ فطرت یعنی دین اسلام کی استعداد قبول کرنے پر پیدا ہوتا ہے۔ جیسا کہ حدیث ابی ہریرہؓ وغیرہ میں آیا ہے کہ[1] مَا مِنْ مَّوْلُوْدٍ اِلَّا یُوْلَدُ عَلَی الْفِطْرَۃِ فَاَبَوَاہُ یُھَوِّدَانِہٖ اَوْ یُنَصِّرَانِہٖ اَوْ یُمَجِّسَانِہٖ۔ یعنی ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے بعد کو اس کے ماں باپ اسے یہودی یا عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں لیکن وجوب تکلیف ہر ہر دعوت پر اسی وقت ہوتا ہے۔ جب کہ وہ سنِ بلوغ کو پہنچ جائے۔ جب مرد و عورت عاقل بالغ ہو جاتے ہیں تو انہیں ایمان لانا فرض ہو جاتا ہے۔ اسلام کا سب سے بڑا اور پہلا رکن ایمان ہے۔ فلاح دارین کا موجب اور نجات ابدی کا باعث یہی ایمان ہے۔[2]

---

[1] صحیحین مشکوٰۃ [2] صحیحین مشکوٰۃ۔

جو شخص ایمانی دولت سے بے نصیب رہا وہ ابدی نجات سے محروم رہا۔ اس لئے ہر مسلمان پر واجب ہے کہ ایمان و اسلام کے معنی اچھی طرح ذہن نشین کر لے۔ کیونکہ جو لوگ ایمان و اسلام کی حقیقت سے غافل و جاہل ہیں وہ صرف نام ہی کے مسلمان ہوتے ہیں نہ کام کے۔ اور ان کا ایمان ناقص ہوتا ہے نہ کامل۔ پس معلوم کرنا چاہیئے کہ اللہ کا یقین کرنا، اس کے فرشتوں اور کتابوں اور پیغمبروں اور قیامت کے دن کی تصدیق کرنا، تقدیر کی برائی بھلائی کو تسلیم کرنا ایمان ہے اور خدا کے ایک اور اکیلے ہونے، جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے برحق ہونے کی گواہی دینا، نماز کا قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، رمضان کے روزے رکھنا اگر استطاعت ہو تو خانہ کعبہ کا حج کرنا اسلام ہے۔ ایمان اور اسلام کے بیچ میں ایک احسان بھی ہے جو ان دونوں سے ایک خاص قسم کا تعلق رکھتا ہے یعنی اللہ کی اطرح عبادت کرنا گویا ہم اسے دیکھ رہے ہیں اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو تصور کرو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اگرچہ ان تینوں لفظوں کی تعریف جدا جدا فرمائی ہے لیکن ان تینوں امور میں ایک ایسا باہمی تعلق اور ربط ہے جو ایک دوسرے کے بغیر تمام نہیں ہوتا۔ مختصر بیان سے واضح ہو گیا کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے اور ایمان کی بنا چھ چیزوں پر اور احسان کی ایک چیز پر۔ یہ سب بارہ چیزیں ہوئیں جن کے ساتھ ہر آدمی مکلف ہے۔ ان میں سے اگر کوئی شخص ایک چیز کو بھی قدرت کے ہوتے اعتقاداً و عملاً ترک کر دے گا تو اسے نہ مسلمان ہی کہیں گے نہ مومن۔ پھر ایمان کے بہت سے حصے اور مرتبے ہیں جنہیں جناب پیغمبر آخر الزماں محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو تعلیم فرمایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ایمان کے کچھ اوپر

---

۱ صحیحین مشکوٰۃ ۲ صحیحین مشکوٰۃ ۳ صحیحین مشکوٰۃ ۴ صحیحین مشکوٰۃ ۵ صحیحین مشکوٰۃ
۶ صحیحین مشکوٰۃ ۷ صحیحین مشکوٰۃ ۸ صحیحین مشکوٰۃ

ستر حصے ہیں۔ سب سے افضل حصہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے اور سب سے ادنیٰ حصہ موذی چیز کا راستہ سے دُور کرنا[1] اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ایمان قول و عمل دونوں کا نام ہے۔ ایمان کی بہت سی ایسی شاخیں ہیں کہ جب کوئی شاخ اُن میں سے فوت ہو جاتی ہے تو ایمان سلامت نہیں رہتا۔

از آنجملہ ایک یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دُنیا جہاں کے لوگوں سے زیادہ عزیز و محبوب رکھنا۔ اس محبت کا نشان یہ ہے کہ مومن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل کے مقابلے میں کسی شخص کے قول و فعل کا اعتبار نہ کرے گو وہ شخص دینی و دنیاوی تعزز و ترفع کیوں نہ رکھتا ہو۔ جس شخص میں یہ وصف پایا جائے اس کا ایمان کامل اور سالم سمجھا جائے گا ورنہ نہیں۔ گویا یہ محبت اُس کے ایمان کی سچی کسوٹی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ[2]

از آں جملہ یہ کہ مومن اللہ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے پر دل سے راضی ہو جائے۔

از آں جملہ یہ کہ خدا اور رسول کو سب سے زیادہ دوست رکھے اور جس سے وہ دوستی رکھے خدا ہی کے لئے دوستی رکھے نیز کفر ہونے سے ایسا ناخوش ہو جیسا کہ آگ میں گرنے سے گھبراتا ہے۔

از آں جملہ یہ کہ دوستی اور دشمنی، دینا یا نہ دینا سب اللہ کی مرضی کے مطابق ہو اور شرعی محبت کو طبعی محبت پر غلبہ و ترجیح حاصل ہو۔ حدیث میں آیا ہے کہ اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ[3] یعنی مسلمان وہ ہے کہ جس کی زبان و ہاتھ سے مسلمان سلامت رہیں اور مومن وہ ہے جس سے لوگ اپنے جان و مال میں امن سے ہوں یعنی نہ تو وہ کسی کو ناحق قتل کرے

---

[1] صحیحین مشکوٰۃ صہ ۲ [2] صحیحین مشکوٰۃ صہ ۲ [3] ابوداؤد و ترمذی مشکوٰۃ صفحہ ۷۔

نہ ظلماً کسی کا مال چھین لے۔ نہ کسی کی آبرو ریزی کے درپئے ہو۔ پس اگر کسی سے یہ گناہ نہیں ہوئے تو وہ کامل مومن ہے ورنہ نہیں۔ ناشائستہ حرکات کے مرتکب ہوتے وقت مسلمان سے ایمان الگ ہو جاتا ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ مسلمان سے زِنا کرتے وقت، شراب نوشی کرتے وقت، چوری کرتے وقت ایمان علیحدہ ہو جاتا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس طرح اچھے اور شائستہ کام ایمان کی فرع اور زینت و رونق ہیں۔ اسی طرح ناز یبا اور بُرے کرتوت ایمانی حالت کے منافی ہیں۔ ایمان بے عمل بہت ہی کم مفید پڑتا ہے۔ وہب بن منبہ سے کسی نے پوچھا کہ کیا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ جنت کی کنجی نہیں ہے؟ کہا۔ ہاں لیکن ہر کنجی کے دندانے ہوتے ہیں اگر تو ایسی کنجی لائے گا جو دندانے رکھتی ہو گی تو تیرے لئے جنت کا دروازہ کھل جائے گا ورنہ نہیں۔ جس شخص کو گناہ بُرا نہیں لگتا اس کے ایمان میں نقص ہوتا ہے۔ ابو امامہؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت سے پوچھا تھا کہ ایمان کیا ہے؟ فرمایا جب تجھے تیری نیکی خوش لگے اور بدی بُری لگے تو اب تو مومن ہے۔ پوچھا: گناہ کسے کہتے ہیں؟ فرمایا: جب تیرے دل میں کوئی چیز کھٹکے اور خلجان پیدا کرے تو اسے چھوڑ دے۔ حسنِ خلق افضل ایمان ہے۔ عمرو بن عتبہؓ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا کہ ایمان کیا ہے؟ فرمایا: ترکِ گناہ اور طاعت پر جواں مردی ظاہر کرنا۔ پوچھا افضل ایمان کیا ہے؟ فرمایا: حسنِ خلق۔ حسنِ خلق تمام ظاہر و باطن کے مکارم اخلاق کو شامل ہے۔ جنت میں داخل ہونے کے لئے عمل صالح کی سخت ضرورت ہے۔ اگرچہ جنت کا ملنا محض اللہ کے فضل پر موقوف ہے نہ عمل پر۔ لیکن عمل اس کی ایک واضح علامت ہے۔ ایک بدوی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

لے ترمذی، نسائی، مشکوٰۃ صفحہ ۳۷ ٹے بخاری، مشکوٰۃ صفحہ ۵۸ ٹے مسند امام احمد مشکوٰۃ صفحہ ۸ ٹے امام احمد مشکوٰۃ صفحہ ۴۔

سے دریافت کیا تھا کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتایئے جس کے کرنے سے جنت میں چلا جاؤں؟ فرمایا کہ اللہ کی عبادت کر اور کسی کو اُس کا شریک نہ ٹھہرا۔ فرض نماز قائم رکھ، فرض زکوٰۃ ادا کر، رمضان کا روزہ رکھ۔ بدوی نے کہا۔ مجھے خدا کی قسم میں اس میں ذرہ بھی کمی بیشی نہ کروں گا۔ جب وہ پیٹھ موڑ کر چلا تو حضرت نے فرمایا کہ جسے جنتی کو دیکھنا ہو تو اس شخص کو دیکھے۔ گناہِ کبیرہ[1] کا ارتکاب مانع مغفرت نہیں ہے۔ توبہ سے ہر گناہ بخش دیا جاتا ہے۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ جو بندہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہے پھر اسی پر مر جائے تو وہ بہشت میں داخل ہوگا۔ اگرچہ زنا کیا ہو، چوری کا مرتکب ہوا ہو۔ عمل کی کمی سے ایمان میں نقص ہوتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو ناقص العقل ناقص الدین فرمایا ہے۔ پھر آپؐ نے ان کے نقصانِ دین کی تفصیل کی کہ حالتِ حیض میں نماز روزہ نہیں رکھ سکتیں اور عقل کا یہ نقصان بتایا کہ ان کی گواہی مردوں کی گواہی کا نصف حصہ ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عقائد کی کتابوں میں لکھا ہے کہ ایمان بڑھتا رہتا ہے۔ ایمان کی زیادتی طاعت کی زیادتی سے ہوتی ہے اور اس میں نقصان، طاعت کے نقصان یا معاصی سے پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ صالح و فاسق برابر نہیں۔ کیونکہ صالح آدمی کامومن ہوتا ہے اور فاسق شخص مومنِ ناقص۔ شہادتین کا تلفظ جنت و دوزخ کا اقرار حضرت مسیحؑ کی نسبت اللہ کے بندے اور رسول ہونے کا اعتراف انجام کار بہشت میں لے جائے گا۔ اگرچہ عمل میں قصور ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے اس بات[2] کی گواہی دی کہ حضرت عیلےٰ اللہ کے بندے اس کے رسول اس کی لونڈی کے بیٹے اور اس کا وہ کلمہ ہیں جسے خدا نے مریمؑ کی طرف القا کیا تھا اور اسکی طرف سے روح ہیں اور جنت و دوزخ حق ہے۔ اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا گو اس کا عمل کیسا ہی ہو یعنی اچھا ہو یا برا، قلیل ہو یا کثیر۔

---

[1] بخاری مسلم [2] بخاری مسلم۔

نفاق کی علامتیں اور کبیرہ گناہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آیَۃُ الْمُنَافِقِ ثَلٰثٌ وَ اِنْ صَامَ وَ صَلّٰی وَ زَعَمَ اَنَّہٗ مُسْلِمٌ اِذَا حَدَّثَ کَذَبَ وَ اِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ وَ اِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ (صحیحین) یعنی منافق کی تین علامتیں ہیں۔ اگرچہ روزہ رکھتا ہے، نماز پڑھتا ہے اور اپنے آپ کو مسلمان سمجھتا ہے (۱) جب بات کہے تو جھوٹ بولے اور (۲) جب وعدہ کرے تو خلاف کرے (۳) جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔ اور فرمایا: اَلْکَبَائِرُ اَلْاِشْرَاکُ بِاللّٰہِ وَ عُقُوْقُ الْوَالِدَیْنِ وَ قَتْلُ النَّفْسِ وَ الْیَمِیْنُ الْغَمُوْسُ (بخاری) یعنی بڑا گناہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرنا ماں باپ کی نافرمانی کرنا اور کسی جان کو بلا وجہ قتل کرنا اور جھوٹی قسم کھانا ہے۔

نفاق کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ جو ایمان کی ضد ہے یعنی ظاہر میں مسلمان اور باطن میں کافر ہو اسے عرفی نفاق کہتے ہیں۔ نفاق کی اس قسم کو بعض علماء نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک کیساتھ مخصوص کیا ہے کہ ظہورِ اسلام کے بعد ایسے منافق نہیں رہے لیکن اکثر اہلِ اسلام کا تجربہ صاف بتا رہا ہے کہ اب بھی اس قسم کے صدہا منافق موجود ہیں جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں لیکن درپردہ اسلام کی بیخ کنی پر تلے ہوئے ہیں۔ نفاق کی دوسری قسم عملی نفاق ہے۔ اس کا عموم اس زمانے میں یہاں تک رائج ہے کہ سچے اور راست باز مسلمان بھی اس میں گرفتار ہیں۔ اِلَّا ماشاء اللہ۔ اب اس عملی نفاق کی چند علامتیں ہیں۔ حدیث[۱] ابن عمرؓ میں آیا ہے کہ جس شخص میں چار باتیں پائی جائیں گی وہ خالص منافق ہوگا اور جس میں منجملہ ان کے ایک خصلت ہوگی۔ اس میں نفاق کی ایک

---

[۱] صحیحین مشکوٰۃ صفحہ ۔

خصلت پائی جائے گی۔ وہ چار باتیں یہ ہیں : (۱) امانت میں خیانت کرنا۔ (۲) بات بات پر جھوٹ بولنا (۳) عہد کرکے توڑ ڈالنا (۴) لڑائی جھگڑے کے وقت فحش کلامی اور گالی بکنا۔

حدیث ابی ہریرۃ میں یوں آیا ہے کہ منافق کی تین نشانیاں ہیں گو وہ نماز پڑھتا، روزہ رکھتا اور مسلمانی کا دعوے کرتا ہو۔ جب[۱] بات کرے تو جھوٹ بولے۔ جب[۲] وعدہ کرے تو خلاف کرے۔ جب[۳] امانت دار ٹھہرایا جائے تو خیانت کرے۔

رہے کبیرہ گناہ، ان کی بابت ایک حدیث میں تو یوں بیان کیا گیا ہے کہ خدا کی عبادت میں کسی کو شریک ٹھہرانا، ماں باپ کی نافرمانی کرنا۔ کسی کو ظلماً قتل کرنا، جھوٹی قسم کھانا کبیرہ گناہ ہیں۔

حدیث ابن مسعود میں آیا ہے کہ کسی نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا کہ سب سے بڑا گناہ کونسا ہے؟ فرمایا کسی کو خدا کا ہمسر ٹھہرا کر اس کی عبادت کرنا کبیرہ گناہ ہے۔ کہا، پھر کون سا گناہ بڑا ہے؟ فرمایا کہ اپنی اولاد کو اس ڈر سے مار ڈالنا کہ کہیں بڑے ہو کر تیرے ساتھ کھائیں پئیں گے۔ کہا پھر کون سا بڑا گناہ ہے؟ فرمایا کہ ہمسایہ کی عورت سے زنا کرنا۔

حدیث ابو ہریرۃ میں فرمایا گیا ہے کہ ان سات چیزوں سے بچو جو آدمی کو تباہ و برباد کر ڈالنے والی ہیں۔ شرک ایک، سحر دو، سُود خواری تین، یتیم کا مال ہضم کرنا چار لڑائی کے وقت پیٹھ موڑ جانا پانچ، پاک دامن ایماندار و غافل عورتوں کو زنا کی تہمت لگانا چھ، نفس محرم کو قتل کرنا سات۔ یہ سب بارہ[۱۲] کبیرہ گناہ ہیں جن پر حضرت نے نص کی ہے۔ اس کے علاوہ جس قدر اور گناہ ایسے ہیں جن پر شارع نے دوزخ کا وعدہ دیا ہے یا ان کے فاعل پر لعنت کی ہے یا ان سے اللہ نے ناراضگی فرمائی ہے

ل صحیحین مشکوٰۃ صلا ۲ صحیحین مشکوٰۃ صلا ۳ صحیحین مشکوٰۃ ص۹

وہ سب کے سب کبیرہ گناہ ہیں خواہ ان کا تعلق دل سے ہو یا بدن سے۔ نفاق اور گناہ کبیرہ پر شارع علیہ السلام نے سخت سے سخت وعیدیں اور شدید سے شدید تہدیدیں فرمائی ہیں۔

توحید اور شرک

توحید یعنی خدا کو ایک اور اکیلا جاننا، سچے اور راست باز مسلمانوں کے لئے بڑی نعمت ہے جس کی برکت سے آدمی دونوں جہاں میں امن پاتا اور فلاح دارین حاصل کرتا ہے۔ دراصل ایمان کامل توحید کامل کا نام ہے۔ جب کسی شخص کی توحید کامل ہو جاتی ہے تو وہ بجز خدا کے اور کسی پر، کوئی ہو، کہیں ہو، بھروسہ نہیں کرتا۔ نہ کسی سے خیر و بھلائی کا امیدوار ہوتا ہے نہ کسی کے نقصان و ضرر سے خائف و ترساں رہتا ہے۔ ہر وقت اس کی آنکھوں کے سامنے یہ حدیث[1] حاضر رہتی ہے یَا غُلَامُ اِحْفَظِ اللّٰہَ یَحْفَظْکَ اِحْفَظِ اللّٰہَ تَجِدْہُ تُجَاھَکَ الخ یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن عباسؓ سے فرمایا: اے لڑکے تو اللہ کی طرف نگاہ رکھ۔ وہ تجھے نگاہ رکھے گا۔ اگر تو اسے نگاہ رکھے گا تو اسے اپنے سامنے پائے گا۔ اور جب تو کچھ مانگے تو اللہ ہی سے مانگ۔ اور جب مدد چاہے تو اللہ ہی سے چاہ، اور یقین کر لے کہ اگر سب لوگ جمع ہو کر تجھے کچھ نفع یا نقصان پہنچانا چاہیں تو ہرگز نہیں پہنچا سکتے مگر جو خدا نے تیرے لئے لکھ چھوڑا ہے وہ پہنچ کر رہے گا۔ رُفِعَتِ الْاَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ قلم اٹھ گئے اور کاغذ خشک ہو گئے۔

اس حدیث سے دو باتیں ثابت ہوئیں۔ رضا بالقضاء اور توحید خالص کا اختیار کرنا۔ گناہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو، موحد آدمی مغفرت سے کبھی مایوس نہیں ہوتا۔ توحید کی برکت[2] سے جسے اللہ چاہے گا بغیر سزا دیئے جنت میں داخل کرے گا۔

---

[1] احمد ترمذی مشکوٰۃ صفحہ ۴۰۳ [2] صحیحین مشکوٰۃ صفحہ ۳۸۱۔

اور جسے چاہے گا سزا دے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے اپنے فضل ورحم سے جنت میں داخل کرے گا۔ قیامت کے دن سب سے پہلے ان ان گنہگاروں کی شفاعت ہوگی جو مشرک نہ تھے۔ پھر ان کلمہ گو لوگوں کی جنہوں نے شرک نہ کیا تھا اگرچہ اُن سے دُنیا جہان کے گناہ سرزد ہوئے ہوں۔ حضرت[1] صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں موحد گنہگاروں کو یہاں تک دوزخ سے نکالوں گا کہ آگ میں بجز اس شخص کے اور کوئی باقی نہ رہے گا جس پر خلود واجب ہو چکا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جس کے دل میں جَو کے دانے کی مقدار برابر ایمان ہو گا میں اسے آگ سے نکالوں گا۔ پھر دوسری دفعہ اسے جس کے دل میں ذرّہ یا رائی کے برابر ایمان ہو گا۔ تیسری دفعہ اسے نکالوں گا جس کے دل میں دانۂ رائی کے نصف حصے کی مقدار ایمان ہو گا۔ ازاں بعد قائلین لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہ کی شفاعت کروں گا اور اللہ اپنے فضل وکرم سے انہیں بھی دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کرے گا۔

[2] اللہ اور رسول کا فرماں بردار جب سچے دل سے یہ اعتقاد رکھے اور اسی اعتقاد پر مرے کہ خدا کے سوا کوئی پرستش کے قابل نہیں تو وہ جنت میں جائے گا۔

[3] ابو ذر صحابیؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: اے رسولؐ خدا! اگر اس نے چوری کی ہو یا زِنا کا مرتکب ہوا ہو، تب بھی؟ فرمایا: گو اُس نے زنا کیا ہو، چوری کی ہو، جس شخص کا ایمان شرک و بدعت کی گندگی سے پاک اور سُتھرا رہتا ہے اس کی تھوڑی سی عبادت بھی بہت ہوتی ہے۔ بخلاف اس کے مشرک کی عبادت کبھی مفید نہیں پڑتی اور موحّد کو سو جانے میں بھی فائدہ اور ثواب حاصل ہوتا ہے۔ اس لئے کہ مشرک کی عبادت ساری اکارت اور ضائع ہوتی ہے۔ مشرک آدمی اگرچہ عبادت کرے یا نجات و فلاح کی امید رکھے تو اس کا غلط خیال اور من گھڑت

---

[1] صحیحین مشکوٰۃ صفحہ ۴۸۳ [2] صحیحین مشکوٰۃ صفحہ ۲۶۔

منصوبہ ہے۔ شرک ایک ایسی زہریلی بوٹی ہے جو انسان کو بہت جلد آخرت میں ہلاک کر دے گی۔ اس لئے ہر آدمی کو اس سے بچنا فرض ہے۔ شرک کے ستر دروازے ہیں جس طرح کہ بدعت کے بہتر دروازے ہیں۔ پس جسے اپنی نجات مطلوب ہو، اسے چاہیئے کہ ابواب شرک وبدعت کے دریافت کرنے میں کوشش سے کام لے کیونکہ اگر کسی نے سارے جہان کی طاعت وعبادت کی ہے مگر اس کے عقیدے اور عمل میں کسی طرح کا شرک مخفی ہے تو وہ شفاعت سے محروم رہے گا اور نجات و فلاح کا کبھی منہ نہ دیکھے گا اور کسی نے عمر بھر کوئی نیک عمل نہیں کیا اور جہان بھر کے گناہ کر کے خدا کے دربار میں حاضر ہوا، مگر شرک سے الگ تھلگ رہا تو وہ ایک نہ ایک دن ضرور دوزخ سے نکل کر جنت میں جائے گا۔

حدیث[1] میں آیا ہے کہ جب پیغمبر اور صلحا اور فرشتے گنہگاروں کی شفاعت کر چکیں گے تو اللہ ارحم الراحمین اپنا قدم قدرت دوزخ میں ڈال دے گا اور ایک ایسی قوم کو اس میں سے باہر نکالے گا جس نے کبھی کوئی نیک عمل کیا ہی نہ ہو گا یہ لوگ جہنم میں جل بھن کر کوئلہ ہو گئے ہوں گے۔ خدا انہیں ایک نہر میں جو جنت کے دہانوں پر بہہ رہی ہو گی جسے "نہر حیات" کہتے ہیں، ڈال دے گا۔ یہ لوگ اس میں سے ایسے برآمد ہوں گے جیسے دانہ سیلاب کے بعد اگ کھڑا ہوتا ہے۔ گوہر شاہوار جیسے ان کے جسم دمکنے لگیں گے۔ ان کی گردنوں پر مہریں لگی ہوں گی جنہیں دیکھ کر جنتی لوگ کہیں گے یہ لوگ رحمٰن کے آزاد کئے ہوئے ہیں۔ رحمٰن نے انہیں بغیر کسی عمل اور بھلائی کے جنت میں داخل کیا ہے۔ ازاں[2] بعد ان لوگوں سے اللہ فرمائے گا۔ لَكُمْ مَّا رَأَيْتُمْ وَمِثْلَهُ مَعَهُ۔ الغرض مشرکوں کے سوا تمام گنہگاروں کو اللہ بخش دے گا۔

قرآن[3] مجید میں ایک موقع پر فرمایا ہے کہ خدا مشرکوں کو ہرگز نہ بخشے گا۔

---

[1] صحیحین مشکوٰۃ صفحہ ۳۶ [2] صحیحین مشکوٰۃ صفحہ ۴۸۲ [3] پارہ رکوع ۷، سورۂ نساء۔

ہاں مشرکوں کے علاوہ جسے چاہے گا بخش دے گا۔ لیکن حقوق عباد سے اسی وقت سبک دوشی ہوگی کہ خود حق دار یا اس کا وارث یا کوئی اور حقدار کا حق ادا کر دے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاکر عرض کیا کہ اے رسولِ خدا وہ دو باتیں کون سی ہیں جو جنت و دوزخ کو واجب کرتی ہیں؟ فرمایا جو شخص مر جائے اور اس نے کبھی شرک نہ کیا ہو وہ جنت میں جائے گا اور جو حالتِ شرک میں مر جائے گا وہ دوزخ میں ہمیشہ کے لئے داخل ہوگا۔

معاذ صحابیؓ کہتے ہیں کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ نے دس کلموں کی وصیت کی۔ ان میں سے ایک یہ کہ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّاِنْ قُتِلْتَ وَحُرِّقْتَ یعنی اگر کوئی تجھے قتل کرے یا آگ میں جلائے تب بھی تو خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین چیزیں ایمان کی جڑ ہیں (۱) قائل لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ سے باز رہنا۔ یعنی نہ تو کسی گناہ کی وجہ سے اسے کافر کہنا۔ نہ کسی عمل کے سبب سے اسے خارج از اسلام کرنا (۲)، جہاد چلا آتا ہے جب سے کہ اللہ نے مجھے مبعوث کیا ہے حتیٰ کہ امت کا پچھلا شخص دجال سے لڑے گا۔ کسی عادل کا انصاف اور ظالم کا ظلم اسے باطل نہیں کرے گا (۳)، تقدیر کے برحق ہونے پر یقین کرنا۔

تقدیر پر ایمان لانا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ كَتَبَ اللّٰهُ مَقَادِيْرَ الْخَلَائِقِ قَبْلَ اَنْ يَّخْلُقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِخَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ

---

۱ مسلم مشکوٰۃ صفحہ، ۲ احمد مشکوٰۃ صد ۱ ۳ ابوداؤد مشکوٰۃ صد ۹

قَالَ وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ[۱] یعنی اللہ تعالےٰ نے تمام مخلوق کی تقدیروں کو لکھ دیا ہے پچاس ہزار برس پہلے زمین و آسمان کے پیدا کرنے سے اور اس کا عرش پانی پر تھا۔

تقدیر پر ایمان لانا اسلام کا ایک بڑا رکن ہے۔ اس پُر آشوب اور آزادی کے زمانے میں یہ ایمان عنقا ہو گیا ہے۔ حالانکہ حدیث[۲] میں آیا ہے کہ جب تک کوئی شخص ذیل کی چار چیزوں پر ایمان نہ لائے گا اسے ایماندار نہ کہیں گے۔ ایک یہ کہ دل و زبان سے اس بات کا اقرار کرے کہ اللہ کے سوا کوئی قابلِ پرستش نہیں اور میں خدا کا رسولؐ ہوں۔ اُس نے مجھے سچ مچ اپنی طرف سے بھیجا ہے۔ دوسری یہ کہ مرنے کا اقرار کرے۔ تیسری یہ کہ مرنے کے بعد جی اٹھنے پر ایمان لائے چوتھی یہ کہ تقدیر پر ایمان لائے۔ تقدیر کا ثبوت بہت سی حدیثوں میں آیا ہے۔ یعنی ہر شخص کی تقدیر اس کے پیدا ہونے سے پیشتر ہی مقرر ہو چکی ہے اور لوحِ محفوظ میں لکھا جا چکا ہے کہ فلاں شخص فلاں زمانے میں ایسا ایسا کرے گا۔ چنانچہ حدیث[۳] عائشہؓ میں فرمایا ہے کہ اللہ نے جنّت کے لئے لوگ پیدا کئے اور وہ ہنوز اپنے باپوں کی پشت میں ہیں۔ اسی طرح دوزخ کے لئے لوگ بنائے اور وہ بھی اپنے باپوں کی پشت میں ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ ہر ایک شخص کی تقدیر اس کے پیدا ہونے سے پیشتر ہی مقرر ہو چکی ہے۔ اسی کے موافق دُنیا میں ہر کسی کا خاتمہ ہوتا ہے۔

آنحضرت[۴] صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ خداوند کریم نے مخلوقات کی مقادیر آسمانوں اور زمین کی پیدائش سے پچاس ہزار برس پیشتر لکھ رکھی ہیں جب کہ اس کا عرش پانی پر ٹھہرا ہوا تھا۔

آنحضرت[۵] صلی اللہ علیہ وسلّم نے یہ بھی فرمایا کہ تم میں سے کوئی جنّتیوں جیسا عمل

۱ے مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۱۱ ۲ے ترمذی ابن ماجہ مشکوٰۃ صفحہ ۱۱ ۳ے مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۱۱۔
۴ے بخاری مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۱۲۔

کرتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور جنت کے درمیان صرف ایک گز کا فاصلہ رہ جاتا ہے پھر اس پر اس کا لکھا ہوا سبقت کرتا ہے اور وہ دوزخیوں کے سے عمل کر کے داخلِ نار ہو جاتا ہے۔ اسی طرح کوئی تم میں دوزخیوں کا سا عمل کرتا ہے حتیٰ کہ اس کے اور دوزخ کے درمیان صرف ایک گز کا فاصلہ رہ جاتا ہے۔ پھر اس پر اس کا لکھا ہوا سبقت کرتا ہے اور وہ جنتیوں کا سا عمل کر کے داخلِ جنت ہو جاتا ہے۔

معلوم ہوا کہ ہر شخص کا جنتی اور دوزخی ہونا پہلے ہی سے لکھا جا چکا ہے لیکن دُنیا میں اس کی پہچان آخر عمر میں عمل کرنے سے ہوتی ہے۔ اس لئے حدیث علیؑ میں آیا ہے کہ جب صحابہؓ نے عرض کیا کہ اے رسولؐ خدا کیا ہم اپنی تقدیر پر بھروسہ نہ کریں اور عمل کرنا چھوڑ دیں؟ فرمایا: اِعْمَلُوْا فَكُلٌّ مُّيَسَّرٌ لِّمَا خُلِقَ لَهٗ[۱] یعنی عمل کئے جاؤ کیونکہ سعادت مند کو سعادت کا کام بجالانا اور بدبخت کو شقاوت کا کام کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ دنیاوی اعمال تقدیر الٰہی کے موافق واقع ہوتے رہتے ہیں اور جب ایسا ہے تو پھر ترکِ عمل سے کیا فائدہ؟ بلکہ آدمی کو ہمیشہ عمل میں لگا رہنا چاہیئے۔ کیونکہ یہ انجام کار کا ایک سچا نمونہ ہے اور اس سے جنتی اور دوزخی پہچانا جاتا ہے۔

تقدیر کا منکر کافر ہو جاتا ہے۔ حضرت[۲] صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: میری امت کے دو گروہ اسلام میں کچھ حصہ نہیں رکھتے۔ ایک مرجیۂ دوسرے قدریہ۔ مرجیۂ کا اعتقاد ہے کہ تمام نیک و بد افعال خدا کی تقدیر سے ہیں۔ ان میں بندوں کو ذرا بھی اختیار حاصل نہیں اور جس طرح کفر کے ہوتے کوئی طاعت مفید نہیں، اسی طرح ایمان کے ہوتے کوئی معصیت ضرر نہیں کرتی۔ قدریہ کہتے ہیں کہ تمام افعال کا خالق اللہ نہیں ہے بلکہ نیک اور شائستہ کام اس سے پیدا ہوتے ہیں اور برے کام

---

[۱] بخاری مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۱۲ [۲] ترمذی مشکوٰۃ صفحہ ۱۴۔

شیطان سے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو اسلام سے بے نصیب ٹھہرایا کیونکہ حق ان دونوں کے درمیان دائر ہے۔ نہ اُن کے قول کے موافق یعنی بندہ نہ تو مستقل مختار ہی ہے نہ مجبور محض ہی۔ بلکہ ان دونوں حالتوں کے مابین واقع ہے۔ زنا، چوری، شراب خواری اور تمام معاصی بیشک اللہ ہی کے ارادہ اور تقدیر سے ظہور میں آتے ہیں۔ مگر آدمی کو چاہیئے کہ ایسے عمل میں تقدیر کو حجت نہ پکڑے۔ گناہ کو اپنی ہی طرف نسبت کرے اس لئے کہ اگرچہ افعال عباد کا خالق خدا ہی ہے مگر بندہ کاسب ہے یعنی ادب کا مقتضا یہ ہے کہ برائی کی نسبت خدا کی طرف نہ کرے اور یوں نہ کہے کہ یہ بلا مجھ پر میری تقدیر سے ٹوٹی بلکہ یوں کہے کہ میرے اعمال کی نسبت و نحوست سے ہے۔ اگرچہ سب کچھ اللہ ہی کی تقدیر و ارادہ سے ہوتا ہے۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم قدریوں کے پاس نہ بیٹھو نہ اُن سے ابتداً اسلام و کلام کا سلسلہ شروع کرو۔ اور فرمایا[۱] کہ قدر کے جھٹلانے والے خسف و مسخ[۲] میں مبتلا ہوں گے اور فرمایا[۳] کہ قدریہ اس اُمّت کے مجوس ہیں۔ جب بیمار پڑیں تو تم ان کی عیادت نہ کرو۔ مر جائیں تو تم اُن کے جنازے کی نماز نہ پڑھو۔ اور فرمایا[۴] کہ قدر کے جھٹلانے والوں پر اللہ اور انبیاء کی لعنت ہے۔ یہ حدیثیں قدریوں کے کفر پر دلالت کرتی ہیں۔

احسان اور نیّت

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَاَحْسِنُوْا[۵] اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ۔ یعنی

---

[۱] ابوداؤد، مشکوٰۃ صفحہ ۱۴   [۲] ابوداؤد ترمذی مشکوٰۃ صفحہ ۱۴

[۳] احمد ابوداؤد مشکوٰۃ صفحہ ۱۴   [۴] بیہقی و رزین مشکوٰۃ صفحہ ۱۴

[۵] پارہ ۲ سورۂ بقر۔

تم احسان کرو کیونکہ اللہ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ احسان کہتے ہیں عمل کو ریا و نمود کے شائبے سے محفوظ رکھنے اور خالص کرنے کو۔ قرآن مجید میں جا بجا اس کا ذکر آیا ہے اور حدیثیں اس بارے میں بکثرت وارد ہوئی ہیں۔

آنحضرت[1] صلی اللہ علیہ وسلم نے ریا کو شرک فرمایا ہے اور جس قدر اس کی مذمت کی ہے اسی قدر کسی بڑے سے بڑے گناہ کی مذمت نہیں کی جو عمل ریا سے خالی ہوتا ہے اور سنتِ مطہرہ کے مطابق بجا لایا جاتا ہے اسے اخلاص کہتے ہیں اور اسی پر ثواب مرتب ہوتا ہے۔ حضرت[2] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے دُنیا کو اخلاص توحید پر چھوڑا، نماز پڑھی، زکوٰۃ دی اللہ اس سے رضامند ہوتا ہے۔ مسلمان کے لئے یہ انتہا درجے کی کرامت و عزت ہے۔ کیونکہ اللہ کی رضامندی سے بڑھ کر کوئی نعمت و شرف نہیں۔ آنحضرت[3] صلی اللہ علیہ وسلم نے جب معاذ کو یمن کی طرف روانہ کیا تو انہوں نے چلتے وقت عرض کیا کہ مجھے کچھ وصیت کیجئے۔ فرمایا۔ دین خالص کرنا تھوڑا سا عمل بھی کافی ہو گا۔ معلوم ہوا کہ اخلاص کی خصوصیت کسی عمل خاص کے ساتھ نہیں ہے بلکہ جس قدر اعمال و اقوال ایمان سے تعلق رکھتے ہیں۔ سب میں اخلاص مطلوب ہے۔

حدیث[4] میں آیا ہے کہ اللہ اسی عمل کو قبول کرتا ہے جو خالص اسی کے لئے کیا گیا ہو۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ اللہ کے نزدیک وہی عمل درجۂ قبولیت پاتا ہے جو شرک و ریا کی گندگی سے بالکل پاک و خالص ہو اور اس سے مقصود صرف خدا کی خوشنودی و رضامندی ہو۔ یہی بات قرآن مجید کی ایک آیت سے ثابت ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ فَمَنْ[5] كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ۔ یعنی جو شخص اللہ سے ملنے کی امید

---

[1] احمد بیہقی مشکوٰۃ [2] ترغیب و ترہیب [3] ترغیب و ترہیب [4] ترغیب و ترہیب [5] پارہ ۱۶ سورۂ کہف ع آخر۔

رکھتا ہو اسے نیک عمل کرنے چاہئیں اور اللہ کی عبادت میں کسی اور کو شریک نہ ٹھہرانا چاہیئے۔

آدمی کو چاہیئے کہ جہاں تک بن پڑے اچھی نیت کرے اور بُری نیت سے بچے کیونکہ بُری نیت کا انجام بُرا اور اچھی نیت کا انجام اچھا ہوتا ہے۔ عمل کا انحصار نیت ہی پر ہوتا ہے۔ ہر آدمی کو وہی ملے گا جو اس کی نیت میں ہے۔ حدیث[1] میں آیا ہے کہ جس نے اللہ اور رسولؐ کے لئے ہجرت کی اس کی ہجرت اللہ اور رسول کی طرف ہوئی اور جس نے دنیا یا کسی عورت سے نکاح کرنے کے لئے ہجرت کی اس کی ہجرت اسی کام کے لئے ٹھہری۔

یہ حدیث اسلام کی اصل الاصول ہے اور تمام اعمال کا دار و مدار اسی پر ہے۔ آدمی اپنی نیت معلوم کر کے دریافت کر سکتا ہے کہ اس کا کونسا کام خالص اللہ کے لئے ہے اور کونسا کام دنیا کے مطلب کے لئے۔ جو کام اللہ کے لئے کیا گیا ہے وہ مقبول ہوگا اور جو دُنیا کے واسطے کیا گیا ہے مردود ٹھہرے گا۔ اس کا ثواب کچھ نہ ملے گا بلکہ الٹی پکڑ ہوگی۔ آنحضرت[2] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگو! اللہ تمہارے جسم اور تمہاری صورتیں نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں کی طرف دیکھتا ہے یعنی اللہ تمہاری نیت پرکھتا ہے کہ کیسی ہے؟ یہ نہیں دیکھتا کہ تم موٹے ہو یا دُبلے۔ خوبصورت ہو یا بدصورت۔ نیت اچھی اور صادق ہونی چاہیئے خواہ جسم کیسا ہی ہو، صورت کیسی ہی ہو۔

کتاب و سُنّت اور بدعت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مَنْ[3] تَمَسَّكَ بِسُنَّتِيْ عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِيْ فَلَهٗ اَجْرُ مِائَةِ شَهِيْدٍ۔ یعنی جس شخص نے فتنہ و فساد

---

[1] بخاری مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۳ [2] مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۴۷ [3] مشکوٰۃ صفحہ ۲۲۔

کے وقت میری سُنّت پر تمسک کیا اسے سو شہیدوں کا ثواب ملے گا اور فرمایا۔[1]
کُلُّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ وَّکُلُّ ضَلَالَۃٍ فِی النَّارِ۔ یعنی ہر بدعت گمراہی ہے اور گمراہی دوزخ میں ہے۔

مسلمان پر فرض ہے کہ جو کام رات دن میں سامنے آئے اس میں ذرا غور کرلے کہ اس کام کا کرنا قرآن وحدیث میں آیا ہے یا نہیں۔ اگر آیا ہے تو اسے اسی طرح بجالائے جس طرح اس کے بجالانے کا حکم اللہ اور رسولؐ نے دیا ہے۔ اور اگر قرآن وحدیث میں اس کام کے کرنے کا حکم نہیں ہے یا اس کے مرتکب ہونے سے منع کیا گیا ہے تو ہمیشہ دُور رہے اور دِل سے نفرت رکھے کیونکہ اس قسم کا کام حرام ہوگا یا بدعت۔ جو شخص[2] سنت و بدعت میں تمیز نہ کرے اور اسلام کے حکم اور جاہلیت کی رسم میں فرق نہ سمجھے اس کے ایمان اور اسلام میں خلل باقی رہے گا اور کوئی عمل مقبول نہ ہوگا۔

آنحضرت[3] صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ سب سے بہتر بات خدا کی کتاب یعنی قرآن مجید اور سب سے عمدہ چال رسولؐ خدا کی چال ہے اور سب سے بدتر وہ کام ہیں جو اپنی طرف سے نکال کھڑے کئے ہوں۔ اس میں تینوں قسم کی بدعتیں یعنی بدعت اعتقادی، قولی، فعلی سب داخل ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے یعنی کسی بدعت میں کوئی خوبی نہیں۔

حدیث[4] عائشہ میں آیا ہے کہ جس نے ہمارے اس دین میں کوئی ایسی نئی بات نکال کھڑی کی جو اس دین میں نہ تھی تو وہ مردود ہے۔

حضرت[5] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری تمام اُمت جنت میں جائے گی۔ مگر جس نے انکار کیا۔ کسی نے عرض کیا کہ بھلا حضرت وہ کون ہے جس نے انکار کیا

---

۱ احمد ترمذی ابوداؤد ابنِ ماجہ مشکوٰۃ ۲ مسلم مشکوٰۃ ۳ احمد ابوداؤد مشکوٰۃ ابنِ ماجہ
۴ صحیحین مشکوٰۃ ۵ بخاری مشکوٰۃ۔

فرمایا جس نے میری اطاعت کی جنت میں داخل ہوا اور جس نے نافرمانی کی اس نے انکار کیا یعنی وہ شخص جنت میں داخل ہونے کے قابل نہیں۔ یہ بات ہر شخص نہایت آسانی سے معلوم کر سکتا ہے کہ آج میں نے جس قدر کام کئے ہیں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ہیں یا نہیں؟ اگر مطابق ہیں اور ان کا مطیع اور فرماں بردار ہے تو اس کے لئے امید و مغفرت ہے ورنہ نہیں۔ جب تک انسان کتاب و سنت کا تابع نہ ہو اس کا ایمان کامل نہ ہوگا۔ اس لئے ہر مسلمان پر فرض ہے کہ ہمیشہ کتاب و سنت کا تابع اور بدعت سے بچتا رہے۔

عرباض بن ساریہؓ[1] کہتے ہیں کہ ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا پُراثر وعظ سنایا جس سے ہمارے دل کانپ اٹھے اور بے ساختہ آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ ہم نے عرض کیا۔ اے رسولؐ خدا، یہ وعظ تو ایسا ہے جیسے کوئی کسی کو رخصت کرتا ہو۔ لہٰذا ہمیں کچھ وصیت کیجئے۔ فرمایا: میں تمھیں اس بات کی وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرو، اور سنو اور مانو۔ گو تم پر کوئی غلام ہی حکومت کیوں نہ کرے۔ تم میں سے جو شخص زندہ رہے گا وہ عنقریب سخت اختلاف دیکھے گا اس وقت تمھیں میری سنت اور میرے خلفائے راشدین مہدیین کی سنت پر چلنا لازم ہے۔ اسے تم دانتوں سے خوب مضبوط پکڑ لینا اور نئے نئے کاموں سے بچتے رہنا کیونکہ ہر بدعت اور ہر نیا کام گمراہی ہے۔

اس حدیث سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بڑا معجزہ ثابت ہوا کہ جو بات اس امت میں ہونے والی تھی اس کی خبر آپ کو پہلے ہی سے دے دی اور صاف صاف فرما دیا کہ میرے بعد بہت[2] بڑا اختلاف ہوگا۔ چنانچہ

---

[1] احمد ابوداؤد ترمذی ابن ماجہ [2] بیہقی مشکوٰۃ صد ۱۲

یہ اختلاف تبع تابعین کے زمانے کے بعد ظاہر ہوا۔ نئے نئے مذاہب نکلے اور تقلید شخصی نے جنم لیا۔ اور نئے نئے کام ہونے لگے۔ ایسے نازک اور ٹیڑھے وقت میں ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت پر چلنا چاہیئے کہ سنت کو اختیار کریں اور بدعت سے دُور رہیں۔

یہ حدیث پہلے گذر چکی ہے کہ حضرت[1] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے میری سنت پر اس وقت تمسک کیا جب کہ فساد پڑ گیا ہو تو اسے سو شہیدوں کا اجر ملے گا۔ سلفِ امت کو اتباعِ سنت کا یہاں تک اہتمام تھا کہ ذرا ذرا سے کام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چال بڑے شوق سے اختیار کرتے تھے۔

1۔ مشکوٰۃ صفحہ ۴۳۔

کتاب الطہارۃ

۱۔ پانی

حدیث[1] میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اِنَّ الْمَاءَ طَهُوْرٌ لَا يُنَجِّسُهُ شَيْءٌ۔ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ۔ یعنی پانی پاک ہے (اس سے وہ پانی مراد ہے جس کا اندازہ دوسری حدیث میں آیا ہے) اُسے کوئی چیز نجس نہیں کرتی اور فرمایا۔ اِذَا كَانَ الْمَاءُ قُلَّتَيْنِ لَمْ يَحْمِلِ الْخَبَثَ۔ یعنی جب پانی[2] دو قلے ہو تو نجاست ملنے سے نجس نہیں ہوتا۔ پانی کنوئیں کا ہو یا نالے ندی کا یا دریا کا صرف تین طرح سے ناپاک ہوتا ہے۔ رنگ اور بُو اور مزے کے بدلنے سے۔ یعنی جب کوئی چیز نجس اور پلید چیز پانی میں مل جائے اور تینوں اوصاف میں سے کسی وصف کو متغیر کر دے تو پانی ناپاک ہو جاتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ اگر پانی میں کسی نجاست کے گرنے کی وجہ سے اس کا رنگ بگڑ جائے یا اس میں سے بُو آنے لگے یا اس کا مزا خراب ہو جائے تو ایسا پانی ناپاک ہو جاتا ہے اگر بُو یا رنگ یا مزا پاک چیز کے گرنے سے بدلے گا تو پانی ناپاک نہ ہوگا بلکہ پاک رہے گا

زیادہ پانی کی حد صحیح حدیثوں میں دو قلے ہیں۔ قلہ اُس بڑے مٹکے کو کہتے

---

[1] احمد ابوداؤد ترمذی، نسائی دارمی مشکوٰۃ صفحہ ۴۳ [2] ابنِ ماجہ۔

ہیں جو یمن کے موضع ہجر میں بنایا جاتا ہے۔اس میں عرب کی بڑی بڑی ڈھائی مشکیں سما جاتی ہیں۔بس دو قلّہ یعنی عرب کی پانچ بڑی بڑی مشکوں کی مقدار میں اگر اتنی سی پلید چیز گر پڑے جو پانی کا مزا یا رنگ یا بُو بدل دے تو پانی گندا اور ناپاک ہو جائے گا۔ اور اگر کوئی پلید چیز کسی کنوئیں یا قلّتین کی مقدار یا اس سے زیادہ مقدار پانی میں گر پڑے اور پانی کا رنگ، بُو، مزہ نہ بدلے تو وہ پانی پلید نہیں ہے۔جب پانی قلّتین سے کم ہو گا تو وہ نجاست کے ایک قطرہ کے پڑنے سے بھی پلید ہو جائے گا۔

ٹھہرے ہوئے پانی میں قصداً پیشاب کرنا یا نجاست ڈالنا منع ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب نہ کرے۔اسی طرح ٹھہرے ہوئے پانی میں جنبی کو غسل کرنا جائز نہیں۔ہاں اگر پانی کے کنارے بیٹھ کر پانی اٹھا اٹھا کر نہا لے تو جائز ہے۔قلّتین کے حوض میں اگر وضو کا پانی پڑ جائے تو حوض کا پانی پلید نہیں ہوتا۔بلّی کا جھوٹا پانی پاک ہے۔اس سے وضو کرنا جائز ہے۔تمام درندوں کے جھوٹے پانی سے وضو جائز ہے سوائے کُتّے کے۔

۲۔ بدن، کپڑے اور مکان کی طہارت

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اَلطُّھُوْرُ نِصْفُ الْاِیْمَانِ اور فرمایا اَلطُّھُوْرُ شَطْرُ الْاِیْمَانِ ۔ یعنی آدمی کا پاک صاف رہنا آدھا ایمان ہے۔قرآن شریف میں پاک اور ستھرے لوگوں کی خوبی یوں بیان کی گئی ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَھِّرِیْنَ ۔ یعنی خدا بار بار توبہ کرنے

والوں اور طہارت کامل کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ معلوم ہوا کہ جو شخص پاک نہیں رہتا اس کا ایمان کامل نہیں ہوتا اور اللہ اسے دوست نہیں رکھتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت کی کنجی نماز ہے اور نماز کی کنجی طہارت ہے۔

۳۔ پائخانے اور پیشاب کے آداب

اکثر گندے پائخانوں میں جن اور شیاطین رہتے ہیں۔ لہذا جو شخص پائخانہ جائے اسے یہ دعا پڑھنی چاہیئے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ[۱] یعنی خداوندا میں تیرے ساتھ ناپاک جنوں اور جنیوں سے پناہ مانگتا ہوں۔ پائخانے سے نکلتے وقت یہ دعا پڑھے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَذْھَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَعَافَانِیْ[۲]۔ یعنی سب تعریف اللہ کو ہے جس نے مجھ سے ایذا دور کی اور صحت عنایت فرمائی۔ پائخانہ[۳] سے نکلتے وقت یہ دعا بھی آئی ہے۔ غُفْرَانَکَ یعنی اللہ میں تجھ سے بخشش چاہتا ہوں۔ پائخانہ[۴] پھرتے یا پیشاب کرتے وقت جنگل اور صحرا میں قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کر کے بیٹھنا منع ہے۔ مگر گھر[۵] میں یا کسی چیز کی آڑ میں جائز ہے۔ چنانچہ عبد[۶] اللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ بعض کام کے لئے میں حفصہؓ کے کوٹھے پر چڑھا۔ میں نے دیکھا کہ حضرتؐ قبلہ کی طرف پیٹھ کر کے اور شام کی طرف منہ کر کے پائخانہ کر رہے تھے۔ داہنے[۷] ہاتھ سے استنجا کرنا اور تین ڈھیلوں سے کم کے ساتھ استنجا کرنا منع ہے لیکن جب تین ڈھیلے نہ ملیں تو دو ہی کافی ہیں۔ جہاں[۸] تک ہو سکے ڈھیلے طاق لے۔ اگر طاق نہ لے تو

---

۱ صحیحین مشکوٰۃ ۲ ترمذی ابن ماجہ دارمی مشکوٰۃ

۳ صحیحین مشکوٰۃ ۴ بخاری مسلم، مشکوٰۃ

۵ مسلم مشکوٰۃ ۶ بخاری مطبوعہ احمدی

۷ ابوداؤد ابن ماجہ دارمی مشکوٰۃ ۸ ترمذی نسائی مشکوٰۃ۔

گناہ نہیں۔ گوبر، ہڈی، کوئلہ سے استنجا کرنا منع ہے کیونکہ یہ تینوں چیزیں جنوں کی خوراک ہیں۔ اگر کوئی شخص ان تینوں چیزوں کا استنجا کرے گا تو پاکی حاصل نہ ہو گی۔ [1]عام راستے میں اور اس سائے میں جہاں لوگ آرام پاتے ہیں اور نہانے کی جگہ پائخانہ یا پیشاب کرنا حرام اور لعنت پڑنے کا باعث ہے۔ پانی [2]کے گھاٹ پر غسل کرنے کے مقام پر اور کسی بل اور سوراخ میں پیشاب کرنا منع ہے۔ پیشاب[3] کرتے وقت داہنے ہاتھ سے ستر پکڑنا اور داہنے ہاتھ سے پائخانے کے [4]ڈھیلے لینا درست نہیں۔ پائخانہ[5] کرنے کے وقت زمین کے نزدیک ہونے سے پیشتر ننگا کرنا منع ہے۔ آنحضرت[6] صلی اللہ علیہ وسلم جب پائخانہ کرنے کا ارادہ کرتے تو جب تک زمین کے نزدیک نہ ہوتے کپڑا نہ اٹھاتے۔ [7]دو مرد اسی طرح دو عورتیں ستر کھول کر ایک جگہ پیشاب پائخانہ کے لئے نہ بیٹھیں، نہ کوئی کسی کا ستر دیکھے نہ باہم باتیں کریں۔ کیونکہ اس سے اللہ کا غضب ٹوٹتا ہے۔ پائخانہ[8] کرنے کے بعد یوں تو صرف ڈھیلوں ہی سے طہارت ہو جاتی ہے مگر اس کے بعد پانی سے طہارت کرنا بہتر ہے۔ عورتوں[9] کو چھوٹا استنجا بھی پانی سے کرنا ضروریات سے ہے۔ ڈھیلے[10] لیتے وقت اگر ہاتھ نجاست سے آلودہ ہو جائے تو ہاتھوں کو مٹی سے مل کر دھونا ضروری ہے۔ ورنہ مٹی سے دھونے کی ضرورت نہیں[11] کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ پائخانہ سے فارغ ہو کر دوبارہ ہاتھ دھوئے بغیر کھانا تناول فرمایا۔ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا جائز ہے۔

---

[1] نیل الاوطار مصری [2] ابوداؤد ابن ماجہ مشکوٰۃ۔ [3] ابوداؤد ترمذی نسائی مشکوٰۃ ص۴۲ [4] بخاری مسلم بلوغ المرام ص۱۳ [5] ترمذی ابوداؤد دارمی مشکوٰۃ [6] ابوداؤد ابن ماجہ مشکوٰۃ [7] مسلم [8] صحیحین مشکوٰۃ [9] ابوداؤد ونسائی مشکوٰۃ [10] ابوداؤد مشکوٰۃ [11] صحیحین مشکوٰۃ [12] ابوداؤد نسائی مشکوٰۃ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قوم کی کوڑی پر کھڑے ہو کر پیشاب کیا تھا۔ ضرورت کے وقت کسی برتن وغیرہ میں پیشاب کرنا جائز ہے۔ پاخانہ کے لئے اتنی دُور جانا چاہیئے جہاں کوئی دیکھ نہ سکے۔ پیشاب کرتے اور استنجا کرتے ہوئے سلام کا جواب دینا یا خود سلام کرنا منع ہے۔ ہاں استنجے سے فارغ ہو کر وضو یا تیمم کر کے جواب دیا جائے۔ افضل و بہتر یہی ہے لیکن اگر وضو یا تیمم کے بغیر بھی کوئی جواب دے دے تو جائز ہے۔ بغیر ضرورت کے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی عادت نہ ڈالیں۔ اگر کسی ایسے موقع پر پیشاب کرنے کی ضرورت پڑے جہاں چھینٹ اڑنے کا خوف ہو تو وہاں کھڑے ہو کر پیشاب کر لینا جائز ہے۔ جس[۱] انگوٹھی پر اللہ کا نام کندہ ہو اسے پاخانے میں لے جانا منع ہے۔ جس[۲] شخص کو پاخانہ پیشاب کی حاجت ہو وہ اول اپنی حاجت سے فارغ ہو لے پھر نماز پڑھے۔ پیشاب[۳] کے لئے نرم زمین تلاش کرنا مسنون ہے۔ طہارت میں اسقدر پانی خرچ کریں جس سے طہارت حاصل ہو جائے۔ وسوسہ سے زیادہ پانی خرچ کرنا منع ہے۔ جسے قطرہ آتا ہو اسے پانی سے استنجا کرنا ضروری ہے۔ اس سے قطرہ[۴] نہ آئے گا۔ پیشاب[۵] کے قطروں سے بچنے کی بہت احتیاط رکھنا چاہئے۔ ابن[۶] عباسؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دو قبروں پر گزر ہوا جن کے مُردے عذاب دیئے جا رہے تھے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ دونوں کسی بڑے جرم میں سزا نہیں دیئے جا رہے ہیں بلکہ ان میں ایک تو پیشاب کی چھینٹوں سے احتیاط نہ کرتا تھا اور دوسرا غسل چور تھا۔

---

۱ ابوداؤد صفحہ ۲۲ ۲ ابوداؤد، ترمذی، نسائی، مشکوٰۃ ۳ بلوغ المرام ۴ ابوداؤد مشکوٰۃ ۵ صحیحین مشکوٰۃ ۶ بخاری مشکوٰۃ صفحہ ۴۴۔

۴- نجاستوں کا پاک کرنا

مسجد میں جب کوئی شخص پیشاب کر دے تو ایک ڈول پانی بہا دینے سے وہ جگہ پاک ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ حضرت ابوہریرہؓ کی ایک روایت میں ہے۔ قَالَ قَامَ اَعْرَابِیٌّ فَبَالَ فِی الْمَسْجِدِ فَتَنَاوَلَهُ النَّاسُ فَقَالَ لَهُمُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ دَعُوْهُ وَهَرِیْقُوْا عَلٰی بَوْلِهٖ سَجْلًا مِّنْ مَّآءٍ اَوْ ذَنُوْبًا مِّنْ مَّآءٍ[1]۔ یعنی ایک بدوی نے مسجد میں کھڑے ہو کر پیشاب کر دیا۔ لوگ اس کی طرف جھپٹے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے چھوڑ دو اور پیشاب پر ایک ڈول پانی بہا دو۔ جوتیوں[2] میں اگر گندگی لگ جائے تو پاک زمین پر رگڑنے سے پاک ہو جاتی ہیں۔ ناپاک[3] اور نجس مقام پر چلنے سے اگر عورت کا دامن نجس ہو جائے تو پاک مٹی پر چلنے سے پاک ہو جاتا ہے۔ ننگے[4] پاؤں مسجد میں چلے جانا گناہ نہیں ہے۔ جب کہ پاؤں نجاست سے پاک ہوں۔ شیرخوار لڑکا جو ہنوز کھانا نہ کھاتا ہو اگر کپڑے وغیرہ پر پیشاب کر دے تو شارع نے اس کپڑے کے دھونے کی تکلیف نہیں دی بلکہ صرف پانی چھڑک دینے سے کپڑا پاک ہو جائے گا مگر لڑکی کا پیشاب بغیر دھوئے پاک نہیں ہوتا۔ کپڑے[5] پر اگر نجاست لگ جائے اور دھونے سے نشان نہ جائے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ اگر بچے[6] یا اس کی ماں کو بیماری کا خوف ہو تو بچے کے پیشاب لگنے سے بدن دھونا ضروری نہیں۔ جو کپڑا[7] خونِ حیض سے آلودہ ہو اول اسے کھرچیں۔ پھر پانی سے مل کر دھوئیں۔ مذی[8] کے نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اس وقت ستر بھی دھونا اور وضو بھی کرنا ہوگا۔ شراب[9] کا سرکہ بنانا اور سونے

---

[1] ابوداؤد وابن ماجہ مشکوٰۃ صفحہ ۹۴ [2] احمد ترمذی، ابوداؤد، دارمی، مشکوٰۃ صفحہ ۴۵
[3] ترمذی نول کشوری صفحہ ۲۹ [4] ابوداؤد ومشکوٰۃ صفحہ ۴۴ [5] صحیحین مشکوٰۃ صفحہ ۴۴
[6] صحیحین مشکوٰۃ صفحہ ۴۴ [7] صحیحین مشکوٰۃ صفحہ ۳۲ [8] مسلم، ترمذی، بلوغ المرام۔

چاندی کے برتنوں میں کھانا حرام ہے کیونکہ یہ برتن دُنیا میں کافروں اور آخرت میں مسلمانوں کے لیئے ہیں۔ ۱ جو شخص سونے اور چاندی کے برتن میں کھاتا پیتا ہے وہ اپنے پیٹ میں دوزخ کی آگ بھرتا ہے۔ ہاں ٹوٹے ہوئے برتن کو چاندی کے تار سے جوڑنا درست ہے۔ اگر کسی ۲ برتن میں کُتا منہ ڈال دے تو اُسے مٹی سے پہلی دفعہ مانجنا اور چھ مرتبہ پانی سے دھونا چاہیئے۔ پاک ۳ جوتا پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے۔ مردار جانوروں کا چمڑا دباغت سے پاک ہو جاتا ہے۔ آدمی کے جسم یا کپڑے کو کتے ۴ کے منہ کا لعاب لگ جائے یا انسان کے پیشاب پاخانے یا شراب یا کُتے کے پلی کے بول و براز سے جسم یا کپڑا بھر جائے یا کپڑے میں منی یا مذی لگ جائے تو وہ مقام اور کپڑا خوب دھونا ہوگا۔ سُور کی چربی اور اس کے تمام اجزاء ناپاک ہیں۔ اس کی کسی چیز سے فائدہ اٹھانا حرام ہے۔ جو لوگ گائے بھینس بکری وغیرہ جانور رکھتے ہیں۔ اکثر اوقات ان کے کپڑے گوبر اور پیشاب کی چھینٹوں سے محفوظ نہیں رہتے اور وہ اس بے جا عذر سے نماز ترک کر دیتے ہیں۔ انہیں چاہیئے کہ حتی الامکان گوبر اور پیشاب کی چھینٹوں سے بچیں اور اس عذر سے نماز ترک نہ کریں۔ کیونکہ اگر ان چھینٹوں کو بغیر دھوئے بھی نماز پڑھ لیں گے تو ان کی نماز ہو جائے گی۔ اس لیئے کہ جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے اُن کے پیشاب میں چنداں ہرج نہیں ہے

۵۔ غُسلِ جنابت

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰے وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ۔ یعنی مسلمانو! اگر تم جنبی ہو تو غسل کر کے پاک ہو جاؤ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

۱۔ بخاری مُسلم بلوغ المرام ۲۔ بخاری مسلم بلوغ المرام ۳۔ بخاری مشکوٰۃ۔
۴۔ بخاری شریف

فرمایا کہ جب مرد عورت سے ہم بستر ہوتا ہے تو دونوں پر غسل واجب ہو جاتا ہے خواہ انزال ہو یا نہ ہو۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں[1] قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا جَلَسَ اَحَدُکُمْ بَیْنَ شُعَبِهَا الْاَرْبَعِ ثُمَّ جَهَدَهَا فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ وَاِنْ لَّمْ یُنْزِلْ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ ۔ جو شخص سو کر اٹھے اور کپڑے[2] پر منی کی تراوٹ پائے اس پر غسل واجب ہو جاتا ہے خواب یاد رکھتا ہو یا نہیں۔ جو شخص خواب میں دیکھے کہ اس نے جماع کیا ہے اور تراوٹ کا اثر نہ پائے اس پر غسل واجب نہیں۔ اس میں مرد و عورت کا ایک ہی حکم ہے۔

جنبی[3] عورت کے بچے ہوئے پانی سے اگرچہ مرد کو غسل کرنا جائز ہے لیکن افضل یہی[4] ہے کہ اس پانی سے غسل نہ کرے۔ جنابت[5] کی حالت میں مرد و عورت کو ایک ہی برتن سے پانی لے کر نہانا درست ہے۔ مرد[6] کو غسل کرنے کے بعد جنبی عورت کے ساتھ سونا اور اس کے بدن سے بدن لگانا جائز ہے۔ کیونکہ جنبی عورت[7] کا بدن صاف پاک اور ستھرا ہے۔ جنبی[8] اگر کچھ کھانا چاہے یا سونے کا قصد کرے تو ستر دھوئے پھر نماز جیسا وضو کرے لیکن اگر کھانے[9] کے لئے صرف ہاتھ دھو لے تو کافی ہو جائے گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس گھر میں تصویر یا جنبی یا کتا ہو وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔ مشرک[10] کے دفن کرنے سے غسل واجب ہے غسل کی کیفیت[11] حضرت میمونہؓ کی حدیث سے خوب واضح ہوتی ہے۔ آپ

---

[1] ترمذی ابوداؤد ابنِ ماجہ دارمی مشکوٰۃ [2] ترمذی ابوداؤد ابنِ ماجہ مشکوٰۃ [3] ترمذی ابوداؤد ابنِ ماجہ مشکوٰۃ [4] ابوداؤد ابنِ ماجہ ترمذی مشکوٰۃ [5] ابنِ ماجہ مشکوٰۃ [6] ابنِ ماجہ، ترمذی مشکوٰۃ صفحہ ۲۱ [7] بخاری مشکوٰۃ صفحہ ۲۱ [8] صحیحین مشکوٰۃ صفحہ ۴۱ [9] ابوداؤد، نسائی مشکوٰۃ صفحہ ۳۲ [10] نسائی مطبوعہ نظامی صفحہ ۵۰ [11] بخاری مشکوٰۃ صفحہ ۴۰۔

نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل کے لئے پانی رکھا اور کپڑے سے پردہ کیا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوّل دونوں ہاتھ تین دفعہ دھوئے پھر داہنے ہاتھ سے بائیں پر پانی ڈال کر ستر اور رانوں کو دھویا۔ پھر دونوں ہاتھوں کو زمین پر رگڑ کر دھویا اور نماز جیسا وضو کر کے تین دفعہ پانی بہایا۔ بعد ازاں سارے جسم شریف پر پانی ڈالا اور علیحدہ ہو کر دونوں پاؤں مبارک دھوئے۔ بی بی صاحبہ بدن مبارک پونچھنے کے لئے کپڑا دینے لگیں تو آپؐ نے نہیں لیا۔ اس حدیث سے غسل کی کیفیت و ترکیب پورے طور پر معلوم ہو گئی۔ اثنائے غسل میں اگر کامل غسل کر لیا ہے تو غسل کے بعد پھر نئے وضو کی ضرورت نہیں رہتی۔ ہاں اگر ستر کو ہاتھ لگ گیا ہے تو جدید وضو کر لیں۔ جب کسی شخص نے ایک ہی وقت میں کئی عورتوں سے یا ایک ہی عورت سے کئی دفعہ صحبت کی تو اسے ایک ہی غسل کافی ہے لیکن ہر صحبت کے بیچ میں وضو کر لینا مناسب ہے۔

جنبی نے اگر غسل سے پیشتر سر دھویا اور پھر سر پر پانی ڈالا تو کچھ مضائقہ نہیں۔ غلطی سے سر دھونا سنت ہے۔ غسل کرتے وقت اگر جنبی کا ایک بال بھی سوکھا رہ جائے گا تو یہ غسل کافی نہ ہوگا اور اس کے سبب سے آگ میں ڈالا جائے گا۔ اسی وجہ سے حضرت علیؓ اپنے بال منڈوا دیا کرتے تھے۔ غسل کرتے وقت اگر جنبی کا کچھ بدن سوکھا رہ جائے اور نماز سے پیشتر اپنا تر ہاتھ اس پر پھیر دے تو کافی ہے۔ جنبی عورت کو غسلِ جنابت کے وقت بالوں کا کھولنا ضروری نہیں۔ بلکہ بالوں کی جڑیں تر کر لینا اور تین لپیں بھر کر پانی سر پر ڈالنا کافی ہے۔ جنبی کو

لہ ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ نیل الاوطار مصری صفحہ ۳۰۔ لے مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۴۱
ٗ مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۱۳ ابوداؤد مشکوٰۃ صفحہ ۴۰ ابوداؤد، احمد، دارمی
مشکوٰۃ صفحہ ۴۰ ابن ماجہ مشکوٰۃ صفحہ ۴۱ مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۴۱۔
مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۴۰۔

ذکر اللہ کرنا درست ہے لیکن قرآن شریف کا پڑھنا یا اُسے ہاتھ لگانا، مسجد میں جانا، کعبہ شریف کا طواف کرنا، کسی کو قرآن مجید کا سبق پڑھانا جائز ہے مگر قرآن شریف کو ہاتھ نہ لگے۔ ہاں قرآن شریف کے جزدان کا فیتہ پکڑ کر اٹھانے میں مضائقہ نہیں۔ جب غسل کے مقدار پانی نہ ہو تو نجاست کے مقام کو دھو ڈالیں پھر پانی بچے تو وضو بھی کر لیں ورنہ وضو اور غسل کے عوض تیمم کافی ہے۔ جنبی[1] سے مصافحہ کرنا درست ہے۔ عورت کو حیض و نفاس سے فارغ ہونے کے بعد اور کسی شخص کو مشرف بہ اسلام ہوتے وقت اور نماز جمعہ اور عیدین کے لئے حج و عمرہ کا احرام باندھتے اور کعبہ شریف میں داخل ہوتے وقت اور صحبت کے بعد مرد و عورت کو غسل کرنا قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ میدان میں بغیر تہ بند کے ننگا نہانا حرام ہے البتہ غسل خانہ یا آڑ میں ننگا نہلانے میں مضائقہ نہیں۔ غسل کرتے وقت کچھ پڑھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں۔[2] اگر کوئی بیماری کی حالت میں جنبی ہو اور پانی سے نقصان پہنچنے کا خوف ہو تو تیمم سے نماز پڑھے اور کسی طرح وسوسہ نہ کرے۔

اگر سر میں پھوڑا ہو اور تمام جسم صحیح سلامت ہو تو سر کا مسح کر لے اور سارے جسم کو پانی سے دھو ڈالے۔ اگر پیروں میں پھوڑا یا زخم یا کوئی اور عارضہ ہو تو تیمم کر کے نماز پڑھیں۔ ایسے موقعوں پر حیلہ کر کے نماز چھوڑ دینا بہت برا ہے۔ اللہ رسول ﷺ نے دین میں نہایت آسانی رکھی ہے۔ اس پر بھی کسی طرح کا عذر کر کے نماز ترک کرنا بڑی بے نصیبی ہے۔ ایک ہی نیت سے وضو اور غسل کرنا اور دونوں کے لئے تیمم کرنا درست ہے۔ غسل میں تقریباً چار پانچ سیر پانی سے زیادہ خرچ نہ کریں۔ بہتر و افضل یہی ہے۔

۱؎ ترمذی مشکوٰۃ صفحہ ۴۰   ۲؎ بخاری مشکوٰۃ صفحہ ۴۱۔

۶۔ حیض کے مسائل

حیض[1] کے لئے کم یا زیادہ ایام کی مدت شرع شریف میں صاف طور پر وارد نہیں۔ لیکن عام طور پر حیض کی زیادہ سے زیادہ مدت دس دن اور کم از کم ایک یا دو روز ہیں۔ حیض کی اصل مدت ہر عورت کے لئے اس کی معمولی عادت ہے اور جب ایسا ہے تو ہر ایک عورت کو ہر حالت میں اپنی عادت کے موافق کام کرنا چاہیئے۔ اگر عادت سے زیادہ خون آئے تو وہ دن حیض و نفاس میں نہیں بلکہ بیماری میں شمار کئے جائیں گے اور ایسی عورت کو مستحاضہ کہیں گے۔
آنحضرت[2] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حیض و نفاس والی عورت کو نماز روزہ منع ہے۔ یعنی جب تک معمولی ایام میں خون آتا رہے تو نماز روزہ سے باز رہے۔ اور جب معمولی وقت خون بند ہو جائے تو اسی وقت غسل کر کے نماز پڑھیں اور اگر رمضان ہے تو روزہ رکھیں۔ ایام حیض[3] میں جس قدر روزے چھوٹے ہیں بعد میں اُن کی قضا دیں لیکن نماز کی قضا نہیں ہے۔ حائضہ[4] پاک ہو کر جب غسل کرنے لگے تو پانی میں قدرے نمک ڈال لے۔ حائضہ[5] کے ساتھ جماع کے علاوہ اور سب کام جائز ہیں۔ چنانچہ آنحضرت[6] صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اِصْنَعُوْا کُلَّ شَیْئٍ اِلَّا النِّکَاحَ ۔ جو شخص حلال جان کر حالتِ حیض میں جماع کرے گا کافر ہو جائے گا۔ ہاں اگر حرام جان کر ایسا کرے گا تو کبیرہ گناہ کا مرتکب ہو گا اور اس پر کچھ خیرات کرنا واجب ہو گا۔ اگر اس حالت میں جماع کیا ہے کہ سرخ خون آ رہا ہے تو ایک دینار کا صدقہ دینا پڑے گا اور اگر زرد خون آنے کی[7]

---

[1] ایام ماہواری کو حیض کہتے ہیں [2] ترمذی صفحہ ۴۵ [3] بخاری منتقی صفحہ ۱۳ [4] ابوداؤد مترجم صفحہ ۸۶ [5] مسلم، بلوغ المرام باب الحیض [6] ترمذی، ابن ماجہ، دارمی، مشکوٰۃ صفحہ ۴۸ [7] ترمذی مشکوٰۃ صفحہ ۸۔

حالت میں صحبت کی ہے تو آدھا دینار۔ ایک دینار کا وزن ساڑھے تین ماشے سونا ہوتا ہے۔[5] حائضہ کو معمولی عادت کے بعد اگر زرد یا خاکی رنگ کا پانی آئے تو وہ حیض نہیں ہے۔ حائضہ[6] کو قرآن پڑھنا پڑھانا اور ہاتھ لگانا منع ہے۔ مگر یہ حدیث ضعیف ہے۔ حضرت امام بخاریؒ نے حائضہ کو قرآن پڑھنے کی اجازت دی ہے بشرطیکہ زبانی پڑھے۔ صحیح بخاری میں اس مسئلہ پر امام بخاری نے بڑی بحث کی ہے۔[7] مرد کو اپنی بیوی حائضہ کے بدن سے بدن لگانا درست ہے۔[8] حائضہ کی گود میں سر رکھ کر قرآن شریف پڑھنا شوہر کو درست ہے۔[9] مرد کو آدھی چادر اپنی بیوی حائضہ کو اوڑھا کر اور آدھی خود اوڑھ کر نماز پڑھنا جائز ہے۔[10] حائضہ کو مسجد میں جانا، بیت اللہ کا طواف کرنا منع ہے۔ ہاں اگر مسجد کے باہر سے ہاتھ بڑھا کر مسجد سے کوئی چیز اٹھا لے تو جائز ہے۔[11] حائضہ جس جگہ اپنا منہ رکھ کے کوئی چیز کھائے پیئے اسی جگہ منہ لگا کر اس کے خاوند کو کھانا پینا درست ہے۔ معتکف[12] کو مسجد سے باہر سر نکالنا اور اپنی بیوی حائضہ سے سر دھلوانا جائز ہے۔[13] حائضہ کے کپڑے کو اگر خون حیض لگ جائے تو اول پانی ڈال کر لکڑی سے کھرچے پھر بیری کے پتوں اور پانی سے دھو ڈالے۔[14] حائضہ عید کے دن مسلمانوں کے ساتھ دعا میں شریک ہو سکتی ہے لیکن نماز نہیں پڑھ سکتی۔

۷۔ مسائلِ نفاس[1]

نفاس[2] کی اکثر اور زیادہ مدت چالیس دن ہیں اور کم مدت کا کوئی اندازہ

---

[1] ترمذی صفحہ ۴۵ [2] ابوداؤد، بخاری منتقیٰ صفحہ ۳۴ [3] ترمذی صفحہ ۴۶ [4] صحیحین مشکوٰۃ صفحہ ۴۸ [5] بخاری، مسلم، مشکوٰۃ صفحہ ۴۸ [6] مسلم مشکوٰۃ [7] مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۴۸ [8] بخاری، مسلم، مشکوٰۃ صفحہ ۴۸ [9] ترمذی صفحہ ۴۶۔ [10] بخاری مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۴۷ [11] بچہ پیدا ہونے کے بعد جو خون عورت کو آتا ہے اس کو نفاس کہتے ہیں۔ [12] ترمذی ابوداؤد مشکوٰۃ، ابن ماجہ، منتقیٰ صـ ۳۴

نہیں ۔ حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ كَانَتِ النُّفَسَاءُ تَجْلِسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا ۔ نفاس کا حکم حیض جیسا ہے یعنی اس میں بھی نماز پڑھنی، روزہ رکھنا، قرآن پڑھنا، پڑھانا، اسے ہاتھ لگانا، بیت اللہ کا طواف کرنا، مسجد میں جانا منع ہے اور مرد کو اس حالت میں صحبت کرنا بھی حرام ہے۔

نفاس[1] میں بھی نماز کی قضا نہیں مگر روزوں کی قضا ہے۔ بچہ پیدا ہونے کے بعد جب عورتیں پاک صاف ہو جائیں غسل کرکے نماز پڑھیں۔ جن عورتوں کو ان کے معمولی ایام سے خون تجاوز کر جائے تو وہ ہر دن میں ایک مرتبہ غسل کر لیا کریں اور ہر وقت کی نماز کے لئے تازہ وضو کریں۔ یہ غسل محض احتیاط کے لئے ہے فرض نہیں۔ (ابوداؤد شریف)

۸۔ استحاضہ

جب[2] عورت حیض کے علاوہ کوئی اور خون دیکھے تو وہ مستحاضہ ہے۔ مستحاضہ پاک عورت کی مانند ہے۔ مستحاضہ عورتیں ہر مہینے میں چھ یا سات دن یا اپنے معمولی ایامِ حیض تک نماز روزہ وغیرہ تمام ان کاموں سے باز رہیں جو حائضہ کو منع ہیں۔ اس کے بعد غسل کرکے نماز پڑھیں اور ہر نماز کے لئے نیا وضو کر لیا کریں۔

بعض[3] روایتوں میں یوں بھی آیا ہے کہ مستحاضہ ہر روز تین دفعہ غسل کرکے ایک غسل سے ظہر و عصر کو جمع کرکے پڑھے اور ایک غسل سے مغرب و عشا کی نماز جمع کرکے پڑھے اور ایک سے فجر کی نماز۔ مستحاضہ سے جماع کرنا جائز

---

[1] ابوداؤد مشکوٰۃ ص۴۱ [2] ترمذی ص۳۳ [3] ترمذی ص۴۴
[4] ترمذی ص۴۵

ہے ۔ مستحاضہ[1] کی بابت ہر نماز کے لئے بھی غسل کرنا آیا ہے ۔

حدیث[2] عائشہؓ میں آیا ہے کہ اَنَّ اُمَّ حَبِیْبَۃَ بِنْتَ جَحْشٍ الَّتِیْ کَانَتْ تَحْتَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ شَکَتْ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الدَّمَ فَقَالَ لَھَا اُمْکُثِیْ قَدْرَ مَا کَانَتْ تَحْبِسُکِ حَیْضَتُکِ ثُمَّ اغْتَسِلِیْ فَکَانَتْ تَغْتَسِلُ عِنْدَ کُلِّ صَلٰوۃٍ رَوَاہُ مُسْلِمٌ ۔

یعنی ام حبیبہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف کی بیوی نے استحاضہ کی شکایت کی ۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا ٹھہر جاؤ اتنے دن جتنے کہ حیض کا خون آتا ہے پھر غسل کر کے نماز شروع کر دو ۔

۹ ۔ حیض و نفاس والی خواتین کا غسل

جب عورت حیض و نفاس سے فارغ ہو جائے تو فوراً اس پر غسل واجب ہو جاتا ہے ۔ اگر جسم[3] بال برابر بھی خشک رہے گا تو غسل صحیح نہ ہوگا اور اس قدر بدن دوزخ میں پڑے گا ۔ حیض و نفاس کے غسل کی وہی کیفیت ہے جو غسلِ جنابت میں بیان کی گئی ہے ۔ حیض و نفاس والی عورتیں اگر بیماری یا کسی اور قوی عذر کی وجہ سے غسل نہ کر سکیں اور نہانے سے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو تیمم کر کے نماز پڑھ لیں اور جب تک وہ عذر باقی رہے غسل نہ کریں ۔ بچوں کو دودھ پلانے والیاں اگر ان کو معلوم ہے کہ سردی میں ٹھنڈے یا گرم پانی سے بھی غسل کریں گی تو بھی بچہ بیمار پڑ جائے گا اور اس بات کا انہیں پیشتر امتحان ہو چکا ہے ۔ تو وہ بھی تیمم کر کے نماز پڑھ لیں اور دن کو گرم پانی سے غسل کر لیں

---

[1] ترمذی صفحہ ۴۵ [2] بخاری مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۴۰ [3] مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۴۴

۱۰۔ وضو اور غسل میں کتنا پانی ہونا چاہیئے؟

غسل[1] کے لئے ایک صاع اور وضو کے واسطے ایک مد پانی کفایت کرتا ہے لیکن علمائے محدثین کا اس پر اجماع ہے کہ وضو اور غسل کے لئے پانی کا کوئی اندازہ مقرر نہیں۔ پانی خواہ تھوڑا ہو یا بہت جس میں وضو اور غسل ہو جائے وہی کافی ہے۔ وضو اور غسل میں اعضاء پر پانی بہنا کافی ہے۔

۱۱۔ غسلِ مسنون

جمعہ[2] کے دن غسل کرنا واجب ہے۔ سینگی لگوانے اور مردہ کے نہلانے سے غسل کرنا مستحب ہے۔ جو شخص[3] مشرف باسلام ہو اسے غسل کرنا اور بیری کے پتے ڈال لینا مسنون ہے۔ عید[4] الفطر اور عید الضحیٰ کے دن عید گاہ جانے سے پیشتر غسل کرنا سنت ہے۔ حج[5] اور عمرہ کا احرام باندھتے وقت اور بیت[6] اللہ میں داخل ہوتے وقت غسل کرنا افضل ہے۔ ہر ہفتہ میں ایک دن مسلمان کو مناسب ہے کہ اپنا سر اور تمام بدن غسل کر کے صاف کرلے۔

۱۲۔ معذوروں کا غسل

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ۔ یعنی مسلمانو! اللہ تمہارے ساتھ آسانی کرنا چاہتا ہے مشکل میں ڈالنا نہیں چاہتا۔ تندرست آدمیوں کو جب رات کے وقت سردی میں غسل

---

[1] بخاری مشکوٰۃ صفحہ ۴۰ [2] بخاری مسلم صفحہ ۴۷ [3] ابوداؤد و مشکوٰۃ صفحہ ۴۷ [4] موطا امام مالک صفحہ ۶۷ [5] ترمذی مطبوعہ احمدی صفحہ ۱۴۲ [6] بلوغ المرام باب صفۃ الحج و دخول المکۃ۔

کی حاجت ہو اور انہیں یقیناً اس بات کا اندیشہ ہو کہ سرد پانی سے اگر غسل کیا تو بیمار پڑ جائیں گے انہیں گرم پانی سے نہانا چاہیئے۔ اگر اس وقت گرم پانی میسر نہ ہو تو صبح کی نماز تیمم سے پڑھیں اور دن چڑھے دھوپ میں غسل کریں۔ اگر بیمار آدمی کو خوف ہو کہ رات کا نہانا ضرر دے گا یا موجودہ مرض میں ترقی ہو گی تو دن کو نہا لے۔ اگر دن کو بھی غسل کرنے سے مرض کے بڑھ جانے کا اندیشہ ہو تو شب و روز تیمم سے نماز پڑھ لیا کرے اور جب بیماری اور نقصانِ جان کا خوف جاتا رہے تو غسل کر کے نماز پڑھے۔ اگر اس حالت میں وضو سے اندیشۂ مرض نہ ہو تو ہر وقت وضو کیا کرے۔ اگر مسافر سفر میں گرم پانی نہ پائے اور سرد پانی سے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو بھی وہ تیمم کے مسئلہ پر عمل کرے۔ تندرست آدمی کو جب مرض کا خوف نہ ہو اور وہ صرف سردی سے جی چراتا ہو اسے ہرگز تیمم کرنا جائز نہیں۔ بغیر غسل اور وضو اس کی نماز ہرگز نہ ہو گی۔ اسے چاہیئے کہ اللہ سے ڈر کر وضو غسل کر کے نماز پڑھے۔ جس آدمی کے بعض اعضاء کو پانی نقصان دے تو اس پر مسح کرے اور باقی بدن کو پانی سے دھو ڈالے۔ اور نماز پڑھے۔ حالتِ زکام میں اگر پانی کی وجہ سے نزول کی ترقی کا خوف ہو تو سر پر مسح کریں اور باقی جسم کو دھو ڈالیں۔ اللہ کا فرض سر سے اُتر جائے گا۔ اگر زخم پر پٹی بندھی ہو اور کھولنے سے کسی طرح کا اندیشہ ہو تو پٹی کھولنے کی ضرورت نہیں صرف اس پر مسح کرنا اور باقی جسم کو دھو ڈالنا کافی ہے۔

جس آدمی کی ریح بے اختیار نکل جاتی ہو یا پیشاب کے قطرے ہر وقت ٹپکتے رہتے ہوں اور نماز کے ایک وقت میں کئی بار اسے یہ عارضہ ہوتا ہو تو اس قسم کے عذر والوں کو ہر نماز کے لئے تازہ وضو کر لینا کافی ہو گا اور ایک وقت کی

لہ ابو داؤد صفحہ ۶۵ — ۲ ابو داؤد، دار قطنی منتقی صفحہ ۳۰

۳ ابو داؤد، دار قطنی منتقی صفحہ ۳۰ — ۴ ابو داؤد، ابن ماجہ، مشکوٰۃ صفحہ ۴۷

نماز تک ان کا وضو صحیح سمجھا جائے گا۔ جس وقت تک انہیں یہ عارضہ لاحق ہے گا اس وقت تک ان کا کپڑا بھی پاک اور ستھرا سمجھا جائے گا۔

جو لوگ ان خفیف عذروں کی وجہ سے نماز ترک کر دیتے ہیں اور اللہ کے قہر سے اندیشہ نہیں کرتے وہ بہت بُرا کرتے ہیں اللہ کے دردناک عذاب سے ڈریں اور اس کے حکم پر ہمیشہ سرِ تسلیم خم کئے رہیں۔

ایک[1] عورت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے خاوند کی شکایت کی کہ وہ صبح کی نماز سورج نکلنے پر پڑھتا ہے۔ آپ نے اس کے خاوند کو بلا کر دریافت کیا۔ اُس نے عرض کیا۔ حضرت ہم لوگوں کا قاعدہ ہے کہ رات کو کھیتی وغیرہ میں پانی دیتے اور بہت رات تک محنت میں لگے رہتے ہیں۔ صبح کو بعض وقت جلدی آنکھ نہیں کھلتی اور نماز میں دیر ہو جاتی ہے۔ فرمایا: جب بھی تیری آنکھ کھلے فوراً نماز پڑھ لیا کرنا۔

---

[1] ابوداؤد، ابنِ ماجہ مظاہرِ حق صفحہ ۱۶۱

کتاب الصّلوٰۃ

۱۔ نماز اور نمازیوں کی فضیلت

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ[۱]

یعنی نماز بے حیائی اور بُری بات سے منع کرتی ہے اور فرمایا: اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ یعنی میری یاد کے لئے نماز قائم رکھ۔ نماز اسلام کا دوسرا رکن ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اسلام پانچ چیزوں پر بنایا گیا ہے یعنی اس کے پانچ رکن ہیں۔ ایک شہادتین کا اقرار، دوسرے نماز قائم کرنا، تیسرے زکوٰۃ دینا، چوتھے رمضان کے روزے رکھنا، پانچویں بیت اللہ شریف کا حج کرنا۔

حدیث[۲] ابوہریرہؓ میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بھلا دیکھو تو اگر کسی کے دروازے پر ایک نہر ہر وقت جاری ہو اور وہ شخص روزمرہ پانچ وقت نہر میں نہاتا ہو تو کیا اُس کے بدن پر کچھ میل کچیل باقی رہے گا؟ صحابہ نے عرض کیا۔ نہیں۔ فرمایا: پنج وقتہ نماز کی یہی مثال ہے کہ ان نمازوں کی برکت سے نمازیوں کو اللہ تعالےٰ گناہوں کے میل سے صاف اور ستھرا کر دیتا ہے۔

ایک اور روایت[۳] میں یوں آیا ہے کہ پانچوں نمازیں اور ایک سے دوسرے

---

[۱] پارہ ۲۱ رکوع ۱ [۲] بخاری مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۴ [۳] بخاری مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۴۔

جمعہ کی نماز تک ان گناہوں کا کفارہ ہے جو ان کے درمیان میں آدمی سے سرزد ہوتے ہیں جب تک کبائر میں مبتلا نہ ہو۔ معلوم ہوا کہ کبیرہ گناہ کی توبہ لازم ہے۔ صغیرہ گناہ تو پنجگانہ نماز اور نماز جمعہ سے مٹتے رہتے ہیں خواہ توبہ کرے یا نہ کرے۔ گو توبہ کرنا افضل و بہتر ہے مگر کبیرہ گناہ کیلئے توبہ کرنا واجب ہے۔

آنحضرت[1] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک فرشتہ ہر نماز کے وقت پکارتا ہے کہ لوگو! اٹھو، جو آگ تم نے جہنم میں جلائی ہے اسے بجھاؤ۔ ایک[2] روایت میں آیا ہے کہ جب نماز کا وقت آتا ہے تو ایک فرشتہ بلند آواز سے کہتا ہے اے بنی آدمؑ! اٹھو اور اپنے نفسوں سے گناہوں کو ہٹاؤ۔ پس اٹھو اور پاک ہو جاؤ اور نماز ظہر پڑھو۔ تمہارے وہ گناہ بخشے جائیں گے جو نماز ظہر اور صبح کے درمیان تم سے صادر ہوئے ہیں۔ پھر جب عصر کا وقت آتا ہے تو فرشتہ اسی طرح پکارتا ہے اور جب مغرب وعشا کا وقت آتا ہے تب بھی فرشتہ اسی طرح پکارتا ہے۔ پس نمازی بھلائی میں داخل ہوتا ہے یعنی جنت میں جانے کے قابل ہو جاتا ہے اور دوزخ کے عذاب سے دور ہو جاتا ہے۔

ایک[3] شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضرت میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی قابلِ پرستش نہیں۔ اور آپؐ اللہ کے برحق پیغمبر ہیں۔ میں پنجگانہ نماز ادا کرتا ہوں، زکوٰۃ دیتا ہوں، اور رمضان کے روزے رکھتا ہوں نیز رمضان کی راتوں میں نماز کے لئے جاگتا ہوں۔ فرمایئے میں کن لوگوں میں شمار کیا جاؤں گا۔ فرمایا صدیقوں اور شہیدوں میں۔

آنحضرت[4] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس وقت مسلمان نماز پڑھتا ہے تو اس کے گناہ اس کے سر پر اٹھائے جاتے ہیں لیکن جب سجدہ کرتا ہے

---

[1] بخاری، مسلم، مشکوٰۃ صفحہ ۹۴ [2] بخاری، مسلم، مشکوٰۃ صفحہ ۹۴ [3] ترغیب صفحہ ۱۴ [4] ترغیب صفحہ ۷۷۔

تو سر سے گناہ گر جاتے ہیں اور جب نماز پڑھ چکتا ہے تو اس کے تمام گناہ مٹ جاتے ہیں۔

حضرت[۱] ابن مسعودؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا کہ کونسا عمل جنت سے زیادہ نزدیک کر دیتا ہے۔ فرمایا کہ وقت پر نماز پڑھنا اور فرمایا کہ جس نے پنجگانہ نماز کی محافظت کی اور اپنے پیغمبر کے طریقے کے موافق ادا کیا اور اوقاتِ نماز میں نگاہ رکھا اور جانا کہ یہ سب باتیں برحق ہیں وہ جنت میں داخل ہوگا۔

آنحضرت[۲] صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت کی ایک شاخ ہاتھ میں لے کر ہلائی۔ جس کے پتے ہاتھ کی حرکت سے ہلنے لگے۔ آپؐ نے حضرت سلمانؓ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: تم جانتے ہو یہ کام میں نے کس لئے کیا؟ سلمانؓ نے عرض کیا۔ اللہ کے رسولؐ آپ ہی فرمایئے۔ فرمایا: انسان جس وقت اچھی طرح وضو کرتا یعنی سنت کے موافق وضو کر کے پنجگانہ نماز پڑھتا ہے تو اس کے گناہ اسی طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح اس درخت کی شاخ کے پتے جھڑتے ہیں۔

آنحضرت[۳] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے اچھی طرح وضو کیا اور فرض نماز پڑھنے چلا۔ پھر امام کے ساتھ نماز پڑھی تو اس کے وہ تمام گناہ بخشے جاتے ہیں جو اس سے ان نمازوں کے درمیان سرزد ہوئے۔

جندب[۴] بن عبداللہ کی حدیث میں مرفوعاً آیا ہے کہ جس نے صبح کی نماز پڑھی وہ اللہ کے ذمہ میں ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ اپنے ذمہ کی بابت تمہیں طلب کرلے پھر تمہیں منہ کے بل جہنم میں ڈال دے۔

---

[۱] ترغیب صفحہ ،، [۲] مسلم مترجم صفحہ ۱۹۳ [۳] مسند احمد۔ ترغیب صفحہ ۵۰
[۴] نسائی ترغیب صفحہ ۷۷۔

حضرتؐ[1] نے فرمایا - پانچ چیزیں ایسی ہیں کہ جو کوئی انہیں ایمان کی روح سے بجا لائے گا بہشت میں داخل ہوگا - ایک وہ شخص جس نے پنجگانہ نماز پر وضو، رکوع وسجود کے ساتھ محافظت کی - دوسرا وہ جس نے رمضان کے روزے رکھے - تیسرا وہ شخص جس نے حج ادا کیا اگر اس کی راہ پاسکا، چوتھا وہ جس نے خوش دلی سے زکوٰۃ دی - پانچویں وہ جس نے امانت ادا کی - پوچھا امانت کا ادا کرنا کیا ہے؟ فرمایا ناپاکی سے نہانا - اللہ نے اس کے سوا بنی آدم پر کسی چیز کی امانت نہیں رکھی - یعنی اللہ کے حقوق میں بڑی امانت یہی ہے کہ جب احتلام ہو یا مرد عورت سے ہم بستر ہو تو دونوں غسل جنابت کریں - بے طہارت نہ رہیں ورنہ امانت الٰہی کے خائن ٹھہریں گے -

قبیلہ[2] قضاعہ کے دو آدمی اسلام میں داخل ہوئے - اُن میں ایک تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شہید ہوگیا - دوسرا سال بھر زندہ رہا - طلحہ بن عبید اللہؓ کہتے ہیں - میں نے خواب میں دیکھا کہ پچھلا شہید سے پیشتر جنت میں گیا - مجھے سخت تعجب ہوا - میں نے حضرتؐ سے ذکر کیا - فرمایا: کیا اس نے شہید کے بعد رمضان کے روزے نہیں رکھے؟ سال بھر کی چھ ہزار رکعت نماز نہیں پڑھی؟ دوسری روایت میں ہے کہ ان دونوں میں آسمان وزمین جیسا فرق ہے - معلوم ہوا کہ جس کی عبادت زیادہ ہوتی ہے اُس کا اجر بھی زیادہ ہوتا ہے - بڑی عمر ہونے کا ایک یہی فائدہ ہے کہ عبادت زیادہ ہو - اس شخص پر افسوس ہے جس کی عمر گھٹتی اور گناہ بڑھتے ہیں - حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نماز جنت کی کنجی ہے - آنحضرتؐ نے فرمایا سب سے پہلے جس چیز کا سوال بندے سے قیامت کے دن ہوگا، نماز ہے - اگر یہ درست نکلی تو تمام اعمال درست ٹھہریں گے ورنہ نہیں - سچ ہے - ؎

---

[1] ابن خزیمہ - ترغیب صفحہ ۶۵ [2] مسند امام احمد مشکوٰۃ صفحہ ۳۱

روزِ محشر کہ جاں گداز بود
اولیں پُرسش نماز بود

۲۔ بے نمازی مشرک اور عذاب جہنم

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰے وَاَقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوۡنُوۡا مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ[1]

یعنی مسلمانو! نماز قائم رکھو اور مشرک نہ ہو۔ نماز دین کا ستون ہے جس نے اسے قائم رکھا اس نے دین قائم رکھا اور جس نے اسے ضائع کیا اس نے دین کو ڈھا دیا۔ جو لوگ دانستہ دنیاوی کام کاج میں یہاں تک محو رہتے ہیں کہ نماز کا وقت نکل جاتا ہے اور نماز نہیں پڑھتے وہ ظاہر احادیث کے بموجب کافر ہو جاتے ہیں۔ اگر توبہ نہ کریں گے تو مستحق قتل ہوں گے اور جب ایک وقت کی نماز کا ترک کرنا موجب کفر ہے تو پھر جو لوگ گاہ گاہ نماز پڑھتے اور اکثر نمازیں چٹ کر جاتے ہیں یا بالکل نہیں پڑھتے وہ ظاہر احادیث کے موافق یقیناً کافر ٹھہریں گے۔

آنحضرت[2] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مسلمان اور شرک وکفر کے درمیان صرف نماز کا فرق ہے۔ یہاں سے صاف معلوم ہو گیا کہ جس شخص نے نماز ادا کی وہ مسلمان ہے نہیں تو مشرک وکافر ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جس نے نماز چھوڑ دی کافر ہو گیا۔[3]

حدیث[4] ابن عمر میں آیا ہے کہ جس نے نماز پر محافظت کی قیامت کے دن اس کے لئے نور اور دلیل اور نجات اور جنت میں داخل ہونے کا وسیلہ ہوگا اور جس نے نماز پر محافظت نہ کی اس کے لئے نہ نور ہوگا نہ وہ دلیل نجات ہوگی

---

[1] پارہ ۲۱ سورۂ روم [2] بخاری مسلم منتقی صفحہ ۲۴ [3] ترمذی، ابوداؤد
[4] احمد دارمی بیہقی مشکوٰۃ صفحہ ۵۰۔

نہ مغفرت وبخشش اور وہ شخص قیامت کے دن قارون، فرعون، ہامان، اُبی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔ ظاہر ہے کہ یہ لوگ حقیقی کافر تھے ان کے ساتھ اسی کا حشر ہوگا جو کافر ہوگا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز پر محافظت نہ کرنے والا کافر ہے۔ محافظت کا لفظ اس بات کو چاہتا ہے کہ اچھی طرح وضو کرکے ہمیشہ نماز پر قائم ودائم رہے۔ اگر کبھی پڑھی کبھی نہ پڑھی یا وقت ٹال کر پڑھی جس طرح کہ منافق پڑھتے ہیں یا دکھلانے سنانے کے لئے پڑھی تو محافظت نہ ہوئی اور جب محافظت نہ ہوئی تو معاذاللہ وہی کفر کا حکم باقی رہا۔ اکثر مرد عورتیں اس بات میں کوتاہی کرتے ہیں اور جو بعض لوگ نماز پنجگانہ گر پڑ کر پڑھتے بھی رہتے ہیں تو اُن کی نمازیں میں اور صدہا طرح کے خلل رہ جاتے ہیں۔ مسلمان کو چاہیئے کہ جس طرح پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ہے اسی طرح شوق کے ساتھ ہمیشہ پڑھا کریں کبھی ترک نہ کریں۔

تارکین نماز کے لئے یہ کتنے بڑے خوف کی بات ہے کہ ان کا حشر قارون، فرعون، ہامان کے ساتھ ہوگا۔ یہ تینوں کافر حضرت موسٰی علیہ السلام کے جانی دشمن تھے اور اُبی بن خلف ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت رکھتا تھا جنگ اُحد میں خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے یہ مارا گیا۔

لوگو! یہ نہایت ہی خطرناک مقام ہے۔ خدا خواب غفلت سے بیدار رہو۔ دیکھو، دُنیا کی حیات مُستعار ہے۔ ایک دن ضرور مرنا ہے اور اللہ کے دربار میں حاضر ہونا ہے۔ وہاں جب اپنے کرتوت کی سزا دیکھو گے سخت پشیمان ہو گے۔ سر پیٹو گے اور زار وقطار روؤگے۔ وہاں اپنے اعمال نیک کے سوا اور کوئی نجات کا سہارا نہ پاؤ گے۔ اگر نماز میں خلل نکلا تو ساری نیکیاں اکارت اور گئی گذری ہو جائیں گی۔ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ انسان کلمہ گو ہوکر شیخ، مغل، سیّد، پٹھان کہلاکر کافروں کے ساتھ دوزخ میں عذاب بھگتو اور طرح طرح کی ذلت ورسوائی دیکھو۔ ابھی وقت باقی ہے۔ اس کی قدر کرو۔ یہ گیا وقت

پھر ہاتھ نہ آئے گا۔ اللہ سے ڈرو اور اپنے مالک کی عبادت اپنے پیغمبر کے حکم سننے پر مستعد ہو جاؤ اور اللہ رسول کی اطاعت پر گردن تسلیم خم کئے رہو۔

اصحاب[1] نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے سوا کسی عمل کے ترک کو موجب کفر نہ سمجھتے تھے۔ نماز کے ترک سے سخت مصیبت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ دوزخ کا دردناک عذاب اور جان کا عذاب سہنا پڑے گا۔ دوزخ[2] کی آگ دنیا کی آگ سے ستر گنا زیادہ تیز ہے جسے اللہ[3] تعالیٰ نے تین ہزار سال تک دہکایا ہے۔ اگر دوزخ کی آگ کی ایک چنگاری دنیا میں آ جائے تو ساتوں زمینوں کو اور جو ان کے درمیان ہے سب کو جلا کر بھسم کر ڈالے۔

دوزخ[4] کی سختی و شدت کی کیفیت قرآن مجید میں یوں بیان کی گئی ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ (یعنی مسلمانو! اپنے آپ کو اپنے اہل و عیال کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں اس کے موکل فرشتے نہایت بے رحم اور سنگ دل ہیں کہ سزا دیتے وقت کسی کا لحاظ نہیں کرتے۔ ہزار طرح پر روؤ، گڑگڑاؤ، معافی چاہو مگر وہ جلانے اور تکلیف پہنچانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھیں گے۔ رحم تو ان کے پاس نام تک کو نہیں۔ جیسا حکم الٰہی پاتے ہیں ویسی تعمیل کرتے ہیں۔ یہ فرشتے بے نمازوں کو آتشی زنجیروں میں جکڑیں گے۔

دوزخ[5] میں آتشی زنجیریں ہوں گی ستر ستر گز کی لمبی۔ فرشتے دوزخیوں کے منہ کی راہ سے یہ زنجیریں ڈالیں گے اور پاخانہ کی راہ سے نکال کر خوب جکڑ بند کر دیں

---

[1] ترمذی، ترغیب صفحہ ۹۳ [2] بخاری، مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۴۹۴ [3] ترمذی مشکوٰۃ صفحہ ۴۹۵ [4] سورۂ تحریم رکوع ۱ [5] سورہ حاقہ رکوع ۱۔

گے۔ دوزخ میں آگ کے گُرز ہوں گے جن سے فرشتے دوزخیوں کو مارتے ہانکتے ہوئے دوزخ میں لا ڈالیں گے۔

دوزخ[۱] میں ایسے غضب ناک سانپ بچھو ہوں گے کہ ایک دفعہ کاٹنے سے ہزار برس تک دوزخی روئے گا۔ چلائے گا، تڑپے گا لیکن زہر نہ اترے گا۔ موت مانگے گا وہ بھی نہ آئے گی۔ دوزخ میں خراسانی جیسے اونٹ کے برابر سانپ اور گدھے کے برابر بچھو ہوں گے جو ہمیشہ دوزخیوں کو کاٹتے رہیں گے کبھی فرصت نہ دیں گے۔

قیامت[۲] کے دن فرشتے دوزخ کو ستر ہزار زنجیروں میں جکڑ کر میدان محشر میں کھینچتے ہوئے لائیں گے۔ ایک ایک زنجیر کو ستر ستر ہزار فرشتے پکڑ کر گھسیٹیں گے۔ دوزخ دوزخیوں کا نام لے کر پکارے گی۔ دوزخی[۳] ڈر کے مارے بھاگیں گے کہ آگ کی ایک بڑی لمبی گردن دوزخ سے نکلے گی اور نافرمانوں بے نمازوں کو میلوں کی مسافت سے اس طرح گھسیٹ کر دوزخ میں ڈال دے گی جیسے مُرغ دانے کو چُگ لیتا ہے۔ دوزخیوں[۴] کا جسم اس قدر بڑھ جائے گا کہ ایک مونڈھے سے دوسرے تک تیز رو سوار تین روز میں پہنچ سکے۔ اُن کی داڑھ اُحد[۵] پہاڑ کے برابر اور ران بیضاء پہاڑ کے برابر ہو جائے گی۔ دوزخیوں[۶] کے جوتے بھی آتشیں ہوں گے۔ دوزخ[۷] کی ایک چنگاری بڑے محل کے برابر ہو گی۔

دوزخ کی گہرائی اتنی عمیق ہے کہ اگر ایک بھاری پتھر چھوڑا جائے تو ستر برس کی مدت میں تہہ تک پہنچے۔ دوزخ میں ایک آگ کا پہاڑ صعود نام کا ہے

---

[۱] مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۴۹۴ [۲] مشکوٰۃ صفحہ ۴۹۰ [۳] ترغیب صفة النار الخ
[۴] مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۴۹۸ [۵] ترمذی مشکوٰۃ صفحہ ۴۹۵ [۶] مسلم صفحہ ۴۹۴
[۷] سورۃ مرسلات رکوع ۱۔

جس کی بلندی سینکڑوں برس کا سفر ہے۔ اس پر دوزخیوں کو چڑھادیں گے اور چوٹی سے دوزخ میں دھکیل دیں گے اسی طرح ہمیشہ عذاب ہوتا رہے گا۔ دوزخ میں زقوم کے سوا کھانے کیلئے اور کچھ نہ ملے گا۔ زہریلے کانٹوں کا ایک درخت ہے جسے زقوم کہتے ہیں۔ یہ درخت آگ میں پیدا ہوگا۔[1]

اسی طرح دوزخیوں کو پینے کے لئے کچھ نہ ملے گا مگر کبھی گرم جھلستا ہوا پانی اور کبھی گرم کھولتی ہوئی سڑی پیپ جسے منہ کے قریب کرتے ہی تمام منہ کا گوشت گل کر گر پڑے گا۔ دوزخی پیاس کی شدت سے وہی پی جائیں گے۔ یہ پیٹ میں پہنچتے ہی آنتوں کو گلا کر پاخانہ کی راہ سے نکال دے گا۔ ہزاروں برس پیاس پیاس کہہ کر تھک جائیں گے ہرگز ان کی فریاد رسی نہ کی جائے گی۔

جب[1] دوزخی دوزخ کے دروازے پر پہنچیں گے تو دوزخ کا داروغہ پوچھے گا کہ کیا تمہارے پاس اللہ کے پیغمبر کتاب اللہ سنانے اور دوزخ سے ڈرانے اور قیامت کے مصائب یاد دلانے کیلئے نہیں آئے تھے؟ دوزخی جواب دیں گے کہ آئے تو تھے اور انہوں نے ہمیں اللہ کے غضب اور قیامت کی ہولناکی سے ڈرایا بھی تھا لیکن[2] ہم نے اُسے نہ سُنا نہ اُن کا کہنا مانا بلکہ جھٹلایا اور جھگڑا کیا۔ اگر ہم ان کے وعظ سُنتے سمجھتے اور مانتے تو آج دوزخ میں مبتلائے عذاب کیوں ہوتے؟

الغرض دوزخیوں کو جان گداز مصیبتیں برداشت کرنی پڑیں گی کہ ایسی مصیبتیں کسی نے نہ آنکھوں سے دیکھی ہوں گی نہ کانوں سے سُنی ہوں گی۔ صَدَقَ[4] اللّٰہُ تَعَالٰی ثُمَّ لَا یَمُوْتُ فِیْهَا وَلَا یَحْیٰی ؕ یعنی دوزخی نہ تو دوزخ میں مر ہی جائے گا کہ جھگڑا کٹے نہ چین سے زندہ رہے گا۔ بلکہ اس کی جان ہمیشہ مصیبت میں رہے گی۔ اعَاذَنَا اللّٰہُ مِنْهَا بِفَضْلِهٖ وَکَرَمِهٖ اٰمِیْن۔

---

[1] سورہ دخان پارہ ۲۵ [2] ترمذی مشکوٰۃ صفحہ ۴۹۶ [3] سورۂ ملک پارہ ۲۹
[4] سورۃ الاعلیٰ پارہ ۳۰۔

۳ ۔ وضو کی فضیلت

آنحضرتؐ[۱] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مِفْتَاحُ الْجَنَّۃِ الصَّلٰوۃُ مِفْتَاحُ الصَّلٰوۃِ الطُّھُوْرُ ۔ یعنی جنت کی کنجی نماز ہے اور نماز کی کنجی پاکی ہے۔ یعنی کسی کی نماز بغیر وضو قبول نہیں ۔ جو[۲] شخص اچھی طرح سُنّت کے مطابق وضو کر کے نماز پڑھتا ہے اس کے وہ تمام گناہ بخشے جاتے ہیں جو ایک نماز سے دوسری نماز تک سرزد ہوئے ہیں ۔ مثلاً اگر صُبح کی نماز کے واسطے سُنّت کیمطابق وضو کیا تو ظہر کے وضو کرنے تک جس قدر گناہ اس سے سرزد ہوئے ہیں سب معاف ہو جائیں گے ۔ پھر مسجد میں جانے اور نماز پڑھنے کا ثواب الگ رہا۔

جب[۳] ایماندار بندہ وضو کرتے وقت منہ دھوتا ہے تو اُس کے منہ کی وہ تمام خطائیں جنہیں اس نے اپنی دونوں آنکھوں سے دیکھا تھا، پانی کے بہاؤ کے ساتھ نکل جاتی ہیں اور جب دونوں ہاتھ دھوتا ہے تو اس کے ہاتھوں سے وہ تمام خطائیں جو اس کے دونوں ہاتھ عمل میں لائے تھے نکل جاتی ہیں ۔ اور جب دونوں پاؤں دھوتا ہے تو اس کے پاؤں کے وہ تمام گناہ جن کی طرف پاؤں چلے تھے پانی کے ساتھ بہہ جاتے ہیں بلکہ ناخنوں کے نیچے کے بھی تمام گناہ نکل جاتے ہیں ۔ حتٰے کہ ایماندار بندہ وضو کر کے تمام گناہوں سے پاک و صاف ہو جاتا ہے ۔

آنحضرتؐ[۴] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : وضو آدھا ایمان ہے اور وضو کرنے سے دس نیکیاں ملتی ہیں ۔ جس[۵] جگہ تک وضو کا پانی پہنچے گا وہاں تک

---

۱ احمد مشکوٰۃ صفحہ ۳۱ ۔ ۲ مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۳
۳ مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۳۰ ۔ ۴ مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۳۰
۵ ترمذی مشکوٰۃ صفحہ ۳۱

قیامت کے دن اسے زیورِ نور پہنایا جائے گا۔ اس سے زیادہ آبرو اور خوشی کی بات اور کیا ہو گی کہ پانی کے عوض وہاں قیمتی زیورات پہننے کو ملیں گے۔

آنحضرت[۱] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری اُمت کے لوگ قیامت کے دن اس حال میں بلائے جائیں گے کہ ان کے اعضاءِ وضو کے اثر سے چمکتے ہوں گے اور فرمایا: بہشت[۲] کی کنجی نماز اور نماز کی کنجی وضو ہے اور فرمایا: میں[۳] قیامت کے دن اپنے اُمتیوں کو اس سبب سے پہچان لوں گا کہ وضو کے سبب سے اُن کے ہاتھ پاؤں، منہ وغیرہ درخشاں ہوں گے اور[۴] فرمایا کہ وہ میرے بھائی ہیں میں انہیں دیکھنے کی آرزو کرتا ہوں۔ صحابہؓ نے عرض کیا۔ حضرتؐ! کیا ہم آپ کے بھائی نہیں! فرمایا: تم میرے یار ہو۔

عقبہ[۵] بن عامر کی حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص اچھی طرح پورا پورا وضو کر کے نماز پڑھتا ہے اور جو کچھ نماز میں کہتا ہے اسے سمجھتا جاتا ہے تو نماز سے اس حالت میں الگ ہوتا ہے کہ گویا آج اس کی ماں نے جنا ہے۔ ایک[۶] حدیث میں یوں آیا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمھیں ایسی چیز کی راہ نہ بتاؤں جس سے خدا تمھاری خطائیں دور کر دے۔ تمھارے درجے اونچے کرے؟ صحابہؓ نے عرض کیا: ہاں اے رسولِ خدا۔ فرمایا: پانی کے ناگوار معلوم ہوتے ہوئے وضو پورا کرنا، مسجد کی طرف زیادہ چلنا، ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا۔

حدیث[۷] عثمانؓ میں آیا ہے کہ وضو پیشتر کے تمام گناہوں کا کفارہ ہے جبتک کہ کوئی کبیرہ گناہ سرزد نہ ہوا ہو۔

---

۱ مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۳۱ ۲ مشکوٰۃ صفحہ ۳۱ ۳ احمد مشکوٰۃ صفحہ ۳
۴ مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۳۱ ۵ مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۳ ۶ مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۳۰
۷ مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۳۰۔

فائدہ: جو شخص اچھی طرح وضو نہیں کرتا، وہ نماز میں بھولتا بھٹکتا ہے اسے طرح طرح کے وسواس آتے ہیں اور جی میں باتیں کرتا ہے اس کی نماز خراب ہو جاتی ہے۔ کبھی آدھی، کبھی پاؤ، کبھی تہائی، کبھی کم، کبھی زیادہ قبول ہوتی ہے۔ ایسا شخص نماز کا چور کہلاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز کے چور سب چوروں سے بڑے ہیں۔

۴۔ تیمم

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فَلَمْ تَجِدُوْا مَاءً فَتَیَمَّمُوْا صَعِیْدًا طَیِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْھِکُمْ وَاَیْدِیْکُمْ یعنی جب پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمم کرو۔ اگر نمازی بیماری سے معذور ہو یا وضو کے لئے پانی نہ ملتا ہو گو دس برس تک نہ ملے تو تیمم کئے جائے جس وقت پانی ملے گا یا عذر زائل ہو جائے گا اسی وقت وضو فرض ہو جائے گا۔ جسے پانی مٹی دونوں نہ ملیں اسے بغیر وضو اور بغیر تیمم کے نماز پڑھنی جائز ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارے لئے تمام زمین نماز کی جگہ مقرر ہوئی ہے (جہاں چاہیں نماز پڑھیں) اور زمین کی مٹی ہمارے واسطے پاک ٹھہرائی گئی ہے سو جہاں نماز کا وقت آجائے اور پانی میسر نہ ہو یا بیماری کا عذر ہو یا بیمار پڑنے کا خوف غالب ہو تو تیمم کر کے نماز ادا کریں۔ تیمم کے لئے پہلے دل میں نیت کریں پھر بسم اللہ کہہ کر دونوں ہاتھ ایک دفعہ پاک مٹی پر یا ڈھیلے یا کچی دیوار پر ماریں پھر پھونک سے مٹی اڑا دیں۔ پھر دونوں ہاتھوں کو منہ پر

---

۱ احمد ترمذی ابوداؤد نسائی منتقی صفحہ ۳۳ ۲ مسند امام احمد بخاری مسلم ابوداؤد نسائی منتقی صفحہ ۲۲ ۳ سورۃ نساء رکوع ۷ ۴ مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۴۶ ۵ بخاری مشکوٰۃ صفحہ ۴۶ ۶ شرح مشکوٰۃ صفحہ ۴۶

پھیر کر دونوں کف دست پہنچوں تک ملیں۔ یہ طریقہ زیادہ صحیح اور زیادہ قوی ہے۔ بخاری شریف میں حضورؐ کے تیمم کی یہی کیفیت لکھی ہے۔ دو ضربہ کی حدیث سنداً ضعیف ہے۔ کپڑے[۲]، پتھر، لوہے، لکڑی وغیرہ پر تیمم کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ [۳] فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا ط یعنی جب پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمم کرو۔ ہاں اگر کپڑے وغیرہ پر گرد وغبار پڑا ہو تو جائز ہے۔ اگر ہاتھ میں انگوٹھی ہو تو اُسے ہلا لیں۔ آدمی[۴] تیمم سے ویسا ہی پاک ہو جاتا ہے جیسا وضو اور غسل سے۔ غسل[۵] اور وضو کے تیمم کا ایک ہی طریقہ ہے۔ جس[۶] شخص کو پانی میسر نہ ہو اسے تیمم سے نماز پڑھنا چاہیئے[۷]۔ جس پانی کے گندہ ہونے کا یقین ہو تو بھی تیمم سے نماز پڑھے۔ تیمم سے نماز پڑھ چکنے کے بعد پانی مل جائے اور ہنوز نماز کا وقت باقی ہو تو نماز کا دہرانا ضروری نہیں لیکن اگر کوئی شخص وضو کر کے نماز دہرا لے گا تو دوگنا ثواب پائے گا۔ اگر نماز پڑھنی شروع کر دی اور اثنائے نماز میں پانی آنے کی خبر سُنی تو نماز توڑ دیں اور وضو کر کے ازسرِ نو شروع کریں۔ جن[۸] چیزوں سے وضو ٹوٹتا ہے اُن ہی سے تیمم بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ جنبی[۹] کو پانی نہ ملے تو وہ بھی تیمم کر کے نماز پڑھ لے۔ اگر زخمی[۹] کو نہانے کی حاجت ہو تو زخم پر پٹی باندھ کر مسح کر لے اور سارا بدن دھو ڈالے۔ ایک[۱۰] تیمم سے کئی نمازیں پڑھنی درست ہیں۔

۵۔ وضوؔ کی کیفیت

[۱۱] وضو کرتے وقت پہلے دل میں نیتؔ کریں۔ پھر بِسْمِ اللہ کہہ کر تین دفعہ دونوں

۱؎ صحیحین مشکوٰۃ صفحہ ۴۶ ۲؎ منتقی الاخبار صفحہ ۲۰ ۳؎ سورۂ نساء رکوع ۷ ۴؎ بخاری مشکوٰۃ صفحہ ۴۶ ۵؎ ابوداؤد نسائی بلوغ المرام صفحہ ۹ ۶؎ بخاری مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۴۶ ۷؎ ابوداؤد صفحہ ۴۷ ۸؎ ابوداؤد مسلم صفحہ ۹۳ ۹؎ منتقی الاخبار صفحہ ۱۵ ۱۰؎ ترمذی ابن ماجہ مشکوٰۃ صفحہ ۴۸ ۱۱؎ بخاری مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۴۷۔

ہاتھ پہنچوں تک دھوئیں۔ پھر[1] تین بار کلی کریں۔ مسواک بھی کرنا سُنت ہے۔ اس سے منہ صاف ہوتا ہے اور اللہ راضی ہوتا ہے پھر سیدھے ہاتھ سے تین دفعہ ناک میں پانی دیں اور بائیں ہاتھ سے ناک جھاڑیں۔ پھر تین دفعہ دونوں ہاتھوں سے منہ دھوئیں۔ ماتھے کے بالوں سے ٹھوڑی کے نیچے تک اور دونوں کانوں کی لوؤں تک ایک[2] چلّو پانی لے کر ٹھوڑی کے نیچے چھپکا دیں اور داڑھی کا خلال کریں پھر[3] دونوں ہاتھ کہنیوں تک تین بار دھوئیں۔ ازاں[4] بعد نیا پانی لے کر پھر سر کا مسح کریں۔ مسح[5] کی ترکیب یہ ہے کہ پانی سے دونوں ہاتھ بھگو کر اور انگلیاں ملا کر سر کے بالوں سے شروع کر کے آگے سے گدی تک پیچھے لے جائیں اور پیچھے سے پھر اسی جگہ لے آئیں جہاں سے شروع کیا تھا۔ اسی[6] طرح پگڑی پر بھی مسح کرنا جائز ہے۔ پھر[7] کانوں کے مسح کرنے کے لئے بھی نیا پانی لیں۔ اور کانوں کے سوراخوں میں شہادت کی انگلیاں ڈال کر انگوٹھوں سے کانوں کی پشت پر مسح کریں۔ ازاں[8] بعد داہنا پاؤں ٹخنوں تک تین دفعہ دھوئیں۔ پھر اسی طرح بایاں۔ پاؤں[9] ہاتھ کی انگلیوں کا خلال کرنا، اسی طرح داڑھی کا خلال کرنا۔ اور انگوٹھی ہاتھ میں ہو تو اسے بھی ہلانا مسنون ہے۔ اعضائے[10] وضو کو تین تین بار دھونا بہتر و افضل ہے لیکن اگر دو دو بار یا ایک ایک بار دھولیں گے تو بھی وضو صحیح اور درست ہو جائے گا۔ اعضاء کو تین تین بار سے زیادہ دھونا حرام ہے۔ آنحضرت[11] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس نے اعضائے وضو کو تین بار سے زیادہ دھویا اُس نے بُرا کیا اور حد سے تجاوز کر گیا۔

---

[1] ابوداؤد مشکوٰۃ صفحہ ۳۸ [2] بخاری مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۳۷ [3] بخاری مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۳۷ [4] ترمذی مشکوٰۃ صفحہ ۳۸ [5] بخاری مشکوٰۃ صفحہ ۳۵ [6] مشکوٰۃ صفحہ ۱۵۰ [7] نسائی صفحہ ۱۱ [8] بخاری مشکوٰۃ صفحہ ۳۱ [9] ترمذی مشکوٰۃ ابن ماجہ صفحہ ۳۸ [10] بخاری مشکوٰۃ صفحہ ۱۵۸ [11] مشکوٰۃ مسلم صفحہ ۱۵۸ [12] نسائی ابن ماجہ مشکوٰۃ صفحہ ۳۹

ترتیب[1] کے ساتھ وضو کرنا اولیٰ ہے اور درمیان میں توقف کرنا اچھا نہیں ہے وضو[2] کرتے وقت اگر ناخن برابر بھی کوئی عضو خشک رہ جائے گا تو از سر نو وضو کرنا واجب ہوگا۔ وضو کر کے اعضائے وضو کو چادر یا رومال سے پونچھنا بہتر نہیں کیونکہ اس کے بارے میں کوئی حدیث وارد نہیں ہوئی ہے۔ وضو کرنے کے بعد شرم گاہ کی جگہ پاجامہ یا تہبند پر پانی کا چھینٹا مارنا سنت[3] ہے۔ ایک وضو سے کئی نمازیں پڑھنی جائز ہیں۔ وضو[4] کے لئے سوا سیر یا ڈیڑھ سیر پانی لیں۔ پانی جس قدر کم خرچ کریں بہتر ہے گو پانی کی افراط کیوں نہ ہو اور وضو کرنے والا بہتی نہر پر کیوں نہ ہو۔

وضو[5] سے فارغ ہو کر پہلے آسمان کی طرف نگاہ اُٹھا کر یہ دُعا پڑھیں۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ یعنی میں اس بات کا گواہ ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی قابلِ عبادت نہیں۔ وہ اکیلا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور میں اس بات کا بھی گواہ ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

ترمذی[6] نے اس دُعا کے بعد یہ الفاظ بھی زائد روایت کئے ہیں۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ یعنی خداوندا مجھے توبہ کرنے والوں اور پاک ہونے والوں میں کر دے۔ جو[7] شخص وضو کے بعد یہ دعا پڑھے گا اس کے لئے بہشت کے آٹھوں دروازے کھل جائیں گے۔ جس دروازے سے چاہے گا داخل ہو جائے گا۔ وضو سے فارغ ہو کر جو شخص حضورِ قلب سے دو رکعت نفل نماز پڑھے گا اس کے تمام گناہ بخش دیئے جائیں گے گویا آج وہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔ وضو[8] کرتے وقت دوسرے

---

[1] منتقی الاخبار صفحہ ۵ [2] بخاری مسلم بلوغ المرام صفحہ ۹ [3] صحیحین مشکوٰۃ صفحہ ۳۸ [4] ابوداؤد، نسائی، مشکوٰۃ صفحہ 35 [5] مسلم صفحہ ۷۵، ۲۔
[6] مسلم نول کشوری صفحہ ۴۰ [7] مسلم صفحہ 216 [8] بخاری صفحہ ۳۱۔

شخص سے بھی اعضائے وضو پر پانی ڈلوانا درست ہے۔ پھر وضو اور غسل کے بعد کم سے کم دو رکعت نماز نفل پڑھنا اور ہمیشہ باوضو رہنا جنّت میں داخل ہونے کا سبب ہے۔

آنحضرت[1] صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے بلال! میں نے جنّت میں تمہارے جوتوں کی آواز اپنے آگے سُنی۔ بتاؤ تم نے اسلام میں کون سا ایسا عمل کیا ہے جس کی امید تمہیں زیادہ ہے؟ عرض کیا کہ میں رات دن میں جس وقت بھی وضو کرتا ہوں اس کے بعد کچھ نہ کچھ نماز پڑھ لیتا ہوں۔

ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح اٹھ کر بلال رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا: تم مجھ سے آگے جنّت میں کس عمل کی وجہ سے گئے؟ کیونکہ جب کبھی میں جنت میں گیا اپنے آگے آگے تمہارے چلنے کی آواز سُنی؟ عرض کیا: حضرت! جب میں اذان دیتا ہوں دو رکعت نماز پڑھ لیتا ہوں اور جب وضو کرتا ہوں تو دو رکعت نماز پڑھنا اپنے لئے ضروری سمجھتا ہوں۔ فرمایا: بے شک ان ہی دو رکعت کی وجہ سے تم پہلے جنت میں گئے۔

۶۔ مسواک کی فضیلت

مسواک[2] کرنا اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کا باعث اور منہ کے صاف رہنے کا سبب ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اَلسِّوَاکُ مَطْهَرَةٌ لِّلْفَمِ مَرْضَاةٌ لِّلرَّبِّ ۔ مسواک منہ صاف کرتی اور اللہ کو راضی رکھتی ہے۔ رسولوں کی سنت چار چیزیں ہیں: ایک حیا کرنا، دوسرے عطر لگانا، تیسرے مسواک کرنا، چوتھے نکاح کرنا۔

آنحضرت[3] صلی اللہ علیہ وسلم جب باہر سے گھر میں آیا کرتے تو مسواک

---

[1] مشکوٰۃ صفحہ ۲۱ [2] بیہقی [3] مشکوٰۃ صفحہ ۴۴

کیا کرتے۔ آپؐ نے فرمایا کہ جب جبریل میرے پاس آتے ہیں تو مجھے مسواک کی وصیت کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ مجھے خوف ہوا کہ کہیں مجھ پر یا میری اُمت پر فرض نہ کر دیں۔

مسواک[۱] والی نماز بے مسواک والی نماز سے ستر درجے بڑھ کر ہے۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ مسواک کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھنا بے مسواک کی ستر رکعت سے افضل ہے۔

آنحضرت[۲] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں اپنی اُمت پر مشکل نہ جانتا تو عشاء کی نماز تاخیر کر کے پڑھنے اور ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔ کسی کی مسواک اس کی رضامندی سے کرنا جائز ہے۔ مسواک[۳] قلم کے برابر موٹی ہونی چاہیئے اور نماز پڑھتے وقت قلم کی طرح کان میں لگانا درست ہے۔ انگلی[۴] سے مسواک کرنا جائز ہے۔

۷۔ وضو کا ٹوٹ جانا

بے وضو نماز پڑھنا سخت گناہ ہے۔ ایسی نماز کبھی قبول نہیں ہوتی۔ بلکہ الٹی منہ پر ماری جاتی ہے۔ چنانچہ حدیث ابوہریرہؓ میں آیا ہے۔ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تُقْبَلُ صَلٰوۃُ مَنْ اَحْدَثَ حَتّٰی یَتَوَضَّاءَ۔ ریح[۵] نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اگر آواز سُنے یا بدبو پھیلے۔ صرف[۶] پھونک نکلنے کے شبہ سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ اس قسم کا شبہ شیطانی وسوسہ ہے۔ جیسے[۷] نماز میں اس بات کا شبہ ہو کہ آیا میری ریح

---

[۱] مشکوٰۃ صفحہ ۲۷ [۲] ابوداؤد مشکوٰۃ [۳] ترمذی مشکوٰۃ
[۴] منتقی الاخبار ۱ [۵] شیخین مشکوٰۃ [۶] مسلم مشکوٰۃ
[۷] مسلم مشکوٰۃ۔

نکلی یا نہیں تو اُسے جب تک آواز نہ سنائی دے یا بدبو نہ آئے تب تک وضو کرنا ضروری نہیں۔ پاخانہ[1] پیشاب مذی کے نکلنے نیز جن چیزوں سے غسل واجب ہوتا ہے اُن سے وضو بھی لازم ہوتا ہے۔ قے[2] کے آنے، نکسیر کے چلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ لیٹ[3] کر سو جانے یا کسی چیز پر سہارا دے کر سو جانے سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ ہاں اگر بیٹھے بیٹھے یا کھڑے کھڑے سو جائے اور کسی قسم کی ٹیک نہ ہو تو وضو نہیں ٹوٹتا۔ نماز میں کھل کھلا کر ہنسنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے لیکن صحیح حدیثوں کے بموجب وضو کا ٹوٹنا ثابت نہیں[4]

ذکر[6] اور فرج کو ہاتھ لگانے یا اونٹ[5] کا گوشت کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؛ فرج کا لفظ مرد عورت کے قبل و دُبر دونوں کو شامل ہے۔ مرد کا ہاتھ خواہ ذکر کو لگ جائے یا دُبر کو اسی طرح عورت کا ہاتھ خواہ فرج کو لگے یا دُبر کو۔ دونوں حالتوں میں دونوں کا وضو جاتا رہے گا لیکن اگر درمیان میں کپڑا حائل ہوگا تو وضو نہ ٹوٹے گا۔ بدن سے خون نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ جس قدر روایتیں اس بارے میں آئی ہیں کہ خون سے وضو ٹوٹ جاتا ہے سب ضعیف اور بے سند ہیں۔ نماز[7] کی حالت میں اگر ہوا خارج ہو یا منی یا مذی نکلے، یا نکسیر بہے تو نماز توڑ کر باہر جائیں اور وضو کر کے از سر نو نماز پڑھیں۔ اگر امام[8] ہے تو مقتدیوں میں سے کسی کو اپنا قائم مقام کر کے باہر جائے۔ عورت کو چھونے اور اس کا بوسہ لینے اور آگ کی پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ اگر نماز کی حالت میں کسی کا وضو ٹوٹ جائے تو ناک پکڑ کر مسجد سے باہر وضو کرنے چلا جائے۔

---

۱ احمد و ترمذی مشکوٰۃ ۲ مشکوٰۃ ۳ ابوداؤد، مشکوٰۃ ۴ عرف الجاوی
۵ مسلم مشکوٰۃ ۶ مالک احمد ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، دارمی، مشکوٰۃ۔
۷ شافعی دارقطنی مشکوٰۃ ۸ مسلم مشکوٰۃ۔

باوضو آدمی کو دودھ پینے کے بعد کلی کرنا مسنون ہے۔ جنازہ اٹھانے والوں کو وضو کرنا مستحب ہے۔ اگر وضو نہ کریں گے نماز صحیح ہو جائے گی۔ ٹخنوں[۱] سے نیچے پاجامہ پہننے والوں کو ازسرِ نو وضو کرنا چاہیئے۔ ایسا شخص ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نماز پڑھ رہا تھا۔ آپ نے اس کی نماز تڑوا کر ازسرِ نو وضو کرنے کا حکم صادر فرمایا۔

۸- موزہ اور جراب پر مسح

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے موزوں پر مسح کرنا ثابت ہے۔ موزوں پر مسح کرنے کی مدت مقیم کے لئے ایک رات دن اور مسافر کے واسطے[۲] تین رات دن ہے۔ جنابت[۳] کے سبب سے مسح کی مدت جاتی رہتی ہے۔ ہاں پیشاب پاخانے اور سو جانے سے مسح کی مدت پوری نہیں ہوتی۔ اس مدت کی ابتدا جمہور علماء کے نزدیک وضو ٹوٹنے کے وقت سے ہے۔ مثلاً ایک شخص نے دوپہر کو وضو کر کے موزے پہنے اور وضو ٹوٹا شام کو تو شام سے ایک رات دن شمار کیا جائے گا۔ موزوں[۴] پر مسح کرنے کا طریق یہ ہے کہ ہاتھ کی پانچوں انگلیاں پانی سے تر کر کے پاؤں کی انگلیوں کے سروں سے شروع کر کے پنڈلیوں تک کھینچیں۔ جس چیز سے وضو ٹوٹتا ہے اسی سے مسح بھی ٹوٹتا[۵] ہے۔ حدث[۶] ہونے کے بعد جب موزہ اتارا جائے گا فوراً وضو جاتا رہے گا۔ مسح کی مدت گزرنے سے فوراً وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ جرابوں[۷] پر مسح کرنا درست ہے جب کہ وہ عف بنی ہوئی ہوں معمولی اور پتلی جرابوں پر مسح کرنا ناجائز ہے۔ مسح جراب کی اکثر حدیثیں ضعیف ہیں۔ امام ابو داؤد نے اپنی کتاب میں ضعیف کہا ہے۔

---

[۱] مسلم مشکوٰۃ [۲] ترمذی نسائی مشکوٰۃ [۳] ترمذی نسائی، مشکوٰۃ [۴] بلوغ المرام
[۵] بلوغ المرام [۶] مسلم مشکوٰۃ۔

۹- نماز کے اوقات

سورج[1] کے ڈھلتے ہی نماز ظہر کا وقت ہو جاتا ہے اور یہ نمازِ ظہر کا اول وقت ہے۔ جب[2] ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہو جائے۔ سایہ اصلی کے علاوہ، تو یہ نماز ظہر کا اخیر وقت اور عصر کا اول ہے۔ عصر[3] کا آخر وقت اس وقت تک ہے کہ سورج صاف چمکتا ہو زرد نہ پڑ گیا ہو۔ کیونکہ زردی کے وقت نماز پڑھنا منافقوں کا کام ہے۔ مغرب کا اوّل وقت سورج کا ڈوب جانا اور آخر وقت شفق کی سرخی کا غائب ہونا ہے۔ عشاء کا اول وقت شفق کی سرخی کا غائب ہونا ہے۔ آخر وقت نصف[4] رات کا گذر جانا۔ فجر کا اول وقت صبح کی پو پھٹنا اور آخر وقت سورج کا قریب طلوع ہونا۔

ایک[5] دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص نے حاضر ہو کر نماز کے اوقات دریافت کیئے۔ آپ نے اس وقت تو اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اور فرمایا کہ تو دو دن ہمارے ساتھ نماز پڑھ لے۔ جب[6] صبح کی نماز کا وقت ہوا تو آپ نے صبح صادق ہوتے ہی بلال رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا۔ انہوں نے آواز دی اور آپ نے نماز ادا کی۔ اس وقت لوگ باہم ایک دوسرے کو پہچان نہ سکتے تھے۔ پھر جب سورج ڈھل گیا تو ظہر کی نماز ادا کی۔ اس وقت بعض لوگوں کا خیال تھا کہ ہنوز دوپہر ہے۔ حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے وقت سب سے بہتر وقت پہچانتے تھے۔ ازاں بعد آپ نے عصر کی نماز ادا کی اس حال میں کہ سورج بہت بلند تھا۔ ہر چیز کا سایہ[7] ایک مثل ہو چکا تھا۔ پھر جس وقت آفتاب

---

[1] ابو داؤد، ترمذی مشکوٰۃ [2] مسلم مشکوٰۃ [3] امام مالک مشکوٰۃ [4] مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۵ [5] مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۵۱ [6] مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۵۱ [7] مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۵۱۔

ڈوب گیا تو آپ نے مغرب کی نماز ادا کی اور جب شفق کی سُرخی غائب ہو گئی تو عشا کی نماز ادا کی۔ پھر جب دُوسرا دن ہوا تو آپؐ نے فجر کی نماز ایسے وقت ادا کی کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد کسی نے کہا؛ سورج نکل آیا یا نکلنے کے قریب ہے پھر آپ نے نماز ظہر میں یہاں تک دیر کی کہ کل کی عصر پڑھنے کا وقت قریب ہو گیا۔ یعنی ایک مثل کے قریب سایہ پہنچ گیا تھا پھر عصر کی نماز میں یہاں تک تاخیر کی کہ نماز عصر کے پڑھنے کے بعد کوئی کہتا تھا کہ آفتاب زرد پڑ گیا اور مغرب میں یہاں تک دیر کی کہ شفق کی سُرخی ڈوبنے کے قریب ہو گئی اور نماز عشاء میں یہاں تک تاخیر کی کہ رات کی اوّل تہائی گذر چکی جب صبح ہوئی تو آپ نے اس سائل کو بلایا جس نے نماز کے اوقات دریافت کئے تھے اور فرمایا کہ اوقاتِ نماز ان وقتوں کے بیچ ہیں۔

فائدہ: سبحان اللہ کیا جامع کلام ہے کہ ایک ہی حدیث میں آپؐ نے نماز کے پانچوں وقت اور اوقات کی ابتداء و انتہا اور بیچ کے عمدہ اوقات اُمت کو تعلیم فرما دیئے اور ارشاد فرما دیا کہ دونوں وقت کے اوّل و آخر میں بھی نماز درست ہو سکتی ہے۔

لیکن بعض حدیثوں[1] سے فجر، ظہر، عصر، مغرب کی نماز اول وقت میں پڑھنے کی تاکید ثابت ہے اور عشاء کی نماز آخر سے کچھ پہلے تک پڑھنے کی فضیلت ثابت ہے۔ سخت گرمی میں نمازِ ظہر ذرا دیر کر کے پڑھنے کا بھی حکم ہوا ہے۔ جو شخص[2] نماز عصر اخیر وقت میں پڑھتا ہے اس کی نماز منافق کی سی ہے اور عصر[3] کی نماز نہ پڑھنے سے پہلی نمازیں بھی باطل ہو جاتی ہیں۔ فجر[4] کی نماز اندھیرے میں پڑھنا افضل ہے۔ اور اس[5] میں استقدر لمبی قرأت کرنی چاہیئے جس قدر مقتدیوں کی طاقت ہو۔ یعنی

---

[1] مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۵۲ [2] مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۵۲ [3] بخاری مشکوٰۃ صفحہ ۵۲۔
[4] بخاری مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۵۲ [5] منتقی الاخبار صفحہ ۴۰ [6] مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۵۳۔

انہیں مشقت میں ڈالنا نہ چاہیئے۔

فائدہ: جو شخص[1] سو گیا یا نماز پڑھنی بھول گیا اور نماز کا وقت نکل گیا تو جس وقت جاگے یا یاد آجائے فوراً نماز پڑھ لے۔ اس کی نماز کا وقت یہی ہے یہ نماز ادا ہوگی نہ قضا۔ اگر معذور[2] شخص نے صبح یا عصر کی ایک رکعت بھی پالی تو اس کی نماز[3] ہو گئی۔

نماز کا وقت مقررہ[4] پر پڑھنا واجب ہے۔ اس قدر دیر کر کے پڑھنا کہ وقت نکلنے کو ہو نفاق کی علامت ہے۔ جو شخص[5] نماز عصر اوّل وقت پڑھتا ہے وہ دوزخ میں نہ جائے گا۔ صبح[6] کی نماز میں اگر ایک رکعت پڑھ چکے پھر سورج نکل آئے تو دوسری رکعت سورج نکلتے ہوئے پڑھ لیں نماز صحیح ہو جائے گی لیکن جب[7] سورج کی کور نکل چکی یا غائب ہو چکی ہے اس وقت نماز شروع نہ کرے۔ اس[8] وقت نہ میت کو دفن کریں نہ جنازے کی نماز پڑھیں۔ آنحضرت[9] صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اوقات نماز عصر اس وقت ادا کرتے جب کہ جانے والا چار کوس تک چلا جاتا اور ہنوز سورج بلند رہتا۔

۱۰۔ اذان کی فضیلت و احکام

نماز کے وقت اذان دینا سنّتِ مؤکدہ ہے۔ ہر مسلمان اذان دے سکتا ہے خواہ باوضو ہو یا بے وضو مگر بہتر یہی ہے کہ وضو کر کے اذان دے۔ اذان دینے کی فضیلت میں بہت سی حدیثیں آئی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر

---

[1] بخاری مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۵۳ [2] ترغیب صفحہ ۸۳ [3] صحیحین مشکوٰۃ صفحہ ۵۳
[4] صحیحین مشکوٰۃ صفحہ ۵۲ [5] صحیحین مشکوٰۃ صفحہ ۵۲ [6] صحیحین مشکوٰۃ صفحہ ۵۲ [7] صحیحین مشکوٰۃ صفحہ ۵۲ [8] صحیحین مشکوٰۃ صفحہ ۵۲
[9] ترمذی مطبوعہ نولکشور صفحہ ۲۹۔

لوگ معلوم کرلیں کہ اذان اور صفِ اوّل میں کس قدر اجر ہے پھر اس پر بجز قرعہ ڈالنے کے اور کوئی تدبیر نہ پائیں تو ضرور قرعہ ڈالیں جو انسان وجن وغیرہ مؤذن کی آواز سنتے ہیں وہ قیامت کے روز اس کی گواہی دیں گے ۔ مؤذن کی اذان کی آواز جہاں تک پہنچتی ہے وہاں تک کے تر وخشک اس کی شہادت دیں گے اور اس کے لئے دعائے مغفرت مانگتے ہیں ۔ مؤذن کو ان لوگوں کے برابر اجر ملتا ہے جو اس کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں ۔ مؤذنوں کی گردنیں قیامت کے دن سب سے بلند ہوں گی ۔

تین قسم کے آدمی قیامت کے دن مشک کے ٹیلوں پر ہوں گے جن پر پہلے پچھلے رشک کریں گے ۔ ایک وہ جنہوں نے حق اللہ تعالیٰ ادا کیا اور اپنے آقا کا حق بھی بجا لائے ۔ دوسرے وہ جنہوں نے ایک قوم کی امامت کی اور وہ ان سے خوش تھی ۔ تیسرے وہ جو پنجگانہ نماز کے لئے رات دن اذان کہتے ہیں ۔

جس نے بارہ برس تک اذان دی ۔ اس کے لئے جنت واجب ہوگئی ۔ مؤذن کے وہ تمام گناہ دور کئے جاتے ہیں جو اس سے ایک اذان سے دوسری اذان تک صادر ہوئے ہوں ۔ مؤذن کو ہر دن میں ہر اذان پر ساٹھ نیکیاں ملتی ہیں اور مکبر کو ہر تکبیر پر تیس نیکیاں ملتی ہیں ۔

جب تین آدمی ہوں اور ان میں اذان و تکبیر نہ کہی جائے اور بغیر اذان و تکبیر کے نماز ادا کی جائے تو ان پر شیطان غالب ہو جاتا ہے ۔ اگر کسی مسجد میں ایک وقت میں کئی جماعتیں ہوں تو اذان تو ایک ہی کافی ہوگی مگر تکبیر ہر جماعت کے لئے علیحدہ کہنا پڑے گی ۔ سفر میں بھی اذان و تکبیر کہہ کر نماز پڑھنی چاہیئے ۔

ایک مسجد میں دو مؤذن مقرر کرنا مستحب ہے ۔ ایک صبح صادق سے پیشتر

لہ منتقی الاخبار صفحہ ۶۱ ؎۲ بخاری مشکوٰۃ م صفحہ ۵۸ ؎۳ صحیحین مشکوٰۃ صفحہ ۵۸ ؎۴ صحیحین بلوغ صفحہ ۱۲ ۔ ؎۵ صحیحین بلوغ صفحہ ۱۲

نماز تہجد کے لئے اذان دے اور دوسرا صبح صادق کے بعد اذان دے ۔
نمازیوں کو بلانے کیلئے مؤذن ایسے شخص کو مقرر کریں جو خوش لہجہ اور بلند آواز ہو۔ اذان دینے پر تنخواہ نہ لیتا ہو۔ نماز کے اوقات اچھی طرح پہچانتا ہو۔ جو شخص اذان کہے تکبیر کہنے کا بھی وہی استحقاق رکھتا ہے۔ مؤذن کو کسی بلند مقام پر کھڑے ہو کر اذان دینی چاہیئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان اذان کی آواز سن کر چھتیس کوس بھاگ جاتا ہے لیکن اذان ہو چکنے کے بعد پھر چلا آتا ہے اور تکبیر ہوتے ہی چپت ہو جاتا ہے اور تکبیر ہو چکنے کے بعد پھر اگر نماز میں وسوسہ ڈالتا ہے۔

اور فرمایا: اذان کہنا اسلام کی بہت بڑی نشانی ہے اور فرمایا: مؤذن امانت دار ہے جو نماز سہواً فوت ہو جائے یا سو جانے سے قضا ہو جائے اس کے لئے اذان کہنے کی ضرورت نہیں۔ صرف تکبیر کافی ہے۔

اذان یہ ہے: اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ۔ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ۔ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔

ترجیع کے ساتھ بھی اذان کہنا مسنون ہے۔ اس کا طریق یہ ہے کہ بلند آواز سے کہے۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ پھر پست آواز سے کہے۔ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ

---

۱ احمد ابوداؤد نسائی مشکوٰۃ صفحہ ۵۷ ۲ ترمذی ابن ماجہ ابوداؤد مشکوٰۃ صفحہ ۵۶
۳ مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۵۸ ۴ مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۵۶ ۵ مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۲۳۱ ۔
۶ احمد ابوداؤد ترمذی نسائی مشکوٰۃ صفحہ ۵۷ ۷ مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۲۴۲ ۸ مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۵۵ ۔

اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ۔ اَشْہَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ۔ اَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ ۔ اَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ ۔ پھر بلند آواز سے یہی کلمات کہے ۔ اگر صبح کا وقت ہو تو حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کے بعد اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کہے ۔

مؤذّن[1] شہادت کی دونوں انگلیاں کانوں میں دے اور[2] حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کہنے کے وقت گردن پھیرے ۔

۱۱ ۔ اذان کا جواب، تکبیر اور دُعا

آنحضرت[3] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم اذان سُنو تو جو لفظ مؤذّن کہتا جائے وہی تم بھی کہتے جاؤ۔ پھر مجھ پر درود بھیجو جو مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھتا ہے اللہ اس پر دس دفعہ رحمت بھیجتا ہے ۔ ازاں بعد اللہ سے میرے لئے وسیلہ طلب کرو ۔ وسیلہ جنّت میں ایک مرتبہ ہے جس کے لائق اللہ کے بندوں میں سے صرف ایک بندہ ہے اور مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہی ہوں تو جس نے میرے لئے وسیلہ مانگا اس کے لئے میری شفاعت واجب ہو گئی ۔

اذان سُننے والے کو چاہیئے کہ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کی جگہ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کہے اور باقی وہی کہے جو مؤذّن کہتا ہے جو شخص دل سے اس طرح کہے گا جنّت میں جائے گا ۔

جب مؤذّن اذان دے چکے تو سُننے والا یہ دُعا پڑھے ۔ اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّآمَّۃِ وَالصَّلٰوۃِ الْقَآئِمَۃِ اٰتِ مُحَمَّدَ نِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَابْعَثْہُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَنِ الَّذِیْ

---

[1] مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۵۵ [2] ابو داؤد مشکوٰۃ صفحہ ۵۸ [3] ابن ماجہ مشکوٰۃ صفحہ ۵۶

وَعَدْتَّهٗ، جو شخص یہ دعا پڑھے گا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کے دن اس کی شفاعت کرنی لازم ہو گی۔

اذان سُننے کے بعد یہ دعا پڑھنی بھی حدیث سے ثابت ہے اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّ بِمُحَمَّدٍ رَّسُوْلًا وَّ بِالْاِسْلَامِ دِيْنًا۔ جو شخص یہ دعا پڑھے گا اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

ایک شخص نے خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضرت مؤذن ہم سے ثواب میں سبقت لے گئے۔ فرمایا تو بھی وہی کہہ جو مؤذن کہتا ہے۔ پھر جب تو کہہ چکے تو مانگ تجھے ملے گا۔ معلوم ہوا کہ جو شخص اذان نہ کہتا ہو مگر اذان کے الفاظ سن کر مؤذن کی طرح کہتا جائے تو اُسے مؤذن کی طرح برابر اجر ملتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اذان کے بعد دعا قبول ہوتی ہے۔

تکبیر کے الفاظ یہ ہیں۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ۔ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ۔ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔[1]

اذان سُننے والا جیسے مؤذن کے ساتھ ساتھ اذان کہتا ہے۔ تکبیر سُنتے وقت بھی ویسے ہی تکبیر بھی ساتھ ساتھ کہتا جائے لیکن جب مکبّر قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةِ کہے تو سُننے والا اَقَامَهَا اللّٰهُ وَاَدَامَهَا کہے۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ دو ساعتیں ایسی ہیں جنہیں دعا کرنے والے کی دعا رد نہیں ہوتی۔ ایک اقامت کے وقت دوسری جہاد میں صف بندی کے وقت جب تکبیر کہی جاتی ہے۔ آسمانوں کے دروازے کھول دیئے

---

[1] یہ تکبیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضؓ کو سکھائی تھی، بحوالہ صحیح بخاری۔

جاتے ہیں اور دُعا قبول ہوتی ہے۔

اذان کے الفاظ ذرا آہستہ آہستہ اور جدا جدا کہے اور اقامت کے الفاظ میں قدرے جلدی کرے۔ اور اذان و اقامت کے درمیان اس قدر وقفہ کرے کہ کھانے والا کھانے سے اور پینے والا پینے سے فراغت پالے اور جسے پیشاب پاخانے کی حاجت ہو وہ اپنی حاجت پوری کرلے۔ اذان اور اقامت میں کم از کم اتنا وقفہ ہو کہ چار رکعت سنت آرام سے پڑھ لی جائیں۔

۱۲- مساجد

ضرورت کی جگہ مسجد بنانے کا بہت بڑا ثواب ہے۔ آنحضرت[۲] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَنْ بَنٰى لِلّٰهِ مَسْجِدًا بَنَى اللّٰهُ لَهٗ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ۔ جس نے محض اللہ کی رضامندی اور خوشنودی کے لئے مسجد بنائی اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا۔ یہ اجر متعلق مسجد بنانے پر ملتا ہے کچھ بڑی چھوٹی مسجد کا لحاظ نہیں کیونکہ ہر شخص اپنے مقدور کے موافق مسجد بنانے میں کوشش کرتا ہے۔ مسجد بنانے کا ثواب موت کے بعد بھی ملتا ہے۔ یہ کام باقیات صالحات میں داخل ہے۔

[۳]مسجد کو صاف و ستھرا رکھنے کا بھی بہت بڑا ثواب ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں ایک کالی عورت مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی۔ جب وہ مر گئی تو آپ اس کی قبر پر تشریف لے گئے اور نماز پڑھ کر فرمایا کہ اے عورت! تو نے کس عمل کو افضل پایا؟ لوگوں نے عرض کیا کہ کیا یہ سنتی ہے؟ فرمایا تم اس سے زیادہ نہیں سن سکتے۔ [۴]پھر بھی آیا ہے کہ عورت نے جواب دیا کہ میں نے

---

[۱] ترمذی مشکوٰۃ صفحہ ۵۵ [۲] صحیحین مشکوٰۃ صفحہ ۶۰ [۳] ابوداؤد مشکوٰۃ صفحہ ۶۰ [۴] اس عورت کو سُنانا صرف آپ کیلئے مخصوص ہے ورنہ قرآن میں صاف موجود ہے کہ مُردے نہیں سُنتے۔

سب عملوں سے زیادہ افضل مسجد کے جھاڑنے کو پایا۔
حضرت[1] عائشہؓ کہتی ہیں کہ ہمیں گھر میں مسجد بنانے اور اسے پاک صاف رکھنے کا حکم کیا گیا۔ مسجدوں[2] کو لڑکوں، دیوانوں اور خرید و فروخت کرنے اور جھگڑے کی باتوں اور آواز بلند کرنے، حدود قائم کرنے، تلوار کھینچنے سے بچانا چاہیئے۔
مسجد[3] کی طرف نماز کے لئے ہر قدم اُٹھانا نماز ہے۔ جو کوئی جس[4] قدر مسجد سے دور ہوتا ہے اُس کا اتنا ہی اجر زیادہ ہوتا ہے اور خدا کے دفتر میں اس کے نقشِ قدم لکھے جاتے ہیں۔ دنیا[5] میں سب سے بہتر جگہ مسجدیں اور سب سے بُرے مقامات بازار ہیں۔
مسجد[6] میں داخل ہوتے وقت یہ دُعا پڑھنی چاہیئے۔ اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ (خداوندا اپنی رحمت کے دروازے کھول دے) اور مسجد[7] سے نکلتے وقت یہ دُعا پڑھیں۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ (الٰہی میں تیرے فضل کا خواہاں ہوں) جو مسجد[8] میں داخل ہو وُہ بیٹھنے سے پیشتر دو رکعت نماز پڑھ لے۔ سفر[9] سے آنے والا ابھی اوّل مسجد میں دو رکعت نماز پڑھے پھر اپنے مکان میں جائے۔ مسجد[10] میں سونا وقتِ ضرورت جائز ہے۔
جو[11] شخص پورا وضو کرکے نماز جماعت کے لئے مسجد میں جائے گا گو اُس کے پہنچنے سے پہلے جماعت ہو چکی ہو تب بھی اسے ان لوگوں کے برابر ثواب ملے گا جنھوں نے جماعت سے نماز پڑھی ہوگی۔

---

[1] ابوداؤد مشکوٰۃ صفحہ ۶۱ [2] ابوداؤد مشکوٰۃ صفحہ ۶۲ [3] صحیحین مشکوٰۃ صفحہ ۶۰
[4] مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۶۰ [5] مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۶۰ [6] مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۶۰
[7] صحیحین مشکوٰۃ صفحہ ۶۰ [8] صحیحین مشکوٰۃ صفحہ ۶۰ [9] ترمذی مطبوعہ نول کشور صفحہ ۶۱ [10] ابوداؤد مطبوعہ دہلی ج ۱ صفحہ ۸۲ [11] صحیحین مشکوٰۃ صفحہ ۶۰۔

جو[1] نماز محلے کی مسجد میں پڑھی جاتی ہے وہ گھر کی نماز سے پچیس درجہ زیادہ ہوتی ہے ۔ جامع مسجد کی ایک نماز پانچ سو نمازوں کے برابر اور بیت المقدس اور مسجد نبوی کی ایک نماز پچاس ہزار نمازوں کے برابر اور بیت اللہ شریف کی ایک نماز لاکھ نمازوں کے برابر ہوتی ہے ۔

نجاست[2] پڑنے کی جگہ اور جانوروں کے ذبح ہونے کے مقام میں نیز راستے[3] میں اور حمام میں اور اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ اور خانہ کعبہ کی چھت پر نماز پڑھنا منع ہے ۔ مسجد[4] کے اندر نماز میں قبلے کی طرف تھوکنا گناہ ہے ہاں اگر کوئی بدون تھوکے نہ رہ سکے تو بائیں طرف یا پاؤں کے نیچے تھوک لے ۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ کپڑے پر تھوک کر اسے مل ڈالے ۔ مسجد[5] میں تھوکنا گناہ ہے اور اس کا کفارہ اسے مٹی میں دفن کرنا ہے ۔ سب[6] سے برا کام مسجد میں تھوکنا اور پھر اسے دفن نہ کرنا ہے ۔

جو[7] شخص وضو کر کے مسجد میں جائے اور فرض نماز ادا کرے اس کے ایک قدم سے برائیاں گھٹیں گی اور دوسرے سے درجے بڑھیں گے ۔ جو شخص[8] مسجد میں داخل ہو کر یہ دعا پڑھے گا ۔ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْمِ ۔ وَبِوَجْہِہِ الْکَرِیْمِ وَسُلْطَانِہِ الْقَدِیْمِ ۔ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ۔ وہ شیطان کے شر سے محفوظ رہے گا ۔

سب[9] سے پہلے زمین پر جو مسجد بنائی گئی وہ بیت اللہ کی مسجد ہے ۔ اس کے چالیس برس بعد بیت المقدس کی مسجد بنائی گئی ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ساری زمین ہمارے لئے مسجد ہے ۔ جہاں نماز کا وقت ہو جائے

---

[1] صحیحین مشکوٰۃ ص۶۰ [2] ابن ماجہ مشکوٰۃ ص۶۴ [3] ترمذی ابن ماجہ مشکوٰۃ ص۶۲
[4] صحیحین مشکوٰۃ ص۶۱ [5] مسلم مشکوٰۃ ص۶۱ [6] بخاری و مسلم مشکوٰۃ ص۶۰
[7] ابوداؤد مشکوٰۃ ص۶۴ [8] صحیحین مشکوٰۃ ص۶۴ [9]

وہیں نماز پڑھ لے۔

جو شخص[1] مسجد میں جا کر سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ کہتا ہے وہ بہشتی باغات سے میوہ کھاتا ہے۔ جو شخص[2] وضو کر کے مسجد میں جاتا ہے حج اور احرام باندھنے کا ثواب پاتا ہے۔ جس[3] کا دل مسجد میں لگا رہتا ہے وہ قیامت کے روز جس دن کہیں سایہ کا نام نہیں ہوگا عرشِ الٰہی کے نیچے سایہ پائے گا۔ مسجد[4] میں چراغ روشن کرنے والے، جھاڑو دینے والے، بدھنے، بوریے کا انتظام کرنے والے قیامت کے دن بڑے بڑے درجے پائیں گے۔ کچی[5] پیاز اور لہسن کھا کر مسجد میں جانا منع ہے۔ مسجد[6] میں خرید و فروخت کرنا اور وہ اشعار پڑھنا جو خلاف شریعت ہوں منع ہیں۔ جب[7] مسجد میں کوئی شخص کوئی چیز بیچے تو یہ کہنا مسنون ہے کہ خدا تجھے اس تجارت میں نفع نہ دے۔ جو شخص[8] اپنی گم ہوئی چیز مسجد میں ڈھونڈنے لگے تو یوں کہنا سُنّت ہے کہ اللہ کرے تجھے نہ ملے۔

مسجد[9] میں دنیا کی فضول باتیں نہ کریں۔ ہاں اگر کوئی ضروری اور حاجت کی باتیں کر لیں تو مضائقہ بھی نہیں کیونکہ صحابہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کفر کے زمانے کی باتیں کیا کرتے تھے آپ مسکراتے اور منع نہ فرماتے۔

قبرستان[10] یا کسی قبر کے پاس قبر والے کی تعظیم کی نیت سے مسجد بنانا حرام ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف اس خوف سے کہ مبادا لوگ میری کو مسجد نہ ٹھہرا لیں۔ اپنی قبر حجرہ شریف کے اندر تجویز فرمائی۔

مسجد[11] میں مسافروں کو رہنا اور سونا درست ہے۔ آنحضرت[12] صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] صحیحین مشکوٰۃ صہ ۶۲ [2] ترمذی مشکوٰۃ صفحہ ۵۶ [3] احمد ابوداؤد مشکوٰۃ صہ ۶۲
[4] صحیحین مشکوٰۃ صفحہ ۶۰ [5] مظاہر حق صہ ۲۵۳ [6] صحیحین مشکوٰۃ صہ ۹۱
[7] ابوداؤد ترمذی مشکوٰۃ صہ ۶۲ [8] ترمذی دارمی مشکوٰۃ صہ ۶۲ [9] مسلم مشکوٰۃ صہ ۶۰
[10] بلوغ المرام صفحہ ۱۶ [11] ترمذی صہ ۶۱ [12] ابوداؤد مشکوٰۃ صہ ۶۱

نے محلوں میں مسجدیں بنانے اور انہیں پاک صاف رکھنے اور خوشبوؤں سے معطر رکھنے کا حکم فرمایا۔ مسجد[1] میں چراغ جلانے اور تیل بھیجنے کا بہت بڑا ثواب ہے۔ علیٰ ہذا القیاس جھاڑو دینے اور وہاں سے تنکے وغیرہ پھینکنے کا بڑا ثواب ملتا ہے۔

جو شخص[2] مسجد میں نماز پڑھ کر مصلّے پر بیٹھا رہتا ہے تو جب تک وضو نہیں ٹوٹتا یا اپنی جگہ سے نہیں اٹھتا تب تک فرشتے اس کے لئے یوں دعا کرتے رہتے ہیں کہ یا اللہ اسے بخش دے، یا الٰہی اس پر رحم کر۔

جو شخص[3] اذان سن کر مسجد سے چلا جائے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نافرمان ٹھہرا لیکن جس مسجد میں بدعت ہوتی ہے وہاں سے اس بدعت کے سبب اذان سن کر چلا جانا گناہ نہیں۔

جو[4] لوگ مسجد کی طرف اندھیرے میں چلیں گے قیامت کے دن انہیں پورا نور ملے گا۔ قرآن مجید[5] میں ایک موقع پر فرمایا گیا ہے کہ مسجدوں کا آباد کرنا مسلمان مواحدوں کا حق ہے۔ جو عقائد صحیحہ کے ساتھ ظاہری اور باطنی ناپاکیوں سے الگ رہ کر نماز پڑھتے ہیں۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ مشرکوں اور بدعتیوں کے نماز پڑھنے سے مسجدوں کی آبادی نہیں ہوتی۔ دراصل مسجدوں کی آبادی اس نماز سے ہوتی ہے جو عقائد صحیحہ پر نجاسات ظاہری و باطنی سے پاک ہو کر ادا کی جائے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کسی کافر نے مسجد بنائی تو اس کا حکم زمین کا سا ہے نہ مسجد کا۔

آنحضرت[6] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا نے مجھے مسجدوں کے بلند کرنے اور انہیں زینت دینے کا حکم نہیں فرمایا ہے۔

---

[1] ابوداؤد مطبوعہ دہلی ص ۹۵ ج ۱ [2] ابوداؤد مشکوٰۃ ص [3] صحیحین مشکوٰۃ ص ۶۰
[4] ابوداؤد مطبوعہ دہلی ص ۸۰ [5] ترمذی، ابوداؤد، مشکوٰۃ ص ۶ [6] سورۂ توبہ رکوع ۳
[7] ابوداؤد مشکوٰۃ ص ۶۱۔

اور[۱] ارشاد فرمایا کہ خدا تین چیزوں کا ضامن ہے کہ اگر جیئں گے تو رزق ملے گا مر جائیں گے تو اللہ انہیں بہشت میں داخل کرے گا۔ایک وہ شخص جو باہر سے آکر گھر والوں پر سلام کرتا ہے۔ دوسرا وہ جو نماز پڑھنے کے لئے مسجد کی طرف نکلتا ہے۔تیسرا وہ جو راہِ خدا میں جہاد کرتا ہے۔جو شخص اچھی طرح وضو کر کے مسجد میں آتا ہے وہ خدا کا زائر و مہمان ہوتا ہے اور میزبان پر حق ہے کہ اپنے زائر اور مہمان کا احترام کرے۔یہاں سے معلوم ہوا کہ اگرچہ مسجد میں جا کر وضو کرنا درست ہے لیکن گھر سے وضو کر کے چلنے میں بہت بڑا ثواب ملتا ہے۔

مسجدیں[۲] فرشتوں کے مقامات اور بازار شیطانوں، شریروں اور جھوٹوں کے مواقع ہیں۔

عورتوں[۳] کا گھر میں نماز پڑھنا مسجد میں نماز پڑھنے سے افضل ہے۔ابو حمید[۴] ساعدیؓ کی بی بی نے خدمتِ اقدس میں عرض کیا کہ حضرت میں آپ کے ساتھ نماز پڑھنا چاہتی ہوں۔فرمایا: مجھے معلوم ہے مگر تیرا گھر کے اندر نماز پڑھنا حجرے میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔اور اپنے کمرے میں نماز پڑھنا قوم کی مسجد میں پڑھنے سے بہتر ہے۔ اور قوم کی مسجد میں نماز پڑھنا میری مسجد میں پڑھنے سے بہتر ہے۔یہاں سے معلوم ہوا کہ عورت کو پردے میں رہنا گھر کے اندر بیٹھنا واجب ہے۔باہر نکلنا اِدھر اُدھر پھرنا نہ چاہیئے۔کیونکہ اس میں بے ستری ہوتی ہے۔شریر اور اوباش و بدمعاش لوگ بُری نظر سے گھورتے ہیں۔ہاں اگر عورت مسجد میں ثواب جماعت کے لئے جائے تو جائز ہے اور اس کو روکنا سخت گناہ ہے۔

۞

---

۱ ابو داؤد ص ۶۲ ۲ ابن حبان مشکوٰۃ ص ۶۳

۳ ابو داؤد مشکوٰۃ ص ۸۸ ۴ ترغیب ص ۸۴

۱۳- ستر کی حفاظت

قَالَ الشَّیْخُ عَبْدُ الْحَقِّ فِی اللَّمْعَاتِ سَتْرُ الْعَوْرَۃِ شَرْطٌ لِصِحَّۃِ الصَّلٰوۃِ وَاِنْ کَانَ فِیْ مَکَانٍ خَالٍ وَفِیْ غَیْرِ حَالِ الصَّلٰوۃِ یَجِبُ سَتْرُھَا عَنْ اَعْیُنِ النَّاسِ مِمَّنْ یَحْرُمُ نَظَرُہٗ ۔ یعنی ستر ڈھانکنا صحتِ نماز کے لئے شرط ہے۔ گو آدمی خالی مکان میں کیوں نہ ہو اور نماز کے علاوہ نامحرموں کی نظروں سے ستر عورت کرنا واجب ہے۔

مردوں[1] کو مونڈھوں سے گھٹنوں تک اور عورتوں کو ہاتھ کے پہنچوں اور چہرے کے علاوہ تمام بدن ڈھانکنا فرض ہے۔ (یہ پردہ گھر کا ہے اور جب عورت مکان سے باہر نکلے تو منہ کا ڈھانکنا فرض ہے) آنحضرت[2] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نمازی کے مونڈھے کھلے ہوں اس کی نماز نہیں ہوتی۔ دوسرے[3] کپڑے کے ہوتے صرف ایک چادر سے بھی نماز ہو جاتی ہے کہ چاہیئے کہ چادر کو مونڈھوں پر مضبوط باندھ کر نماز پڑھیں۔ اگر کپڑا کشادہ ہو تو اچھی طرح اوڑھ لیں تاکہ سر ڈھک جائے۔

اور[4] جس کپڑے پر نقش ونگار ہوں اس سے نماز نہ پڑھنا بہتر ہے۔ اگر نمازی[5] کے آگے نقش دار پردہ ہو یا مصلّے نقش ونگار سے آراستہ ہو اسے بھی دور کر دینا چاہیئے کیونکہ نماز میں خیال بٹتا ہے۔ ریشمی[6] قبا پہن کر نماز پڑھنا منع ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: موحد مسلمان کو لائق نہیں کہ ریشمی قبا پہن کر نماز پڑھے۔

اگر کوئی صرف[7] موٹا کرتا پہن کر نماز پڑھے تو اس کی نماز بھی صحیح ہو جاتی ہے

---

[1] مظاہر حق ص ۳۶۵ [2] صحیحین مشکوٰۃ ص ۶۴ [3] مسلم مشکوٰۃ ص ۶۵
[4] صحیحین مشکوٰۃ ص ۶۴ [5] بخاری مشکوٰۃ ص ۶۴ [6] صحیحین مشکوٰۃ ص ۶۵ [7] ابوداؤد، نسائی مشکوٰۃ ص ۶۵ ۔

جب کہ گھنڈی لگی ہوئی ہو۔ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کو منع فرمایا ہے کہ منہ ڈھک کر یا کپڑا لٹکا کر نماز پڑھیں۔

آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کسی کے پاس صرف ایک کپڑا ہو اگر بڑا ہے تو سارے جسم پر لپیٹ لے اور اگر چھوٹا ہے تو تہ بند کر کے نماز پڑھے۔ جب اس قدر بڑا کپڑا ہو کہ اس سے مونڈھے بھی ڈھک سکتے ہوں تو اگر مونڈھے کھول کر نماز پڑھے گا نماز درست نہ ہو گی۔ جس کے پاس کوئی بھی کپڑا نہ ہو وہ اپنی بیوی وغیرہ سے کپڑا مانگ کر نماز پڑھے۔ اگر کسی کو اس قدر بھی کپڑا نہ ملے تو وہ گھر کی کوٹھری میں بیٹھ کر نماز پڑھے۔ نماز معاف نہیں ہو سکتی۔ ہاں اس صورت میں جماعت کی حاضری معاف ہے۔

نشہ کی حالت میں نماز نہ پڑھے، جب تک ہوش نہ آئے۔ شدتِ بیماری سے جب تک غفلت رہے نماز معاف ہے، ہوش میں آنے کے بعد بیٹھے یا لیٹے یا اشاروں سے جس طرح بن پڑے نماز ادا کرے اور جب کھڑا ہونے کی اللہ طاقت دے تو کھڑے ہو کر نماز ادا کرے۔

۱۴۔ سُترہ

آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم جب عیدگاہ تشریف لے جاتے تو آپؐ کے آگے برچھی گاڑی جاتی اور آپؐ اس کی طرف نماز پڑھتے جیسا کہ بخاری میں بروایت ابن عمرؓ وارد ہے کہ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْدُوْا إِلَى الْمُصَلّٰى وَالْعَنَزَةُ بَيْنَ يَدَيْهِ تُحْمَلُ وَتُنْصَبُ بِالْمُصَلّٰى بَيْنَ يَدَيْهِ فَيُصَلِّيْ إِلَيْهَا۔ آنحضرتؐ

لے ابوداؤد، ترمذی، مشکوٰۃ ص۶۰ ۲ے صحیحین بلوغ ص۱۳ ۳ے بخاری مترجم ص۱۲۴ ۴ے صحیحین بلوغ ص۱۳ ۵ے سورۃ النساء رکوع ۵ ۶ے بخاری مشکوٰۃ ص۶۵ ۷ے ابوداؤد ابن ماجہ مشکوٰۃ ص۶۶۔

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی شخص نماز پڑھے تو اپنے منہ کے سامنے کوئی چیز رکھ لے[1] اور کچھ چیز نہیں تو صرف لکڑی ہی رکھ لے۔ اگر یہ بھی نہ ہو تو ایک لکیر کھینچ لے۔ پھر اگر کوئی آگے سے گذرے گا تو کچھ مضائقہ نہ ہوگا۔ آپ[۳] نے فرمایا کہ اپنے آگے سُترہ رکھو گو تیر ہی ہو۔

آنحضرت[۴] صلی اللہ علیہ وسلم سے جب سُترہ کی کیفیت دریافت کی گئی تو فرمایا: سُترہ اونٹ کے کجاوہ کی پچھلی لکڑی کے برابر ہونا چاہیئے۔ جو ایک ہاتھ کے قریب لمبی ہوتی ہے۔ صرف[۵] امام کے سامنے سُترہ ہونا کافی ہے۔ جب[۶] نمازی کے آگے دیوار یا درخت یا اونٹ ہو تو وہی سُترہ ہے۔ نمازی[۷] کے آگے سے گزرنا سخت گناہ ہے۔ اگر کوئی اُس کی بُرائی جان لے تو سو برس تک رُکا رہے اور آگے سے نہ گزرے۔ اگر[۸] نمازی کے آگے سُترہ نہ ہو تو عورت اور کُتّے اور گدھے کے گزرنے سے اس کی نماز ٹوٹنے کے قریب ہو جائے گی۔ نمازی[۹] کے سامنے سے گزرنے والے کو اوّل منع کیا جائے اگر نہ مانے تو اس کو دھکا دیا جائے کیونکہ وہ شیطان ہے۔ اگر[۱۰] نمازی کے آگے عورت سوئی ہو یا پیٹھ کئے بیٹھی ہو تو نمازی کی نماز میں کچھ نقصان نہیں آتا۔

۱۵۔ صحتِ نماز کی شرائط

نماز کے صحیح ہونے کی شرطیں اور ان کے ضروری رکن پندرہ ہیں جن کے ادا نہ ہونے سے نماز نہیں ہوتی۔ (۱) کپڑے کا پاک ہونا۔ (۲) جسم کا ستھرا ہونا۔ (۳) نماز کی جگہ کا پاک صاف ہونا۔ (۴) بیت اللہ کی طرف منہ کرنا۔ (۵) نمازوں

---

[۱] حاکم بلوغ ص۱۵ [۲] مسلم منتقی ص۳۰ [۳] صحیحین مشکوٰۃ ص۶۶
[۴] ابی داؤد مشکوٰۃ ص۶۶ [۵] ابن ماجہ مشکوٰۃ ص۶۶ [۶] مسلم مشکوٰۃ ص۶۰
[۷] بخاری مشکوٰۃ ص۶۶ [۸] صحیحین مشکوٰۃ ص۶۶ [۹] ترمذی ابنِ ماجہ مشکوٰۃ ص۶۳۔

کا وقت پہچاننا ۔ (۶) جونسی نماز پڑھے اُس کی نیت دل میں کرنا ۔ (۷) تکبیر تحریمہ[1] کہنا ۔ جب[2] کوئی عذر نہ ہو تو کھڑے ہو کر نماز پڑھنا کیونکہ معذور پر قیام مُعاف ہے ۔ بیٹھے خواہ لیٹے اشاروں سے نماز صحیح ہو جائے گی ۔ (۹)[3] امام اور مقتدی اور مسبوق اور اکیلے کو الحمد پڑھنا ، اگر الحمد پڑھنا جانتا ہو ، ورنہ اُسے الحمد سیکھنا فرض ہے ۔ جب تک الحمد یاد نہ ہو تسبیح و تہلیل سے نماز پڑھا کرے نماز صحیح ہو جائے گی ۔ (۱۰) رکوع[4] پورا کرنا سُنّت کے مطابق ۔ (۱۱)[5] خدا کی پاکی بیان کرنے کو رکوع کے بعد تسلی اور چین کے ساتھ کھڑا ہونا ۔ (۱۲)[6] نہایت اطمینان کے ساتھ سُنّت کے موافق دو سجدے کرنا (۱۳)[7] دونوں سجدوں کے بیچ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق بیٹھنا ۔ (۱۴)[8] آخر تشہد میں التحیات اور درود شریف پڑھنے کے لئے بیٹھنا ۔ (۱۵) دائیں[9] بائیں سلام پھیرنا ۔[10] ان پندرہ شرطوں میں سے اگر ایک بھی عمداً ترک کریں گے تو نماز نہ ہوگی ۔

---

۱ پارہ ۲ رکوع ۱ و صحیحین مشکوٰۃ ص ۶۰

۲ صحیحین مشکوٰۃ ص ۶۷

۳ صحیحین مشکوٰۃ ص ۷

۴ ترمذی مشکوٰۃ ص ۶۸

۵ ترمذی ، نسائی ، مشکوٰۃ ص ۶۸

۶ ابوداؤد ، دارمی ، مشکوٰۃ ص ۶۸

۷ ابوداؤد ، دارمی ، مشکوٰۃ ص ۶۸

۸ ابوداؤد ، دارمی ، مشکوٰۃ ص ۶۸

۹ ابوداؤد ، دارمی ، مشکوٰۃ ص ۶۸

۱۰ ابوداؤد ، دارمی ، مشکوٰۃ ص ۶۸

نمازِ پنج گانہ

ا۔ نماز کا مُطابق سُنّت ادا کرنا

جب نماز پڑھنے کھڑے ہوں تو دل میں خیال کریں کہ ہم یہاں کس کے سامنے کون سے کام کے لئے کھڑے ہیں اور یقینی طور پر جان لیں کہ ہم جس کے رُوبرُو کھڑے ہیں وہ ہمارا اکیلا معبُود ہے۔ اللہ اس کا پاک نام ہے۔ اُس کا کوئی شریک نہیں۔ ہم سب اُس کے عاجز بندے ہیں اور اس کے حکم سے اس کی تعظیم کرنے اور اسے نذر و نیاز دینے کیلئے حاضر ہوئے ہیں۔ ازاں بعد اس برحق معبُود کو عرشِ عظیم پر قائم سمجھ کر اس کی طرف متوجہ ہوں اور دل میں یقین کر لیں کہ ہم گویا اس سچے معبُود کو کعبہ شریف کی طرف سے عرشِ عظیم پر قائم اور اپنی طرف مخاطب دیکھ رہے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے دربار کی حضوری کے لئے دن رات میں پانچ وقت ٹھہرائے ہیں جنہیں اُس نے ہمیں اپنے حضور میں حاضر ہونے کا حکم دے کر ہماری عزت افزائی کی ہے۔

جب بندے اس بادشاہِ حقیقی کے دیوانِ خاص یعنی مسجد میں حاضر ہوں تو دل میں سوچیں کہ یہ کون سے دربار کا وقت ہے؟ اور یہ بھی معلوم کریں کہ ہم فرض نماز پڑھتے ہیں یا نفل؟ اسی سوچنے کو نماز کی نیت کہتے ہیں۔ زبان سے اوقات وغیرہ کا نام لینا نیت نہیں ہے بلکہ بدعت ہے کیونکہ یہ کسی حدیث سے ثابت نہیں۔

جب بندے یہاں تک پہنچ جائیں تو قبلے[1] کی طرف منہ کر کے دونوں ہاتھ کانوں[2] یا مونڈھوں تک اٹھائیں اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ کر[3] دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کے پہنچے پر رکھ کر سینے پر ہاتھ باندھیں ۔ اسی کو تکبیر تحریمہ اور تکبیر اولیٰ کہتے ہیں تکبیر تحریمہ کے بعد آہستہ سے یہ[4] دعا پڑھیں جو سب سے زیادہ صحیح اور متفق علیہ ہے۔

اَللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِيْ وَ بَيْنَ خَطَايَایَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ ط اَللّٰهُمَّ نَقِّنِيْ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ ط اَللّٰهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَایَ بِالْمَآءِ وَ الثَّلْجِ وَ الْبَرَدِ ط

الٰہی مجھ میں اور میرے گناہوں میں اسی قدر دوری ڈال دے جس قدر تو نے پورب پچھم میں دوری ڈالی ہے۔ خداوندا تو مجھے گناہوں سے ایسا پاک کر جیسا سفید کپڑا میل سے پاک کیا جاتا ہے۔ خداوندا تو میرے گناہوں کو پانی اور برف اور اولوں سے دھو ڈال۔

پھر آہستہ[5] وہ تعوذ پڑھیں جو سب میں اصح تر ہے۔ وہ یہ ہے :

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ مِنْ هَمْزِهٖ وَنَفْخِهٖ وَنَفْثِهٖ ط

میں سننے والے، جاننے والے خدا کی پناہ مانگتا ہوں شیطان مردود کے خطرے اور وسوسے اور پھونک سے۔

ازاں[6] بعد خفیہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط پڑھیں ۔ بِسْمِ اللّٰهِ بنا بر صحیح حدیث، قرآن کی ہر سورت کی ایک آیت ہے ۔ جہری نماز میں پکار کر اور سری نماز میں آہستہ سے پڑھنا بہتر ہے۔ لیکن[7] بہت سی صحیح حدیثیں بِسْمِ اللّٰه کے خفیہ پڑھنے میں آئی ہیں اور پکار کر پڑھنے کی روایتوں سے خفیہ پڑھنے کی روایتیں

---

[1] ابن ماجہ ص ۲۱ [2] بخاری ص ۱۰۲ [3] بلوغ المرام ص ۱۳ [4] بخاری، مسلم مشکوٰۃ ص ۶۹ [5] ابو داؤد، ابن ماجہ، مشکوٰۃ ص ۷۰ [6] بلوغ المرام باب صفۃ الصلوٰۃ [7] مسلم مشکوٰۃ ص ۲۹۳ ۔

اکثر واضح تر ہیں۔ پھر[1] بھی جب کوئی شخص بِسْمِ اللّٰہِ پکار کر پڑھے تو اس پر انکار نہ کیا جائے۔ پھر[2] امام مقتدی اور تنہا نمازی سورۂ فاتحہ پڑھیں اور جب[3] سورۂ فاتحہ ختم کر چکیں تو سب آمین کہیں۔ آمین کے بارے میں جو جہر کی روایتیں آئی ہیں وہ اصح اور اقویٰ ہیں۔ امام[4] اور اکیلا نمازی فجر اور مغرب اور عشاء کی نمازوں کی پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور قرآن مجید کی چند آیتیں یا کوئی سورت پکار کر پڑھے۔ اگر اکیلا نمازی ان نمازوں میں آہستہ قرأت کرے گا تو کچھ مضائقہ نہیں لیکن مقتدی[5] ہرگز نہ پکار کر نہ پڑھیں بلکہ اسی طرح آہستہ پڑھیں کہ خود سنیں یا زیادہ سے زیادہ پاس والا نمازی معلوم کر سکے کہ یہ کچھ پڑھ رہا ہے۔ ظہر و عصر[6] کی نمازیں سب چپکے سے پڑھیں۔ جہری نماز کی پہلی دو رکعتوں میں مقتدی اَلْحَمْد شریف کے سوا اور کچھ نہ پڑھیں۔ صرف امام کی قرأت کان لگا کر سنیں۔ گو امام سے اس قدر فاصلے پر ہوں کہ اس کی قرأت سننے میں نہ آتی ہو۔ ہاں[7] جہری نماز کی پچھلی دو ایک رکعت میں اور ظہر اور عصر کی چاروں رکعتوں میں مقتدی اَلْحَمْد شریف کے علاوہ قرآن شریف میں سے کچھ اور بھی پڑھ سکتے ہیں۔ سورۂ فاتحہ کی ہر آیت[8] کو جدا جدا ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں اور آیت کے آخری حرفوں کو قدرے کھینچیں۔ اس طرح سے پڑھنے والوں پر اللہ کی طرف سے شاباشی آتی ہے۔

مسبوق[9] کو چاہیئے کہ جس حالت پر امام کو پائے فوراً شریک جماعت ہو جائے اور نماز کا جتنا حصہ باقی رہ جائے امام کے سلام پھیرنے کے بعد پورا کرے۔ مسبوق[10] وہ ہے جس کی کوئی رکعت جماعت سے رہ گئی ہو۔

---

[1] بلوغ المرام ص۱۸ [2] مسلم مشکوٰۃ ص۷۱ [3] ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی، مشکوٰۃ ص۷۲ [4] مسلم مشکوٰۃ ص۷۲ [5] مسلم م ص۱۷۱ [6] بخاری مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۷۵ [7] ابوداؤد مشکوٰۃ م ص۱۱۳ [8] ترمذی مشکوٰۃ ص۱۸۱ [9] مؤطا امام مالک ص۱۲۷ [10] ابوداؤد، دارمی، مشکوٰۃ ص۶۸۔

الغرض جب[1] قرأت پوری کر چکیں تو اَللّٰهُ اَکْبَرُ کہہ کے رکوع میں جائیں اور دونوں ہاتھ مونڈھوں تک یا کانوں تک اٹھائیں۔ دونوں ہاتھوں کی انگلیاں کھلی رکھیں۔ کمر کو اونچا نہ کریں بلکہ ہموار رکھیں اور گھٹنوں[2] کو ہاتھ سے مضبوط پکڑیں[3] اور سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ[4] تین بار یا زیادہ کہیں۔ حضرت[5] عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں اکثر یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ۔ رکوع[6] میں قرآن پڑھنا منع ہے۔

پھر جب[7] رکوع سے سر اٹھائیں تو اپنے دونوں ہاتھ کندھوں خواہ کانوں تک[8] اٹھائیں اور سیدھے کھڑے ہو جائیں۔ اگر امام ہے تو

سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ یا سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْأَ السَّمٰوَاتِ وَمِلْأَ الْأَرْضِ وَمِلْأَ مَا شِئْتَ مِنْ شَیْءٍ بَعْدُ۔

اللہ نے اس کی بات سنی جس نے اسکی تعریف کی۔ اے اللہ اے ہمارے پروردگار تیرے ہی لئے تعریف ہے۔ آسمانوں بھر اور زمینوں بھر اور بقدر بھرنے اس چیز کے کہ چاہے تو بعد اس کے۔

مقتدی کو رکوع سے اٹھنے کے بعد[9] اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ یا[10] رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيْهِ کہنا چاہیئے۔ ان دعاؤں کا ترجمہ یہ ہے

اے ہمارے رب تیرے ہی لئے حمد ہے۔ اے ہمارے رب تیرے ہی لئے تعریف ہے بہت پاک تعریف۔

ازاں[11] بعد اَللّٰهُ اَکْبَرُ کہہ کر سجدے میں جائیں اور تین[12] دفعہ یا زیادہ

---

[1] بلوغ المرام باب صفت الصلوٰۃ [2] بلوغ المرام باب صفۃ الصلوٰۃ [3] بلوغ المرام باب صفۃ الصلوٰۃ
[4] ترمذی، ابوداؤد، دارمی، مشکوٰۃ ص۷۵ [5] صحیحین مشکوٰۃ ص۷۴ [6] مسلم مشکوٰۃ ص۷۴
[7] ابوداؤد، دارمی، مشکوٰۃ ص۶۸ [8] مسلم مشکوٰۃ ص۶۹ [9] صحیحین مشکوٰۃ ص۷۲
[10] بخاری مشکوٰۃ ص۷۲ [11] ابوداؤد، دارمی، مشکوٰۃ ص۶۸ [12] ترمذی، ابوداؤد، مشکوٰۃ ص۷۵

سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی یا	پاک ہے میرا رب بہت اونچا۔
سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِکَ اللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ۔	اے خدا تو پاک ہے اے ہمارے رب ہم پاکی بیان کرتے ہیں تیری تعریف کے ساتھ۔ یا الٰہی مجھے بخش دے۔

کہیں۔ سجدے[۲] میں کپڑوں کو سمیٹیں اور پیشانی اور ناک اور دونوں ہاتھوں اور گھٹنوں اور قدموں کے دونوں پنجوں پر سجدہ کریں۔ سجدے[۳] میں کلام اللہ شریف نہ پڑھیں۔ اور[۴] ہاتھوں کی انگلیوں کو کھلا رکھیں نہ سمٹا۔ پاؤں کی انگلیوں کے سروں کا منہ قبلہ رُخ کریں اور[۵] دونوں ہاتھ زمین پر کانوں کے سامنے رکھیں اور کہنیاں اونچی رکھیں۔ اس طرح پر کہ اگر بکری کا بچہ نیچے سے گزرنا چاہے تو با آسانی گذر جائے اور[۶] بغلوں کی سفیدی صاف نظر آئے۔ (حدیث سے اسی طرح نماز مردوں اور عورتوں کی ثابت ہے۔ دونوں کی نماز میں کوئی فرق نہیں۔) کتے کی طرح[۷] دونوں ہاتھ بچھانے منع ہیں۔

جب[۸] پہلے سجدے سے سر اٹھائیں تو بایاں پاؤں بچھا کر اس پر اطمینان سے بیٹھیں اس قدر کہ ہر ہڈی اپنے ٹھکانے پر آجائے۔ اسے جلسہ[۹] کہتے ہیں۔ اس جلسہ[۱۰] میں یہ دعا پڑھنی مسنون ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاھْدِنِیْ وَعَافِنِیْ وَارْزُقْنِیْ۔ (منتقی الاخبار)	خداوندا مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم کر اور میرے نقصان کو پورا کر اور مجھے ہدایت دے اور روزی نصیب کر۔

ازاں[۱۱] بعد دوسرا سجدہ کریں اور اس میں وہی تسبیحیں پڑھیں جو پہلے سجدے

---

[۱] صحیحین مشکوٰۃ صہ ۷۴ [۲] بخاری صہ ۱۱۲ [۳] مسلم مشکوٰۃ صہ ۷۴ [۴] بلوغ المرام باب صفۃ الصلوٰۃ [۵] مسلم ج مطبوعہ نولکشور صہ ۱۹۴ [۶] مسلم مطبوعہ نولکشور صہ ۱۹۴ [۷] صحیحین مشکوٰۃ صہ ۷۵ [۸] صحیحین مشکوٰۃ صہ ۷۵ [۹] ابوداؤد، ترمذی، دارمی ج ۱ مشکوٰۃ صہ ۶۸ [۱۰] منتقی الاخبار صہ ۲۳ [۱۱] ترمذی، ابوداؤد، دارمی مشکوٰۃ صہ ۷۵۔

میں پڑھی تھیں۔ پھر[1] اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ کے سجدے سے سر اٹھائیں اور بایاں پاؤں موڑ کر اس پر اتنی دیر آرام سے بیٹھیں کہ ہر ہڈی اپنے اپنے ٹھکانے پر آجائے۔ پھر[2] زمین پر دونوں ہاتھ ٹیک کر دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہوں۔ اور جس طرح کہ پہلی رکعت پڑھی تھی اسی طرح دوسری پڑھیں۔ مگر اس میں دُعا استفتا نہیں ہے اور جب[3] دوسری رکعت کے دونوں سجدوں سے فارغ ہوں تو بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھیں اور داہنا پاؤں کھڑا کریں۔ دایاں ہاتھ داہنے گھٹنے پر اور بایاں بائیں پر رکھ کر پڑھیں۔

[4] اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ ۝ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ؕ

منہ سے کہنے کی بندگی اللہ کے لئے ہے اور بدن کی بندگی اور پاک مال کی بندگی اللہ ہی کے لئے ہے۔ سلام تم پر اے نبی اللہ کے اور رحمت اللہ کی اور برکتیں اس کی سلام ہم پر اور اللہ کے نیک بخت بندوں پر ہے۔ گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے بندے ہیں اور رسول اس کے۔

جب[5] التحیات پڑھنی شروع کریں تو ترپن کا عقد کر کے انگلی اٹھائیں اور انگوٹھے کے پاس کی انگلی سے اشارہ کریں۔ جب[6] تیسری رکعت کے لئے اٹھنے لگیں تو زمین پر دونوں ہاتھ ٹیک کر اٹھیں اور کھڑے[7] ہو کر دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائیں۔ پھر تیسری[8] چوتھی رکعت بھی اسی طرح پڑھیں جیسا کہ پہلی دوسری رکعت پڑھی ہے۔

---

[1] ترمذی، ابوداؤد، دارمی، ابن ماجہ، مشکوٰۃ صہ ۶۹ [2] بخاری صہ ۱۱۴ [3] بلوغ المرام باب صفۃ الصلوٰۃ [4] بخاری صہ ۱۱۴ [5] بلوغ المرام باب صفۃ الصلوٰۃ۔ [6] بخاری صہ ۱۰۴ [7] بخاری صہ ۱۰۲ [8] ابوداؤد، ترمذی مشکوٰۃ صہ ۶۹۔

لیکن جب آخری رکعت میں بیٹھیں تو بایاں پاؤں نکال کر بائیں جانب کے کولہے پر بیٹھیں (اس کو تورّک کہتے ہیں) پھر خفیہ التحیات پڑھ کر یہ درود پڑھیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰۤى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰۤى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰۤى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۔ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰۤى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰۤى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰۤى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ [2]

الٰہی رحمت بھیج محمدؐ پر اور آلِ محمدؐ پر جیسے کہ رحمت بھیجی تو نے ابراہیمؑ اور آلِ ابراہیم پر بے شک تو تعریف کیا گیا ہے بزرگی والا۔ اللہ برکت بھیج محمدؐ پر اور آلِ محمدؐ پر جیسے برکت بھیجی تو نے ابراہیمؑ اور آلِ ابراہیمؑ پر بے شک تو تعریف کیا گیا ہے بزرگی والا۔

درود کے بعد یہ دعا پڑھیں۔ [3]

اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ ظَلَمْتُ نَفْسِىْ ظُلْمًا كَثِيْرًا وَّلَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّاۤ اَنْتَ فَاغْفِرْ لِىْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِىْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ

خداوندا میں نے اپنی جان پر بہت ہی بڑا ظلم کیا اور بجز تیرے کوئی اور گناہوں کو بخش نہیں سکتا۔ پس تو مجھے بخش دے۔ بخشنا خاص اپنے پاس سے اور مجھ پر رحم کر بیشک تو بخشنے والا مہربان ہے۔ الٰہی! میں عذابِ قبر سے پناہ مانگتا ہوں۔

---

[1] ابوداؤد، دارمی، مشکوٰۃ ص۶۱

[2] صحیحین مشکوٰۃ ص۸۶

[3] صحیحین مشکوٰۃ ص۸۶

اَلدَّجَّالِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَاءِ وَفِتْنَةِ الْمَمَاتِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْمَاْثَمِ وَالْمَغْرَمِ۔

اور دجال[ع] کے فتنے سے دوری چاہتا ہوں اور زندگی اور موت کے فتنے سے پناہ مانگتا ہوں خداوندا میں گناہ اور قرض سے پناہ مانگتا ہوں۔

پھر[۲] داہنی طرف گردن پھیر کر اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ اور اسی طرح بائیں طرف اور[۱] رَحْمَۃُ اللّٰہِ کے ساتھ وَبَرَکَاتُہٗ کہنا بھی جائز ہے۔

۲- فجر کی نماز

فجر کی نماز میں اول دو[۲] رکعت سنتِ مؤکدہ ہیں، پھر دو رکعت فرض۔ سنتوں[۳] کی پہلی رکعت میں سورۂ کافرون اور دوسری میں سورۂ اخلاص پڑھنا۔ یا[۴] پہلی رکعت میں آیہ قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰہِ اور دوسری میں آیہ قُلْ یٰٓاَھْلَ الْکِتٰبِ تَعَالَوْا الخ پڑھنا صحیح حدیثوں میں آیا ہے کہ صبح کے فرضوں[۵] میں سورۂ ق[۶] یا سورۂ مؤمنون[۷] اور کبھی سورۂ[۸] وَاللَّیْلِ اور سورۂ کُوِّرَتْ پڑھنا مسنون ہے۔ اگر وقت[۹] کم ہو تو سورۂ فلق اور سورۂ وَالنَّاس ہی پر اکتفا کرنا درست ہے۔ جمعہ[۱۰] کے دن صبح کی پہلی رکعت میں سورۂ سجدہ اور دوسری میں سورۂ دھر پڑھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

ع کانے دجال کا اس قدر فتنہ ہوگا کہ حضورؐ نے فرمایا کہ اتنا بڑا فتنہ کبھی امت پر نہ آئے گا۔ فی زمانہ بعض مفسدوں نے دجال کی حدیث کا انکار کر دیا ہے۔ مسلمانو! ان سے بچنا۔

۱ صحیحین مشکوٰۃ ۲ ترمذی مشکوٰۃ ص۸۰ ۳ ابوداؤد چھاپہ اول مطبوعہ دہلی ص۱۶۲
۴ مسلم مشکوٰۃ ص۷۲ ۵ مسلم مشکوٰۃ ص۷۲ ۶ مسلم مشکوٰۃ ص۷۲ ۷ مسلم مشکوٰۃ ص۷۲
۸ مسلم مشکوٰۃ ص۷۱ ۹ مظاہر حق ص۳۱ ۱۰ صحیحین مشکوٰۃ ص۷۲۔

کبھی کبھی آپ نے صبح کی دو رکعتوں میں سورۃ اِذَا زُلْزِلَتْ بھی پڑھی ہے۔

فجر کی سنتیں[1] پڑھ کر دائیں کروٹ پر لیٹنا سنت ہے۔ اگر یہ سنتیں جماعت میں شریک ہونے کی وجہ سے رہ گئی ہوں تو فرضوں کے بعد پڑھ لیں[2]۔ فجر کی سنتوں کے علاوہ اور کوئی نماز فرضوں کے بعد سورج نکلنے تک پڑھنا درست نہیں۔ آنحضرت[3] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فجر کی دو سنتیں دنیا وما فیہا سے بہتر ہیں۔ اور[4] فرمایا کہ جو شخص نماز میں اپنی قرأت سورۂ اخلاص پر ختم کرتا ہے خدا تعالےٰ اسے بے حد دوست رکھتا ہے۔ سورۂ[5] اخلاص تہائی قرآن کے برابر ہے۔ سورۂ فاتحہ قرآن کی ماں ہے آیۃ الکرسی قرآن کی تمام آیتوں سے افضل ہے۔

صبح کے فرضوں میں امام اور اکیلا نمازی بھی پکار کر قرأت کرے۔ آنحضرت[6] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے صبح اور عشاء کی نماز جماعت سے پڑھی گویا اس نے ڈیڑھ رات کے برابر نماز پڑھی اور[7] فرمایا کہ صبح کی نماز میں رات دن کے فرشتے جمع ہوتے ہیں اور[8] فرمایا جس نے صبح کی نماز پڑھ لی وہ اللہ کی امان میں آگیا جو اسے تکلیف دے گا دوزخ میں ڈالا جائے گا۔ صبح[9] کے فرضوں میں دوسری رکعت میں کسی حادثہ اور بلا کے نازل ہونے پر یا مخالفوں کی برائی سے محفوظ رہنے کے لئے رکوع سے کھڑے ہو کر دعائے قنوت پڑھنا حدیث سے ثابت ہے۔

آنحضرت[10] صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز ایسے وقت ادا فرماتے کہ جب

---

[1] بخاری صہ ۲؎ [2] مسند امام احمد ترمذی مشکوٰۃ صہ ۸۶ [3] مسلم مشکوٰۃ صہ ۹۶
[4] مسلم م صہ ۸۲۹ [5] مسلم م صہ ۲۸ [6] مسلم م صہ ۱۰۴؎ [7] مسلم م صہ ۱۰۱؎
[8] مسلم م صہ ۱۳۲؎ [9] ابوداؤد، نسائی مشکوٰۃ صہ ۱۰۵
[10] صحیحین مشکوٰۃ صہ ۵۲۔

عورتیں نماز سے فارغ ہو کر جاتیں تو اندھیرے کی وجہ سے پہچانی نہ جاتیں۔

آپ[1] فجر کی دو سنتوں کی بہت ہی محافظت کرتے اور تمام نفلی نمازوں سے بڑھ کر آپ کو ان کا خیال رہتا۔ آپ[2] صبح کی نماز پڑھ کر مصلے پر تشریف رکھتے۔ صحابہ[2] ایام جاہلیت کے واقعات بیان کرتے اور آپ مسکرا دیا کرتے۔ آپ[2] فرمایا کرتے کہ فجر کی دو[2] رکعتیں دنیا و مافیہا سے افضل ہیں۔

۳۔ ظہر کی نماز

ظہر[3] کے وقت فرضوں سے پیشتر چار رکعت نماز پڑھنی سنت ہے اور[4] بعض حدیثوں سے دو رکعت بھی ہیں۔ حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا (الحدیث) اس کے بعد چار رکعت فرض اور[5] دو رکعت سنت۔ نمازی[6] مختار ہے کہ سنتوں میں جو چاہے قرأت کرے لیکن فرضوں میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ واللیل یا سورۂ اعلیٰ اور کبھی سورۂ طارق گا ہے سورۂ لقمان یا سورۂ ذاریات کی کوئی آیت پڑھنا مسنون ہے۔

ظہر[8] کے فرضوں میں آنحضرت[9] صلی اللہ علیہ وسلم کبھی قرأت بڑی کرتے کبھی مختصر۔ آپ کی پہلی رکعت سے دوسری رکعت ہلکی ہوتی ہے۔ ظہر[10] کے چاروں فرض رکعتوں میں امام اور مقتدی کے لئے سورۂ فاتحہ کے علاوہ کوئی اور سورت

۱؎ صحیحین مشکوٰۃ ص۹۶ ۲؎ مسلم مشکوٰۃ ص۹۶ ۳؎ ترمذی مشکوٰۃ ص۹۵
۴؎ صحیحین مشکوٰۃ ص۹۲ ۵؎ صحیحین مشکوٰۃ ص۹۶ ۶؎ صحیحین مشکوٰۃ ص۱۰۷
۷؎ مسلم مشکوٰۃ ص۱۰۷۔ ۸؎ نسائی مشکوٰۃ ص۱۰۷ ۹؎ صحیحین مشکوٰۃ ص۱۰۷
۱۰؎ مسلم ج ۱ ص۱۸۵۔

بھی چپکے سے پڑھنا مسنون ہے لیکن اگر پچھلی[1] دونوں رکعتوں میں صرف اَلحَمد شریف ہی پر اکتفا کریں تو بھی کافی ہے۔

فرضوں سے پیشتر کی چار سنتیں خواہ ایک سلام کے ساتھ پڑھیں یا دو سلام کے ساتھ، دونوں باتیں جائز ہیں۔ آنحضرت[2] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص ظہر کی ان چھ یا آٹھ سنتوں پر مداومت کرے گا یعنی چار سنتیں فرضوں سے پیشتر اور چار فرضوں کے بعد ہمیشہ پڑھتا رہے گا اللہ تعالےٰ اس پر دوزخ حرام کر دے گا۔ زوال[3] کے وقت نماز پڑھنا اور میت کو دفن کرنا اور نماز جنازہ ادا کرنا حرام ہے۔ ظہر کے فرضوں کے بعد صرف دو رکعت سنتیں ہیں جو لوگ ان سنتوں کے بعد دو رکعت نفل بیٹھ کر پڑھتے ہیں ان کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی ثبوت نہیں لہٰذا بدعت ہے۔

۴۔ عصر کی نماز

عصر کی چار رکعتیں فرض ہیں۔ اس نماز میں[4] سورۂ فاتحہ کے بعد چھوٹی چھوٹی سورتیں چپکے چپکے پڑھیں جیسے ظہر کے فرضوں میں پڑھی تھیں بلکہ[5] بہتر ہے کہ ان سے بھی مختصر ہوں۔ اس[6] نماز میں بھی امام اور مقتدی سورۂ فاتحہ کے ساتھ جونسی سورت چاہیں پڑھ سکتے ہیں۔

قرآن[7] شریف میں عصر کی نماز کو صلوٰۃ الوسطےٰ فرمایا گیا ہے اور خاص کر اس نماز کی محافظت کا تاکیدی حکم دیا گیا ہے۔ آنحضرت[8] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص نماز عصر پر ہمیشگی کرے گا وہ دوزخ میں نہ جائے گا اور جو شخص[9] نماز

---

[1] صحیحین مشکوٰۃ ص ۷۱ [2] احمد، ترمذی، ابو داؤد، نسائی و ابن ماجہ مشکوٰۃ ص ۹۰
[3] مسلم مشکوٰۃ ص ۸۶ [4] مسلم مشکوٰۃ ص ۷۱ [5] نسائی مشکوٰۃ ص ۷۳ [6] صحیحین مشکوٰۃ ص ۷۱ [7] سورۂ بقر پارہ ۳ [8] مسلم مشکوٰۃ ص ۵۲ [9] صحیحین مشکوٰۃ ص ۵۲۔

عصر ترک کردیتا ہے۔ اس کے سارے عمل اکارت اور گئے گذرے ہو جاتے ہیں۔ وہ شخص ایسا مفلس ہو جاتا ہے کہ گویا اس کا تمام مال و متاع اور اہل و عیال لوٹ لئے گئے۔

عصر[1] کے فرضوں کے بعد سورج چھپنے تک کوئی نماز بھی درست نہیں لیکن ہاں اسی[2] دن کی فرض نماز قضا پڑھنا جائز ہے۔ کعبہ شریف میں ہر وقت نماز پڑھنا درست ہے۔ جب[3] سورج غروب ہونے لگے تو نہ نماز جنازہ ہی پڑھنا جائز ہے نہ میت کو دفن ہی کرنا درست ہے۔ جس[4] طرح ظہر کی دوسری رکعت پہلی سے خفیف ہونی چاہیئے اسی طرح عصر کی دوسری رکعت بھی پہلی سے ہلکی ہونی چاہیئے۔ عصر[5] و مغرب کے درمیان کھانا پینا جائز ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر بعد عصر اپنی بیوی حضرت زینبؓ کے ہاں شربت وغیرہ پیتے تھے۔ یہ محض اہل بدعت کی بناوٹ ہے کہ بعد عصر مغرب تک کچھ نہ کھایا پیا جائے۔ ظہر و عصر کی نماز میں جب[6] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قرأت کرتے تو صحابہؓ کو بعض آیتیں سنائی دیتیں۔ عصر[7] کے فرضوں سے پیشتر چار رکعتیں اور دو رکعتیں[8] سنت بھی حدیث سے ثابت ہیں۔ آنحضرت[9] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص فرض عصر سے پیشتر چار رکعت سنت پڑھے خدا اس پر رحم فرمائے۔ رَحِمَ اللّٰهُ اِمْرَأً صَلّٰى قَبْلَ الْعَصْرِ اَرْبَعًا۔

۵۔ مغرب کی نماز

مغرب کے وقت تین رکعت نماز فرض ہے۔ پھر[10]

---

[1] مسلم مشکوٰۃ صہ ۹۶ [2] مسلم مشکوٰۃ صہ ۸۸ [3] نسائی مشکوٰۃ صہ ۹۶ [4] بلوغ المرام صہ ۱۵ [5] صحیحین مشکوٰۃ صہ ۱۰۱ [6] ترمذی مشکوٰۃ صہ ۹۶ [7] ابوداؤد مشکوٰۃ صہ ۹۶ [8] احمد ترمذی ابوداؤد مشکوٰۃ صہ ۹۶ [9] صحیحین مشکوٰۃ صہ ۹۶ [10] صحیحین مشکوٰۃ صہ ۹۶

دو رکعت سنت مغرب[1] کے فرضوں سے پیشتر سورج ڈوبنے کے بعد بھی دو رکعتیں سنتیں ہیں مگر مؤکدہ نہیں۔ فرضوں[2] کے بعد کی سنتوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر سورۂ کافرون اور سورۂ اخلاص پڑھا کرتے تھے[3] اور یہ سنتیں اکثر اوقات تو مکان ہی پر ادا فرمایا کرتے تھے مگر کبھی کبھی مسجد شریف میں بھی پڑھ لیا کرتے تھے۔ مغرب[4] کے فرضوں میں کبھی آپ سورۂ طور کبھی مُرسلات گاہے[5] اعراف گاہے[6] انعام و دخان پڑھتے۔ مغرب کی پہلی دو رکعت فرضوں میں امام کو پکار کر قرأت کرنی چاہیئے لیکن مقتدی[7] بجز اَلحمد شریف کے کچھ نہ پڑھیں۔ ہاں تیسری رکعت میں امام اور مقتدی چاہیں تو صرف الحمد شریف ہی پر اکتفا کریں۔ چاہے اس کے ساتھ کچھ اور بھی ملا لیں۔ فرض مغرب کے بعد کی دو رکعتیں سنت مؤکدہ ہیں انہیں جلدی سے پڑھ لینا چاہیئے۔ ان کے بعد جو دو رکعت نفل بیٹھ کر پڑھتے ہیں وہ محض بدعت ہے۔

۶۔ عشاء کی نماز

عشاء کے وقت چار رکعت فرض ہیں۔ ازاں[8] بعد دو رکعت سنت مؤکدہ فرضوں کی پہلی دو رکعتوں میں قرأت پکار کر کرنی چاہیئے اور پچھلی دو رکعت میں آہستہ۔ آنحضرت[9] صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کے فرضوں میں سورۂ فاتحہ کے بعد اکثر اوقات تو سورۂ وَالشَّمْسِ اور وَالضُّحٰی پڑھا کرتے تھے لیکن کبھی وَاللَّیْلِ اور سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ اور کبھی اور سورتیں بھی پڑھتے۔ آپ قرآن مجید نہایت خوش آوازی سے پڑھا کرتے۔ آپؐ سے زیادہ خوش الحان

---

۱ صحیحین مشکوٰۃ ص ۹۶ ۲ ابن ماجہ مشکوٰۃ ص ۷۲ ۳ صحیحین مشکوٰۃ ص ۹۶ ۴ صحیحین مشکوٰۃ ص ۷۱ ۵ نسائی مشکوٰۃ ص ۷۴ ۶ ابوداؤد مشکوٰۃ ص ۷۲ ۷ صحیحین مشکوٰۃ ص ۹۶ ۸ مسلم مشکوٰۃ ص ۷۱ ۹ صحیحین مشکوٰۃ ص ۷۱

کوئی نہ تھا۔ ہر رکعت[1] میں کامل ایک سورت پڑھنا یا دونوں رکعتوں میں ایک سورت آدھی آدھی کر کے پڑھنا بہر صورت جائز ہے۔ نمازی مختار ہے کہ نماز میں مذکورہ سورتوں کے علاوہ جہاں سے چاہے قرآن پڑھے۔

پنجگانہ نمازوں میں بارہ رکعتیں سنتِ مؤکدہ ہیں۔ نمازِ فجر کے پہلے دو، ظہر سے پیشتر چار اور بعد کو دو، مغرب کے بعد دو، عشاء کے بعد دو۔ آنحضرت[2] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص یہ بارہ رکعتیں پڑھے گا اس کیلئے ہر روز جنت میں ایک گھر بنایا جائے گا۔

بہتر تو یہ ہے کہ نماز میں قرآن شریف کی سورتیں بہ ترتیب پڑھیں لیکن اگر کوئی جان بوجھ کر کبھی سورتوں میں تقدیم و تاخیر بھی کرے گا تو نماز میں کچھ نقصان واقع نہ ہوگا۔

۷۔ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ

حدیث کی کتابوں میں آیا ہے کہ بغیر سورۂ فاتحہ کے نماز نہیں ہوتی۔ چنانچہ ایک[3] جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا ہے کہ

لَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَأْ بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ ۔ یعنی جو شخص سورۂ فاتحہ نہیں پڑھتا اس کی نماز نہیں ہوتی۔

ایک[4] جگہ یوں فرمایا کہ:

مَنْ صَلّٰی صَلٰوۃً لَّمْ یَقْرَأْ فِیْھَا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ فَھِیَ خِدَاجٌ ثَلٰثًا غَیْرُ تَمَامٍ ۔ یعنی جو شخص کوئی ہی نماز پڑھے اور اس میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھے تو وہ نماز ناقص یعنی ادھوری ہے آپ نے تین دفعہ ایسی نماز کو ناقص فرمایا۔

---

[1] ابو داؤد مشکوٰۃ مترجم صـ ۲۰۳ [2] مسلم مشکوٰۃ صـ ۹۵ [3] مسلم مشکوٰۃ صـ ۷۰

[4] مسلم مشکوٰۃ صـ ۷۰۔

صحابہ[1] رضی اللہ عنہم نمازِ فجر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے قرآن پکار کر پڑھتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ جب میں نماز میں پکار کر قرأت کیا کروں تو تم سورۂ فاتحہ کے علاوہ اور کچھ نہ پڑھا کرو۔ کیونکہ جو شخص نماز میں اَلحَمد شریف نہیں پڑھتا اس کی نماز نہیں ہوتی۔ اسی[2] بنا پر ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوہریرہؓ کو حکم فرمایا کہ مدینے کی گلیوں میں منادی کردو کہ بغیر سورۂ فاتحہ کے نماز نہیں ہوتی۔

مقتدی امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ آہستہ پڑھیں اور امام کی قرأت پر دھیان لگائے رکھیں۔ اگر امام سورۂ فاتحہ سنت کے خلاف جلدی جلدی پڑھے اور ہر آیت کے ختم پر وقفہ نہ کرے یا سورۂ فاتحہ کے آخیر پر وقف نہ کرے تو مقتدی بلا لحاظ کسی امر کے امام کے ساتھ ساتھ یا آگے پیچھے جہاں پر موقع پائیں سورۂ فاتحہ پڑھیں۔ کسی حالت میں ترک نہ کریں۔

مسئلہ: مقتدی نے امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنی شروع کی۔ ابھی کچھ پڑھنی باقی تھی کہ امام نے رکوع کردیا تو مقتدی کو چاہیئے کہ سورۂ فاتحہ جلدی سے ختم کرکے رکوع میں چلا جائے۔ اگر سورۂ فاتحہ زیادہ پڑھنی باقی ہو تو رکوع میں جا ملے اور یہ رکعت بعد کو پڑھ لے۔

مسئلہ: اگر امام رکوع میں ہو اور کوئی شخص پیچھے سے آکر شامل ہو اور رکعت ہاتھ نہ لگی ہو تو اُسے بعد کو یہ رکعت ادا کرنی چاہیئے کیونکہ آنحضرت[3] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس قدر نماز امام کے ساتھ پاؤ اسے ادا کرو اور جو نہ پاؤ اُسے پورا کرو۔

مسئلہ: رکعت[4] ملنے کی حرص میں دوڑ کر جماعت میں ملنا منع ہے۔

---

[1] ابوداؤد، نسائی، ترمذی، مشکوٰۃ صفحہ ۸۳ [2] جزء القرأت امام بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۹ و فتح القدیر ج ۲ صفحہ ۹۳ [3] صحیحین فتح ۱ صفحہ ۸۶ [4] منتقی الاخبار صفحہ ۹۸

مسئلہ: جس رکعت میں کوئی سا رکن بھی فوت ہو جائے گا وہی رکعت از سر نو پڑھنی ہو گی۔ مدرک رکوع کی رکعت ہرگز نہیں[1] ہوتی اس لئے کہ اس نے نہ سورۂ فاتحہ پڑھی اور نہ قیام کیا۔

۸- آمین کہنے کی تاکید

مغرب[2] وعشاء اور صبح کی نماز میں جب امام اور مقتدی سورۂ فاتحہ کی پچھلی آیت کو ختم کر چکیں تو پہلے امام پھر مقتدی پکار کر آمین کہیں لیکن زیادہ شور نہ مچائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صرف اس قدر آواز سے آمین کہتے کہ اوّل صف کے لوگ سن لیتے مگر تمام صحابیوں کی آواز سے مسجد نبوی صلعم گونج اٹھتی تھی۔ آمین کی فضیلت میں بہت سی حدیثیں وارد ہیں۔ آنحضرت[3] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب امام آمین کہے تو اس کے ساتھ تم بھی آمین کہو کیونکہ جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے مطابق پڑے گی سارے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

فائدہ: بعض ضعیف حدیث اور ضعیف[5] آثار میں آمین کا آہستہ کہنا آیا ہے مگر اس کے اصلی معنے سمجھنے میں بعض لوگوں نے بڑی غلطی کی ہے اس لئے وہ آمین بالجہر کی حدیثوں کی مخالفت کر کے آمین کو آہستہ ہی کہنا جائز بتاتے ہیں۔ آہستہ آمین کہنے کی صحیح معنے اس مثال سے خوب ذہن نشین ہو سکتے ہیں کہ جب مدرسہ کے بچے بہت شور سے پڑھنے لگ جاتے ہیں تو استاد انہیں کہتا ہے کہ بچو! آہستہ پڑھو۔ چنانچہ وہ آہستہ پڑھنے لگ جاتے ہیں۔

---

[1] جزء القراءۃ امام بخاری — [2] ابن ماجہ ص ۱۳۰

[3] ابن ماجہ ص ۱۳۰ — [4] بخاری مشکوٰۃ ص ۱۷

[5] ترمذی ص ۴۹۔

پس آہستہ آمین کہے یہ معنی ہیں کہ بہت شور نہ مچایا جائے نہ وہ معنی جو یہ حضرات سمجھ گئے ہیں۔ اس معنی کی صحت پر آیہ[1]

وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذَٰلِكَ سَبِيلًا | یعنی نماز میں نہ تو بہت چلاؤ نہ چپکے ہی سے پڑھو بلکہ درمیانی آواز یعنی آہستہ سے پڑھو۔

پس آہستہ کے یہ معنی ہیں جو قرآنی آیت نے سمجھا دیئے اور یہی معنی بعض محققین حنفیہ نے بھی کئے ہیں۔ چنانچہ علامہ ابن ہمام جو ایک بڑے حنفی عالم گذرے ہیں اپنی کتاب فتح القدیر شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں کہ آہستہ آمین[2] کہنے کے یہ معنی ہیں کہ زیادہ شور سے آمین نہ کہی جائے۔ خلاصہ یہ کہ جب پیغمبر آخرالزماں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیثوں میں آمین کا پکار کے کہنا بالتصریح موجود ہے تو ہمیں ضروری ہے کہ ان کے آگے سر تسلیم خم کر دیں اور تعصب و ہٹ دھرمی کو بالائے طاق رکھیں۔ مولانا عبدالحی حنفی لکھنوی شرح وقایہ کے حاشیے پر لکھتے ہیں کہ آمین بالجہر کی حدیثیں اقویٰ اور اصح ہیں اور آمین بالسر کی روایت ضعیف ہے۔

جب امام آمین کہہ چکے تو قدرے وقفہ کر کے قرأت شروع کرے۔ اس وقفے کو سکتہ کہتے ہیں۔

۹۔ رفع الیدین

رفع یدین کہتے ہیں دونوں ہاتھ مونڈھوں یا کانوں تک اٹھانے کو۔ آنحضرت[3] جب نماز شروع کرتے اور جب رکوع میں جاتے اور جب رکوع سے اٹھتے تو

---

[1] پارہ ۵ سورۂ بنی اسرائیل [2] فتح القدیر مطبوعہ نول کشور صا ۱۲۱ [3] ابوداؤد، دارمی، ترمذی ابن ماجہ مشکوٰۃ صـ ۲۸

رفع یدین کیا کرتے تھے۔

ف حدیث شریف کی کتابوں کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ رفع الیدین سُنّتِ مؤکدہ ہے۔ اس لئے کہ اس بارے میں بہت سی صحیح اور معتبر حدیثیں آئی ہوئی ہیں۔ امام بخاریؒ نے اس بیان میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے اور رفع الیدین کی حدیث کے متواتر ہونے کا دعوٰے کیا ہے۔ امام بخاریؒ کے علاوہ اکثر علماء اُمّت نے اس کے سُنّت ہونے پر اجماع قائم کیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آخیر عمر شریف تک رفع الیدین کرنا ثابت کیا ہے۔ بڑے بڑے علمائے احناف بھی رفع یدین کے سُنّت ہونے اور اس کے منسوخ نہ ہونے کے قائل ہیں۔ مگر بعض متاخرین احناف اسے سُنّت نہیں کہتے بلکہ رفع الیدین کرنے والوں کو بُرا بھلا کہتے ہیں۔ منصف مزاج اگر حدیث کی کتابوں کو بہ نظرِ غور دیکھے گا تو صاف طور پر معلوم ہو جائے گا کہ رکوع میں جاتے اور رکوع سے اٹھتے اور تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہوتے وقت رفع الیدین کرنا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّتِ مؤکدہ ہے۔ نماز خواہ فرض ہو یا سُنّت یا نفل سب میں رفع یدین کرنا مسنون ہے۔ امام بیہقی اپنی سُنن میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے ناقل ہیں۔ فَمَا زَالَتْ تِلْكَ صَلٰوتُهٗ حَتّٰى لَقِىَ اللّٰهَ یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم انتقال کے دن تک برابر رفع الیدین کرتے رہے۔ علی بن مدینی امام بخاریؒ کے اُستاد کہتے ہیں کہ یہ حدیث اللہ کی مخلوق پر حجت ہے۔ ملاحظہ ہو نصب الرایہ علامہ جمال الدین زیلعی حنفی۔ سردی کی وجہ سے کپڑے کے اندر سے ہاتھ نکال کر رفع یدین کرنا اور پھر ہاتھ ڈھانک لینا حدیث سے ثابت ہے۔

ؔ

لہ مالا بد مؤلفہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی و تعلیق شرح مؤطا امام محمد مولفہ مولوی عبدالحئی۔ لکھنوی۔ ؔ مسلم مشکوٰۃ مترجم صفحہ ۴۱ ؔ بخاری مطبوعہ احمدی صفحہ ۱۱۷ ؔ مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۸۰

۱۰۔ نماز کے بعد مسنون وظیفہ و دعا

امام[1] جب نماز پڑھ کر سلام پھیرے تو کبھی داہنی طرف کے مقتدیوں اور کبھی بائیں جانب کے مقتدیوں کی طرف منہ کر کے بیٹھ جائے۔ امام اور[2] مقتدی سلام پھیرتے ہی اول تین بار بلند آواز سے اَللّٰہُ اَکْبَرُ ط اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ۔ کہیں۔ پھر ذیل کی دعائیں پڑھیں۔

(۱) اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَ مِنْکَ السَّلَامُ تَبَارَکْتَ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ ط

خداوندا تو سلامتی والا ہے اور تجھ ہی سے سلامتی ملتی ہے۔ اے بزرگی و بخشش والے تو بڑا بابرکت ہے۔

(۲)[3] لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اَللّٰھُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا یَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْکَ الْجَدُّ ط

اللہ کے سوا کوئی پرستش کے قابل نہیں وہ اکیلا ہے۔ اس کا شریک نہیں۔ اس کیلئے سلطنت اور اسی کے لئے تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ اے اللہ جو چیز تو عطا کرے اسے کوئی باز رکھنے والا نہیں اور جس چیز کو تو منع کر دے اسے کوئی دینے والا نہیں اور تیرے سامنے دولت مند کی دولت کبھی فائدہ نہیں دیتی۔

(۳)[4] اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْجُبْنِ وَ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْبُخْلِ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ اَنْ اُرَدَّ اِلٰی

خداوندا میں تجھ سے نامردی سے پناہ مانگتا ہوں اور بخیلی سے پناہ مانگتا ہوں اور نکمی عمر کی طرف پھیرے

---

[1] بخاری ص۱۱۷ — [2] مسلم مشکوٰۃ ص۸۰

[3] صحیحین مشکوٰۃ ص۸۱ — [4] بخاری مشکوٰۃ ص۸۰

اَرْذَلِ الْعُمُرِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا وَعَذَابِ الْقَبْرِ۔ | جانے سے پناہ مانگتا ہوں اور دنیاوی فتنہ اور عذاب قبر سے پناہ مانگتا ہوں۔

(۴) اَللّٰهُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ۔ | الٰہی اپنے ذکر و شکر اور اپنی اچھی عبادت کرنے پر میری مدد فرما۔

آنحضرت[۲] صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ صحابی کو وصیت کی تھی کہ معاذ رضی اللہ عنہ تم ہر فرض نماز کے پیچھے اس دعا کو ضرور پڑھنا۔

(۵) اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِكَ وَتَحَوُّلِ عَافِيَتِكَ وَفُجَاءَةِ نِقْمَتِكَ وَجَمِيْعِ سَخَطِكَ۔ | الٰہی میں تیری نعمت کے زوال سے تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اور تیری عافیت کے پھرنے اور تیرے عذاب کے یکایک آنے اور تیری تمام ناخوشیوں سے پناہ مانگتا ہوں۔

آنحضرت[۳] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص ہر فرض نماز کے پیچھے اٰیَةُ الْكُرْسِیْ پڑھے گا اُسے جنت میں داخل ہونے سے موت کے علاوہ اور کوئی چیز نہ روکے گی یعنی مرتے ہی سیدھا جنت میں چلا جائے گا۔ یہی فضیلت قُلْ هُوَ اللّٰهُ پڑھنے والوں کی ہے۔

آنحضرت[۴] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہر نماز کے پیچھے تینتیس ۳۳ دفعہ سُبْحَانَ اللّٰهِ اور اسی قدر اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور چونتیس بار اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہے۔ پھر ایک دفعہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ کہے تو اس کے سارے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ اگرچہ دریا کے جھاگ کے برابر کیوں نہ ہوں۔

---

[۱] بلوغ المرام باب صفت الصلوٰۃ
[۲] بلوغ المرام باب الذکر والدعا۔
[۳] بیہقی مشکوٰۃ صہ ۸۱
[۴] مسلم مشکوٰۃ صہ ۸۱۔

اور فرمایا کہ جو شخص[1] ہر روز سو دفعہ سُبْحَانَ اللّٰہِ کہے گا اس کے اعمال نامے میں ہر روز سو نیکیاں لکھی جائیں گی اور فرمایا[2] جو شخص صبح کی نماز کے بعد تین مرتبہ یہ دعا پڑھے سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ عَدَدَ خَلْقِہٖ وَ رِضٰی نَفْسِہٖ وَزِنَۃَ عَرْشِہٖ وَ مِدَادَ کَلِمَاتِہٖ۔ تو قیامت کے دن سب سے زیادہ درجہ پائے گا۔

آنحضرت[3] صلی اللہ علیہ وسلم اکثر یہ دعا پڑھتے تھے رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ ترجمہ: اے ہمارے پروردگار! ہمیں دُنیا میں بھی نیکی دے اور آخرت میں بھی۔ اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔

آنحضرت[4] صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ جو شخص صبح کی نماز کے پیچھے سُورج نکلنے تک اور نماز عصر کے بعد سُورج ڈوبنے تک نماز کی جگہ بیٹھ کر ذکرِ الٰہی میں مصروف رہے گا۔ اسے ہر روز حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد میں سے چار غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا۔

آپؐ[5] نے یہ بھی فرمایا کہ جو شخص صبح کی نماز جماعت سے[6] پڑھے پھر وہیں بیٹھ کر ذکرِ الٰہی میں مصروف رہے۔ ازاں بعد دو رکعت نماز اشراق پڑھے تو اسے پورے حج اور عمرے کا ثواب ملے گا۔ تین دفعہ آپؐ نے یوں ہی فرمایا:

الغرض نماز کے بعد جو کچھ چاہیں اللہ سے مانگیں۔ آنحضرت[6] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ فرضوں کے بعد دُعا بہت ہی قبول ہوتی ہے۔ آپؐ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جب[7] تم اللہ سے دُعا مانگو تو اپنے ہاتھوں کے اندر والے رُخ سے

---

[1] صحیحین مشکوٰۃ ص ۱۹۳ [2] مسلم مشکوٰۃ ص ۱۹۲ [3] بخاری مطبوعہ احمدی ص ۹۴۵
[4] ابوداؤد مشکوٰۃ ص ۸۱ [5] ترمذی مشکوٰۃ ص ۸۱ [6] ابوداؤد مترجم ص ۳۵۱
[7] ابوداؤد مشکوٰۃ ص ۱۹۶۔

دُعا مانگو اور اُنہیں منہ[1] پر پھیرو اور[2] فرمایا کہ جب اللہ کا بندہ دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتا ہے تو اللہ کو اس بات سے حیا آتی ہے کہ اُنہیں خالی ہاتھ پھیرے۔

دُعا مانگتے وقت ہاتھ اٹھالے اور اپنے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں منہ کے سامنے کرنے اور دُعا مانگ کر ہاتھ منہ پر ملنے مسنون ہیں۔ حدیث[3] میں آیا ہے کہ دُعا مانگتے وقت ہاتھوں کا اندر والا رُخ منہ کے سامنے رہے۔ اُوپر کی جانب نہ رہے یعنی الٹے ہاتھ کرکے دُعا مانگنی چاہیئے۔ ہاں[4] استسقاء کی دعا میں الٹے ہاتھ کرکے دعا مانگنی چاہیئے۔ اور[5] فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھاکر دعاء مانگنا جائز ہے۔

آنحضرت[6] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نماز دو رکعت ہے اور ہر دو رکعت کے پیچھے التحیات ہے اور عاجزی وغریبی کا ظاہر کرنا ہے۔ پھر دونوں ہاتھوں کا ہتھیلیوں کی طرف سے اٹھانا ہے تو اس وقت بندے کو کہنا چاہیئے کہ اے میرے رب اے میرے رب۔ جس نے ایسا نہ کیا اس کی نماز ناقص اور نامکمل ہے۔ چونکہ یہ دلیلیں عام ہیں۔ اس لئے ہر نماز کے پیچھے ہاتھ اٹھا کر جو چاہیں اللہ سے مانگیں بالکل جائز و درست ہے۔

آنحضرت[7] صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دُعا کے وقت اپنے ہاتھ یہاں تک اُونچا کرتے تھے کہ آپ کے بغلوں کی سفیدی پیچھے سے نظر آتی تھی۔ آنحضرت[8] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص دُعا نہیں مانگتا اللہ اس پر ناراض ہوتا ہے۔ و[9] اور فرمایا

---

[1] ابوداؤد مشکوٰۃ صـ۱۸۷ [2] ترمذی ابوداؤد بیہقی مشکوٰۃ صـ۱۸۷ [3] ابوداؤد مشکوٰۃ صـ۱۸۷

[4] مسلم مطبوعہ نولکشور صـ۲۹۳ [5] یہ حدیث مولوی سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی اور مولوی عبدالحیٔ لکھنوی کے اس فتوے میں ہے جو جامع صغیر کے آخر میں لگا ہوا ہے۔ [6] مظاہر حق جلد ۲ صـ۲۲۵

[7] بیہقی مشکوٰۃ صـ۸۸ [8] ترمذی مشکوٰۃ صـ۱۸۷ [9] مسند امام احمد ترمذی، ابوداؤد، نسائی،

دعا کرنا عبادت ہے۔ فرضوں کے سلام پھیرنے کے بعد امام اور مقتدی کا ہاتھ اُٹھا کر ایک ساتھ دعا مانگنا ضروری نہیں ہے۔

۱۱۔ نماز میں افعالِ جائز و ناجائز

اگر نمازی[۱] مکان کے اندر نماز پڑھتا ہو اور کوئی شخص ناواقفی سے اُسے پکارے تو مرد اُسے سُبْحَانَ اللّٰهِ کہہ کر اور عورت دستک دے کر اطلاع دے سکتی ہے۔ نماز[۲] میں سجدے کی جگہ سے ایک مرتبہ کنکر وغیرہ ہٹا دینا جائز ہے۔ اگر ان سے کسی طرح کی ایذا پہنچے ورنہ منع ہے۔ فرض نماز میں[۳] اِدھر اُدھر دیکھنا منع ہے۔ ہاں نفلی نماز میں بوقت ضرورت کبھی کبھی دیکھنے کا مضائقہ نہیں۔ اگر نماز میں جماہی آئے تو حتی المقدور منہ نہ کھولے اور جس طرح سے ہو سکے جماہی کو روکے۔ منہ سے لفظ ہا نہ نکالے کیونکہ نماز میں جماہی لینے سے شیطان منہ میں داخل ہوتا اور ہنستا ہے۔ نماز[۴] میں منہ پر ہاتھ رکھ کر جماہی بند کرنا جائز ہے۔
اگر چھینکنے[۵] والا نماز میں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيْهِ مُبَارَكًا عَلَيْهِ كَمَا يُحِبُّ رَبُّنَا وَيَرْضٰى ط کہے تو کچھ مضائقہ نہیں بلکہ ثواب ملتا ہے۔ چھینکنے والا جب[۶] یہ دعا پڑھے تو نمازی کو اس کے جواب میں یَرْحَمُكَ اللّٰهُ کہنا منع ہے۔

اثنائے نماز میں اگر سانپ بچھو کو مار ڈالے یا بچے کو گود میں لے کر نماز پڑھے تو اس سے نماز فاسد و مکروہ نہیں ہوتی۔ آنحضرت[۷] صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ مسجد میں صحابہؓ کو نماز پڑھا رہے تھے اور زینبؓ کی بیٹی امامہؓ آپ کے کندھے پر

۱؎ صحیحین، مشکوٰۃ صـ۸۴ ۲؎ ترمذی، مشکوٰۃ صـ۸۴ ۳؎ صحیحین، مشکوٰۃ صـ۸۳
۴؎ ابن ماجہ، مشکوٰۃ صـ۸۳ ۵؎ ترمذی، ابوداؤد، نسائی، مشکوٰۃ صـ۸۳ ۶؎ مشکوٰۃ صـ۸۲
۷؎ مظاہر حق صـ۳۶۵۔

سوار تھیں۔ جب آپ رکوع کرتے تو بچی کو بٹھا دیتے اور سجدے سے کھڑے ہوتے وقت کندھے پر چڑھا لیتے۔ آپ[1] نے فرمایا کہ نماز کی حالت میں سانپ بچھو کو مار ڈالو۔

نماز میں[2] سجدے کی جگہ پھونکنا منع ہے۔ دعا[3] کے وقت نماز میں آسمان کی طرف نگاہ اُٹھا کر دیکھنا منع ہے۔ آنحضرت[4] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ ہمیشہ بندے کی طرف منہ کئے رہتا ہے۔ مگر جب بندہ فرض نماز میں اِدھر اُدھر دیکھتا ہے تو اللہ بھی اس کی طرف سے منہ پھیر لیتا ہے۔

جابر[5] صحابیؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھا کرتے تھے۔ جب زمین گرم ہوتی تو ریت مٹھی میں ٹھنڈی کر کے سجدے کی جگہ ڈالتے اور اس پر سجدہ کیا کرتے۔

نمازی[6] کو اگر کوئی سلام علیک کرے تو اُسے ہاتھ کے پنجوں سے زمین کی طرف اشارہ کر دینا جائز ہے۔ سلام کا جواب منہ سے دینا منع ہے کیونکہ وہ ایک قسم کا شغل ہے اور شغل نماز میں جائز نہیں۔ نمازی[7] کو چاہیئے کہ اپنی نگاہ سجدے کی جگہ گاڑھے رکھے۔

اگر[8] کسی کو پیشاب پاخانے کی حاجت ہو تو پہلے اس سے فارغ ہو جائے ورنہ نماز نہیں ہوگی۔ نماز[9] میں اگر ہوا خارج ہو جائے تو نیت توڑ کر پھر وضو کر لے اور از سرِ نو نماز پڑھے۔ اگر نماز[10] کی حالت میں معلوم ہو جائے کہ موزے یا جوتے نجاست آلودہ ہیں تو حالت نمازہی میں اُتار ڈالے۔

لہ مسند امام احمد، ترمذی، نسائی، مشکوٰۃ صہ ۸۴ ۔ ۲ہ ترمذی مشکوٰۃ صہ ۸۲ ۔ ۳ہ مسلم مشکوٰۃ صہ ۸۲ ۔ ۴ہ مسند امام احمد، ابوداؤد، نسائی، دارمی مشکوٰۃ ۔ ۵ہ ابوداؤد، نسائی مشکوٰۃ صہ ۸۲ ۔ ۶ہ صحیحین مشکوٰۃ صہ ۸۲ ۔ ۷ہ بیہقی مشکوٰۃ صہ ۸۲ ۔ ۸ہ بلوغ المرام صہ ۱ ۔ ۹ہ ابوداؤد مشکوٰۃ صہ ۸۴ ۔ ۱۰ہ ابوداؤد، دارمی، مشکوٰۃ صہ ۱۶۸ ۔

آنحضرت[۱] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم یہودیوں کی مخالفت کرو وہ جوتوں اور موزوں سے نماز نہیں پڑھتے تم پڑھا کرو۔ جو شخص[۲] پائجامہ یا تہبند ٹخنوں تک لٹکا کر نماز پڑھتا ہے اس کی نماز نہیں ہوتی۔ اللہ[۳] کے خوف سے نماز میں رونا جائز ہے۔ تاریک مکان میں نماز پڑھنا درست ہے۔ نفلی[۴] نماز پڑھتے ہوئے سامنے کا دروازہ کھول دینا جائز ہے۔

۱۲۔ سجدۂ سہو

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا قَامَ یُصَلِّیْ جَآءَ الشَّیْطَانُ فَلَبَسَ عَلَیْهِ حَتّٰى لَا یَدْرِیْ كَمْ صَلّٰى فَاِذَا وَجَدَ ذٰلِكَ اَحَدُكُمْ فَلْیَسْجُدْ سَجْدَتَیْنِ وَهُوَ جَالِسٌ[۵]

یعنی تم میں سے جب کوئی شخص نماز پڑھنے کھڑا ہوتا ہے تو اس کے پاس شیطان آکر شبہ ڈال دیتا ہے یہاں تک کہ وہ نہیں جانتا کہ میں نے کتنی رکعتیں پڑھی ہیں تو جب کوئی شخص یہ بات پائے تو بیٹھے بیٹھے دو سجدے کرلے۔

جسے[۶] نماز میں شک پڑ جائے کہ میں نے تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار تو وہ شک کو دُور کرے اور جس قدر اسے رکعتوں کا یقین ہے اسی پر بنا کر کے سلام پھیرنے سے پیشتر دو سجدے کرے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی نماز پڑھتا ہے تو شیطان آتا ہے اور نمازی کو بھلاتا بہکاتا ہے۔ پس وہ طرح طرح کے خیالات

۱؎ ابوداؤد مشکوٰۃ ص ۶۸ ۲؎ مظاہر حق ص ۲۶۷۔
۳؎ مسند امام احمد مشکوٰۃ ص ۵۳ ۴؎ مسند امام احمد، ابوداؤد، ترمذی مشکوٰۃ ص ۶۸ ۵؎ مسلم جلد اوّل ص ۲۱۱ ۶؎ صحیحین مشکوٰۃ ص ۸۴۔

میں ڈوب جاتا ہے اور[1] نہیں جانتا کہ کس قدر رکعتیں پڑھی ہیں ؟ سو تمھیں چاہیئے کہ کمی کا تعین کرو۔ اگرچہ دو تین میں شک ہو تو دو[2] ہی سمجھو۔ اور اگر تین چار میں شبہ پڑے تو تین ہی پر یقین کرو اور ایک رکعت پڑھ کر شک کو دُور کرو۔ پھر[3] آخر کی التحیات اور درُود شریف پڑھ کر سہو کے دو سجدے کر کے اُسی وقت سلام پھیر دو۔

سلام پھیرنے کے بعد بھی سجدۂ سہو کی بہُت سی صحیح حدیثیں وارد ہوئی ہیں۔ سلام پھیرنے[4] اور سجدۂ سہو کرنے کے بعد التحیات پڑھنے کی بابت جو حدیث آئی ہے وُہ قوی نہیں ہے اگر کوئی شخص اس پر بھی عمل کر لے تو مضائقہ نہیں۔

نماز[5] میں خواہ اکیلا ہو خواہ امام، اگر کوئی چیز بھُول جائے گا تو سہو کے دو سجدے کرنے پڑیں گے۔ اگر امام نماز میں بھُول جائے تو سہو کے[2] دو سجدے کرے۔ اور مقتدی بھی امام کے ساتھ دو سجدے کریں۔ بخلاف اس کے اگر مقتدی نماز میں سہو کریں گے تو ان پر سجدۂ سہو کے سجدے واجب نہ ہوں گے۔ جب[5] امام نماز میں بھُول جائے تو کوئی مقتدی اسے سُبْحَانَ اللّٰہِ کہہ کر یاد دلا دے۔

امام اگر پہلے قعدے میں نہ بیٹھے اور کھڑا ہو جائے تو مقتدیوں کو بھی اس کے ساتھ کھڑا ہو جانا چاہیئے۔ پھر آخری رکعت میں سلام پھیرنے سے پہلے امام بیٹھے بیٹھے دو سجدے کرے اور مقتدی بھی اس کے ساتھ ایسا ہی عمل میں لائیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کئی مرتبہ نماز میں سہو واقع ہوا ہے۔ ایک دفعہ[6]

---

[1] مسلم مشکوٰۃ ص۹۲ [2] ترمذی مشکوٰۃ ص۹۵ [3] بلوغ المرام باب سجود السہو

[4] بلوغ المرام باب سجود السہو [5] صحیحین مشکوٰۃ ص۹۳

[6] صحیحین مشکوٰۃ ص۹۳۔

ظہر یا عصر کی نماز میں آپؐ نے دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیا تھا۔ پھر ایک صحابیؓ کی یاد دہانی پر آپؐ نے سلام پھیرنے کے بعد سہو کے دو سجدے ادا کئے اور فرمایا[1] میں بھی تم ہی جیسا آدمی ہوں۔ جیسا تم بھولتے ہو ویسا ہی میں بھول جاتا ہوں۔ جب مجھے سہو ہوا کرے تم یاد دلا دیا کرو۔ ایک[2] مرتبہ آپؐ ظہر کی نماز پڑھا رہے تھے۔ بیچ کے قعدے میں نہ بیٹھے۔ آخیر کے قعدے میں التحیات اور درود شریف پڑھ کر سلام پھیرا[3] اور فرمایا کہ جب کوئی شخص دو رکعتیں پڑھ چکے اور بیچ کا قعدہ بھول کر کھڑا ہو جائے۔ اگر سیدھا کھڑا ہونے سے پیشتر یاد آجائے تو فوراً بیٹھ جائے نہیں تو نہ بیٹھے اور نماز کے آخر میں سہو کے دو سجدے کرے۔

ایک[4] دفعہ آپؐ نے عصر کی نماز پڑھائی اور تین رکعتیں پڑھ کر سلام پھیر دیا۔ بعد ازاں حجرہ شریف میں تشریف لے گئے۔ ایک صحابیؓ نے مکان پر جا کر آپ کو یاد دلایا۔ آپؐ اسی وقت مسجد میں تشریف لائے اور جماعتیوں سے تصدیق فرما کر ایک رکعت پڑھ کر سلام پھیرا اور دو سجدے کر کے اسی وقت نماز سے باہر آگئے۔

یہ ہیں تین طریقے سجدۂ سہو کے جو بالکل صحیح اور درست ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کسی نے بھولے سے پانچ رکعتیں پڑھی ہیں تو ان دونوں سجدوں کی ایک رکعت بن کر چھ ۶ رکعتیں ہو جائیں گی یعنی چار رکعت فرض اور دو نفل اور اگر اس نے پوری رکعتیں پڑھی ہوں گی تو یہ سجدے شیطان کی ذلت کا سبب ہوں گے۔ جب نماز میں کسی طرح کا شک پڑ جائے تو آخر میں سہو کے دو سجدے کر لینے سے نماز صحیح ہو جاتی ہے۔

---

[1] صحیحین مشکوٰۃ ص ۵۸ [2] صحیحین مشکوٰۃ ص ۸۵ [3] ابوداؤد، ابن ماجہ مشکوٰۃ ص ۸۵ [4] مسلم مشکوٰۃ ص ۸۲۔

امام[۱] اور مقتدی اگر نماز کی بھول کی بابت کچھ گفتگو کرلیں تو بھی نماز میں کچھ نقصان واقع نہیں ہوتا۔ مقتدی سے اگر نماز کا کوئی رکن چھوٹ جائے گا تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد وہ رکعت اُسے دوبارہ پڑھنی پڑے گی کیونکہ سہو کے سجدے نقصان کی تلافی نہیں کر سکتے۔

نمازی[۲] ایک یا دونوں سجدے بھول کر کھڑا ہو جائے۔ جب یاد آئے فوراً سجدہ ادا کرلے اور بعد میں نماز کے آخر سہو کے دو سجدے ادا کرلے۔ نماز خواہ فرض ہو یا سنت یا نفل سب میں سہو کی حالت میں دو سجدے کرنے چاہئیں کئی دفعہ کی بھول چوک کے واسطے صرف ایک ہی دفعہ نماز کے آخیر میں سہو کے دو سجدے کر لینے کافی ہیں۔

۱۲۔ تلاوتِ قرآن کے سجدے

نماز[۳] کے اندر یا باہر جب سجدۂ تلاوت کی کوئی آیت پڑھیں یا سنیں تو ایک سجدہ کرنا سنت ہے۔ یہ سجدہ[۴] وضو کے ساتھ کرنا بہتر ہے لیکن بے وضو بھی جائز اور درست ہے۔ تلاوتِ[۵] قرآن کا سجدہ پندرہ جگہ سنت ہے[۶]
(۱) اَعْرَاف میں آخر سورۃ پر۔ (۲) رَعْدْ میں لفظ اٰصَال کے بعد۔ (۳) نَحْلْ میں یُؤْمَرُوْنَ کے بعد۔ (۴) بَنِیْ اِسْرَائِیْل میں خُشُوْعًا کے بعد۔ (۵) مَرْیَمْ میں بُکِیًّا کے بعد۔ (۶) حَجّ میں ایک سجدہ یَشَاءُ کے بعد اور (۷) دوسرا تُفْلِحُوْنَ کے بعد (۸) فُرْقَان میں نُفُوْرًا کے بعد۔

---

[۱] مسلم مشکوٰۃ ص ۹۴ [۲] مسلم مشکوٰۃ ص ۸۵
[۳] مظاہر حق ص ۳۵۸ [۴] مظاہر حق ص ۳۵۸
[۵] ابوداؤد، ابنِ ماجہ، مشکوٰۃ ص ۵۸ [۶] ابنِ ماجہ ص ۱۶۷
[۷] ابوداؤد، ابنِ ماجہ، مشکوٰۃ ص ۵۸ [۸] ابنِ ماجہ ص ۱۶۷

(۹) نمل میں الْعَظِيْمِ کے بعد اور بقول بعض يُعْلِنُوْنَ کے بعد۔ (۱۰) الٓمّٓ تَنْزِيْل میں لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ کے پیچھے اور (۱۱) صٓ میں مَآب کے پیچھے۔ (۱۲) سُوْرَۃ فُصِّلَتْ میں يَسْئَمُوْنَ کے بعد اور بعض کے نزدیک تَعْبُدُوْنَ کے بعد (۱۳) وَالنَّجْمِ میں[۱] آخیر سورت پر اور[۲] (۱۴) اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ میں لَا يَسْجُدُوْنَ کے بعد۔ (۱۵) سُوْرَۃ عَلَق میں[۳] آخیر سورت پر۔

نماز[۴] کے اندر یا باہر جب کہ ان آیتوں میں سے کوئی آیت پڑھے یا سُنے تکبیر کہہ کے سجدہ کرے۔ سواری کی حالت میں اگر کوئی سجدے کی آیت پڑھے۔ یا سُنے تو زین پر دونوں ہاتھ رکھ کر سجدہ کرے اور جو لوگ پیدل ہوں زمین پر سجدہ کریں۔

آنحضرت[۵] صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدے کی کوئی آیت شب کو پڑھتے تو سجدے میں یہ دعا پڑھا کرتے۔

سَجَدَ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ خَلَقَهٗ وَصَوَّرَهٗ وَشَقَّ سَمْعَهٗ وَبَصَرَهٗ بِحَوْلِهٖ وَقُوَّتِهٖ ط	میرے منہ نے اُس کے لئے سجدہ کیا۔ جس نے اسے بنایا اور اپنی قوت و قدرت کے ساتھ اس کے کان اور آنکھیں پیدا کیں۔

آنحضرت[۶] صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدوں کی آیات پر اکثر تو سجدہ کیا ہے مگر کبھی نہیں بھی کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کے کل سجدے مسنون ہیں فرض و واجب نہیں اور حکم تمام سجدوں کا یکساں ہے۔

---

۱ ابوداؤد، مشکوٰۃ ص ۸۵
۲ نسائی مشکوٰۃ ص ۸۶
۳ بخاری مشکوٰۃ ص ۸۵
۴ مسلم مشکوٰۃ ص ۸۵
۵ مسلم مشکوٰۃ ص ۸۵
۶ ابوداؤد و مشکوٰۃ ص ۸۶
۷ ابوداؤد، ترمذی، نسائی مشکوٰۃ ص ۸۶
۸ صحیحین مشکوٰۃ ص ۸۵
۹ بلوغ المرام باب السہو وغیرہ۔

۱۴۔ سجدۂ شکر

اگر کسی[1] کو کوئی خوشی پیش آئے تو اُسے سجدۂ شکر بجالانا اور سجدے[2] میں دیر تک پڑا رہنا چاہیئے۔ آنحضرت[3] صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی خوشی کی بات ظاہر ہوتی تو آپؐ اللہ کے سامنے سجدے میں گر پڑتے۔ ایک دن آپ[4] نے نہایت لمبا سجدہ کیا اور سرِ مُبارک اٹھا کر فرمایا کہ جبریل نے آکر مجھے خوش خبری دی اور میں نے اللہ کا شکر ادا کرنے کے لئے سجدہ کیا۔

آنحضرت[4] صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ حضرت علیؓ کو یمن کی طرف بھیجا۔ جب حضرت علیؓ نے اہلِ یمن کے اسلام لانے کا حال آپؐ کو لکھا تو آپؐ نے یہ خوشخبری سُن کر سجدۂ شکر ادا کیا۔

ایک[5] دفعہ آپؐ نے مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کی جانب سفر کیا۔ صحابہؓ ساتھ تھے۔ آپ ایک مقام پر سواری سے اُترے اور دونوں ہاتھ مبارک اُٹھا کر اُمّت کے لئے دعائے مغفرت فرمائی اور سجدۂ شکر ادا کیا اور فرمایا: میں نے جنابِ الٰہی میں اپنی اُمّت کے گناہوں کی بخشش کی دعا مانگی۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے تہائی امت عطا فرمائی۔ اس لئے میں نے سجدۂ شکر ادا کیا۔ اس کے بعد پھر آپؐ نے دعا مانگی اور سجدہ کر کے ارشاد فرمایا کہ میں نے اپنی اُمّت کے لئے اللہ کی رضامندی اور مغفرت چاہی اور اس نے مجھے دُوسری تہائی اُمّت عطا فرمائی۔ اس لئے میں نے سجدۂ شکر ادا کیا۔ ازاں بعد آپؐ نے پھر دعا فرمائی اور سجدہ ادا کر کے فرمایا۔ میں نے اپنی اُمّت کیلئے اللہ سے معافی چاہی اور اللہ نے مجھے باقی تہائی اُمّت عنایت فرمائی اس لئے میں نے سجدۂ شکر ادا کیا۔

---

[1] بلوغ المرام باب السہو وغیرہ [2] بلوغ المرام صد ۲۳ [3] بلوغ المرام۔
[4] مسند امام احمد، ابوداؤد [5] مظاہر حق صد ۱۵۷۔

ف حضرت کی یہ دعائے مغفرت اُن ہی اُمتیوں کیلئے ہوئی ہے جو لوگ صحیح آپ کے اُمتی ہیں یعنی شرک و کفر اور جملہ بدعتوں سے بیزار توحید پر مضبوط سُنّت پر جاں نثار ہیں اور بر مقتضائے بشریت ان سے دنیا میں لغزشیں اور خطائیں سرزد ہوگئی ہیں۔ لہٰذا آپ نے سچا اُمتی سمجھ کر ان کے حق میں دعائے مغفرت فرمائی اور مغفرت کی خوش خبری پا کر جناب الٰہی میں سجدۂ شکر ادا کیا۔ مشرک و بدعتی نہ تو اُمّتِ محمدی ہونے کا حق رکھتے ہیں نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے لئے دعائے مغفرت کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ نہ اللہ نے ایسے جھوٹے منکرینِ رسالت کی مغفرت کا وعدہ کیا ہے بلکہ اپنے مقدس کلام میں ایسے لوگوں کو جو کہ زبان سے صرف اُمتی ہونے کا دعوٰے کرتے ہیں صاف طور پر ظالم و کافر فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

كَيْفَ[1] يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّجَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ	یعنی اللہ ایسے لوگوں کو کیوں ہدایت کرے جو مسلمان ہونے کے پیچھے منکر ہوگئے اور گواہی دی کہ پیغمبر (محمدؐ) سچا رسول ہے اور آئیں ان کے پاس روشن دلیلیں اور اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں کرتا۔

پس جب اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو کافر و ظالم فرمائے تو پھر بھلا ان کیلئے کیسی مغفرت ہونے لگی۔

۱۵۔ نماز میں امامت

آنحضرت[2] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: اِذَا كَانُوْا ثَلَاثَةً فَلْيَؤُمَّهُمْ اَحَدُهُمْ وَاَحَقُّهُمْ بِالْاِمَامَةِ اَقْرَؤُهُمْ (رواہ مسلم)

---

[1] سورۂ آل عمران رکوع ۸ [2] مسلم مطبوعہ نول کشور صہ ۲۳۲۔

یعنی تین آدمی ہوں تو ان میں سے ایک شخص امام بنے اور امامت کے قابل اور حق دار وہ شخص ہے جو سب سے اچھا قرآن شریف پڑھتا ہو۔

مسلم کی دوسری روایت میں ہے کہ آنحضرت[۱] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قوم کا امام وہ شخص ہو جو سب میں قرآن اچھا پڑھتا ہو اور اگر قرآن کے پڑھنے میں ... برابر ہوں تو وہ شخص امام بنے جو سنت سے زیادہ واقف ہو اور اگر قرآن و ... میں سب برابر ہوں تو وہ شخص امام بننے کا زیادہ استحقاق رکھتا ہے جس نے سب سے پہلے ہجرت کی ہو۔ اگر ان تمام باتوں میں سب برابر ہوں تو وہ شخص امام بنے جو سب سے عمر میں بڑا ہو۔

جماعت[۲] کیلئے دو آدمیوں کا ہونا بھی کافی ہے یعنی اگر ایک امام اور دوسرا مقتدی ہوگا تو بھی جماعت ہو جائے گی۔ نابینا[۳] کو امام بنانا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن ام مکتوم کو خود اپنے پیچھے امام مقرر کیا تھا حالانکہ وہ نابینا تھے۔ دوسری[۴] مسجد میں وہاں کے امام کی اجازت کے بغیر امامت نہ کرنا چاہیئے۔

آنحضرت[۵] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین آدمیوں کی نماز نہیں ہوتی۔ ایک وہ شخص جو کسی قوم کا امام ہو اور وہ اس سے ناراض ہوں۔ دوسری وہ عورت جس سے اس کا خاوند ناراض ہو۔ تیسرے وہ دو مسلمان جو باہم رنجش رکھتے ہوں اور تین روز سے زیادہ سلام کلام وغیرہ ترک کر رکھا ہو۔ امام[۶] جس جگہ فرض پڑھا چکا ہو وہاں سنتیں وغیرہ نہ پڑھے۔

جوان[۷] اور بڑی عمر والے لوگوں کے ہوتے نابالغ لڑکا امام بنے تو جائز ہے بشرطیکہ

---

۱ مسلم ص ۲۳۶ ۔ ۲ ابن ماجہ ص ۱۵۳ ۔ ۳ ابوداؤد طبع اوّل دہلی ۔
۴ مسلم ص ۲۳۹ ۔ ۵ ابن ماجہ ص ۱۵۶ ۔ ۶ ابوداؤد ص ۷ طبع اوّل دہلی ۔
۷ بخاری مشکوٰۃ ص ۹۲ ۔

سب سے بہتر قرآن پڑھتا ہو۔ آنحضرت[۱] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگو! تم اپنے سے بہتر آدمی کو امام بناؤ۔ کیونکہ امام تمہارے اور اللہ کے درمیان وکیل ہوتا ہے۔ جو شخص قبلے کی طرف تھوک دے اُسے امام نہ بنانا چاہیئے۔ ہر ایک نیک[۲] و بد کے پیچھے نماز پڑھنے کے متعلق جو حدیث آئی ہے وہ ضعیف ہے اور قابلِ استدلال نہیں۔

اگر[۳] نماز کا وقت باقی ہو تو مقتدیوں کو امام کا انتظار کرنا ضروری ہے۔ سلام[۴] پھیرنے کے بعد امام کو کبھی دایئں اور کبھی بایئں طرف منہ پھیر کر بیٹھنا چاہیئے۔ ایک ہی طرف منہ کر کے ہمیشہ بیٹھنے میں شیطان کا دخل ہوتا ہے۔

بدعتی اور منکرِ احادیث اور فرقہ امامیہ کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ ہاں جس مسلمان کا عقیدہ و طریقہ نہ معلوم ہو اس کے پیچھے نماز درست ہو جاتی ہے صرف بدگمانی سے کسی مسلمان کی امامت سے انکار نہ کرنا چاہیئے۔

[۵] امام کو چاہیئے کہ قرأت وغیرہ میں اختصار کرے اور ہلکی نماز پڑھے کیوں کہ جماعت میں چھوٹے بڑے، ضعیف و کمزور اور بیمار حاجت مند سب ہی قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ البتہ[۶] اگر تنہا نماز پڑھے تو جس قدر چاہے طول دے۔ جب[۷] امام کے کان میں اُس بچے کے رونے کی آواز پہنچے جس کی ماں جماعت میں شریک ہے تو اسے قرأت میں تخفیف کرنا اور جلدی سے نماز ختم کر دینا چاہیئے۔

مرد[۸] صرف عورتوں کی امامت کر سکتا ہے اور عورت[۸] عورتوں کی امامت کر سکتی ہے۔ حضرت[۹] عائشہ رضؓ نے عورتوں کی امامت کی اور صف کے بیچ میں کھڑی

---

[۱] ابنِ ماجہ صـ ۱۵۲ [۲] ابوداؤد صـ ۱۶۰ [۳] صحیحین مشکوٰۃ صـ ۵۴۔
[۴] ترمذی صـ ۴۰ [۵] صحیحین مشکوٰۃ صـ ۹۳
[۶] صحیحین مشکوٰۃ صـ ۹۳ [۷] بلوغ المرام صـ ۲۷ [۸] تحفۃ الندیہ صـ ۲۷
[۹] ابوداؤد ابنِ خزیمہ بلوغ المرام صـ ۱۸۔

ہوئیں۔ اسی[1] طرح اُمِ سلمہؓ نے عورتوں کی امامت کی اور ان کے بیچ میں کھڑے ہو کر نماز پڑھائی۔

افضل[2] امام کے ہوتے ہوئے کم رتبے والے کو امام بنانا بہتر نہیں مگر ایسی صورت میں نماز صحیح و درست ہو جاتی ہے اور کسی طرح کا خلل نہیں پڑتا۔ کم علم[3] آدمی اگر امامت کر رہا ہو اور کوئی بڑے درجے کا عالم آجائے تو اُسے جائز ہے کہ خود مقتدی بن جائے اور اُسے امام بنا دے۔

نماز[4] میں امام کو بتانا جائز ہے۔ ایک صحابیؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی۔ آپؐ قرائت کرتے وقت کچھ آیتیں چھوڑ گئے۔ نماز کے بعد عرض کیا گیا کہ حضرت اثنائے قرائت میں آپ فلاں فلاں آیت چھوڑ گئے۔ فرمایا، تو نے مجھے یاد دلائی ہوتی۔ عرض کیا گیا کہ میں سمجھا تھا کہ شاید ان کا پڑھنا منسوخ ہو گیا ہو۔

نفل[5] نماز پڑھنے والے کے پیچھے فرض نماز پڑھنا درست ہے اسی طرح فرض نماز پڑھنے والے کے پیچھے نفل نماز پڑھنا جائز ہے۔ امام کا اونچی جگہ پر کھڑے ہو کر نماز پڑھنا اور مقتدیوں کا نیچے کھڑا ہونا اچھا نہیں۔ اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فعل بھی ثابت ہو چکا ہے مگر پھر بھی اس کا ترک اولیٰ ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اکثر موقعوں پر اس سے منع فرمایا ہے۔

اگر امام جلد باز ہو اور سنت کے مطابق نماز نہ پڑھتا ہو تو اول اُسے تنبیہ کی جائے۔ اس پر بھی اگر باز نہ آئے تو اُسے موقوف کر دیا جائے۔ اگر امام[6] کسی عذر کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھے تو مقتدیوں کو کھڑے ہو کر نماز پڑھنا چاہیئے۔

۱؎ عینی شرح ہدایہ نول کشوری صـ ۱۱۴ ۲؎ نیل الاوطار جلد ۳ صفحہ ۳۱۰ ۳؎ بخاری صـ ۹۴
۶؎ بخاری، مشکوٰۃ صـ ۹۳۔

جب امام دیر کر کے آئے تو دوسرے کو امام بنا دینا جائز ہے۔

رکوع[۱]، سجدے، قیام وغیرہ میں امام سے سبقت کرنا ناجائز اور بہت بُرا ہے جو شخص[۲] امام سے پہلے سر اٹھاتا ہے قیامت کے دن اس کا سر گدھے کا سا ہوگا۔

اگر امام مقتدیوں کی رعایت نہ کرے اور نماز میں کوئی بہت بڑی سورت شروع کر دے تو حاجت مند اور تھکے ہارے کو جائز ہے کہ نیت توڑ کر علیحدہ نماز پڑھ لے۔

اگر امام[۳] نماز میں کوئی رُکن ادا کرنا بھول جائے تو مقتدی مرد کو سُبْحَانَ اللّٰہِ کہہ کر اور عورت کو تالی بجا کر امام کو خبردار کرنا جائز ہے۔

اگر کوئی[۴] شخص نماز پڑھ رہا ہو اور ایک شخص پیچھے سے آکر نماز میں شریک ہونا چاہتا ہو تو اس کے دائیں بازو کے مقابل کھڑا ہو جائے اور اگر کوئی اور بھی آجائے تو دونوں شخص امام کے پیچھے ہٹ کر کھڑے ہوں۔ اگر خود نہ ہٹیں تو امام کو چاہیئے کہ انہیں پیچھے ہٹا دے۔ لیکن جب پیچھے جگہ نہ ہو تو امام خود آگے بڑھ جائے اور اگر آگے پیچھے کہیں بھی جگہ نہ ہو تو سب برابر کھڑے ہو کر نماز پڑھیں۔

جماعت[۵] بندی میں مردوں کی صف آگے اور عورتوں کی صف پیچھے ہونا چاہیئے۔ جماعت[۶] میں مونڈھے سے مونڈھا اور قدم سے قدم ملا کر کھڑا ہونا سُنّت ہے۔ امام[۷] کو ٹھیک بیچ میں رکھنا اور صف کے شگافوں کو بند کرنا سُنّت ہے۔

جب کوئی شخص جہری نماز کو آہستہ قرأت سے پڑھ رہا ہو اور کوئی مقتدی اس کے پیچھے آکر کھڑا ہو جائے تو وہیں سے پکار کر پڑھنا شروع کر دے۔

---

۱ مسلم انصاری ص۳۰ ۲ مؤطا امام مالک ص۳۲ ۳ بخاری ص۹۴
۴ مظاہر حق ص۳۸۳ ۵ مشکوٰۃ باب الموقف ۶ بخاری ص۱۰۰
۷ ابوداؤد ص۱۹۵۔

اور جو پڑھ چکا ہے اُس کا دہرانا ضروری نہیں۔

عورت[1] اگر گھر کے لوگوں سے قرآن اچھا پڑھنا جانتی ہو تو وہ امام بن کر عورتوں کی جماعت کرا سکتی ہے۔ آنحضرت[2] صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرے کے اندر نماز پڑھی تھی اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے حجرے کے باہر اقتداء کی تھی۔

۱۶۔ فضیلت و آدابِ جماعت

[3] قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَارْکَعُوْا مَعَ الرّٰکِعِیْنَ ہ یعنی مسلمانو! جماعت سے نماز پڑھو۔ آنحضرت[4] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: صَلٰوۃُ الْجَمَاعَۃِ تَفْضُلُ صَلٰوۃَ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَّعِشْرِیْنَ دَرَجَۃً ۔ یعنی جماعت کی نماز تنہا نماز پر ستائیس درجے بزرگی رکھتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ نمازی جس وقت سے نماز جماعت کا قصد کرتا اور جماعت کے انتظار میں بیٹھتا ہے وہ نماز ہی میں رہتا ہے۔

جب[5] تکبیر ہو جائے تو جماعت میں شریک ہونے کے لئے دوڑ کر نہ آنا چاہیئے۔ بلکہ اطمینان و تسلی سے آنا چاہیئے۔ پھر جس قدر پائے اُسے جماعت کے ساتھ ادا کرے اور جو باقی رہے امام کے سلام پھیرنے کے بعد اسے پورا کرے۔

جو شخص[6] پاک و صاف ہو کر اور اچھی طرح وضو کر کے مسجد کے ارادے سے نکلتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کے ہر ہر قدم کے رکھنے اور اٹھانے کے عوض ایک ایک نیکی لکھتا ہے اور ایک ایک بُرائی دفع کرتا ہے۔ عبداللہ[7] بن مسعودؓ سے

---

[1] ابوداؤد صـ ۱۹۵ ۔ [2] ابوداؤد صـ ۲۱۸ [3] پارہ الم[1] سورۂ بقر۔
[4] صحیحین مشکوٰۃ صـ ۸۸ [5] مسلم صـ ۲۲۱ [6] مسلم مشکوٰۃ صـ ۸۹
[7] مسلم مشکوٰۃ صـ ۸۸ ۔

روایت ہے کہ جسے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے حالتِ اسلام میں ملاقات کرنا بھلا معلوم ہوتا ہے اُسے ہمیشہ جماعت سے نماز پڑھنا چاہیئے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہدایت کے طریقے مقرر کئے ہیں اور جماعت بھی ان ہی طریقوں میں سے ہے۔ اگر تم نمازیں گھر ہی تنہا پڑھو جیسا کہ فلاں تارکِ جماعت پڑھتا ہے تو اس میں شک نہیں کہ تم نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ چھوڑ دیا اور جب تم نے اپنے نبی کا طریقہ چھوڑ دیا تو تم یقینی طور پر گمراہ ہو گئے۔ پھر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ ہم سب لوگ جماعت میں شریک ہوتے تھے لیکن مریض اور جو کھلا منافق کہلاتا تھا وہ جماعت سے غیر حاضر ہوتا تھا۔ مریض اور معذور آدمی حتی الامکان دو آدمیوں کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر چلتا اور صف میں کھڑا کیا جاتا تھا۔

جناب نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو جماعت کا بہت اہتمام تھا۔ حتّٰے کہ عبداللہؓ[1] بن ام مکتوم جو کہ نابینا صحابیؓ تھے اور کوئی ہاتھ پکڑنے والا نہ رکھتے تھے آپ نے انہیں بھی جماعت میں حاضر ہونے کا حکم فرمایا اور ارشاد[2] کیا کہ منافقوں پر عشاء اور صبح کی نماز بہت بھاری ہوتی ہے لیکن اگر انہیں ان نمازوں کی خوبی معلوم ہوتی تو گھٹنوں کے بل چل کر حاضرِ جماعت ہوتے۔ آنحضرت[3] صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ تندرست اور فارغ آدمی اگر بغیر عذر جماعت میں شریک نہ ہو تو اُس کی نماز نہیں ہوتی۔

جس[4] رات کو زیادہ سردی پڑتی یا بارش ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مؤذن سے ندا کرا دیتے کہ اپنے اپنے گھروں میں نمازیں پڑھ لو۔ اگر دشمن[5] یا مخالف کا ڈر ہو یا بیمار ہو یا کوئی اور معقول عذر رکھتا ہو تو جماعت کے ترک

---

[1] مسلم مشکوٰۃ ص۹۶ [2] ابو داؤد، نسائی مشکوٰۃ ص۹۶ [3] ابو داؤد دارقطنی مشکوٰۃ ص۹۵ [4] بخاری مسلم مشکوٰۃ ص۹۶ [5] دارقطنی مشکوٰۃ ص۹۹۔

کرنے کا مضائقہ نہیں۔ اگر پیشاب[1] یا پاخانے کی حاجت ہو یا کھانا سامنے رکھ دیا گیا ہو اور بھوک کی وجہ سے بیتاب ہو تو اُسے جائز ہے کہ ان سب کاموں سے فارغ ہو کر اطمینان کیساتھ شریک جماعت ہو۔

فرضوں[2] کی تکبیر ہو جانے کے بعد کوئی نماز درست نہیں۔ اگر کوئی شخص فرض نماز یا نفل وغیرہ پڑھ رہا ہو اور جماعت کی تکبیر ہو جائے تو نماز کی نیت توڑ کر شریک جماعت ہو جائے ورنہ گنہگار ہوگا۔ اذان[3] ہونے کے بعد مسجد سے نکلنا درست نہیں۔ تا وقتیکہ جماعت سے نماز نہ پڑھ لے۔ ہاں اگر یہ شخص دوسری مسجد کا امام ہو یا اس مسجد کا امام بدعتی یا منکرِ حدیث ہو یا اس مسجد میں کوئی بدعت کا کام ہو رہا ہو تو اُس عذر کی وجہ سے مسجد سے چلا جانا جائز ہے۔

حضرت[4] صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوذر صحابیؓ کی ران پر ہاتھ مبارک مار کر فرمایا "تو ایسے لوگوں میں رہے گا جو نمازیں وقت سے دیر کر کے پڑھیں گے۔ اگر ایسا ہو تو تو کیا کرے گا"؟ عرض کیا۔ "حضرت آپ ہی ارشاد کیجئے کہ میں اُس وقت کیا کروں؟" فرمایا: "تم وقت پر نمازیں پڑھنا اور اپنے کام میں لگنا۔ اگر نماز کی تکبیر ہو جائے اور تم مسجد میں موجود ہو تو لوگوں کے ساتھ بھی پڑھ لینا۔ یہ نماز نفل ہو جائے گی اور تمہیں جماعت کا ثواب ملے گا۔"

آنحضرت[5] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے عشاء کی نماز جماعت سے پڑھی تو اُس نے آدھی رات عبادتِ الٰہی میں گذاری اور جس نے صبح کی نماز جماعت سے پڑھی تو اُس نے تمام رات عبادتِ الٰہی میں بسر کی۔ ف سبحان اللہ! سوئے بھی، آرام بھی پایا اور ڈیڑھ رات کی عبادت کا ثواب بھی حاصل کیا۔

---

[1] صحیحین مشکوٰۃ صـ ۹۶ [2] مسلم مشکوٰۃ صـ ۹۸ [3] احمد مشکوٰۃ صـ ۸۹۔
[4] مسلم صـ ۲۰۰ [5] مسلم صـ ۱۴۷۔

ایک[1] صحابیؓ تھے جن کا مکان مسجد نبوی سے بہت دُور تھا اور اس کے باوجود کوئی جماعت کی نماز اُن سے فوت نہیں ہوتی بلکہ ہمیشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جماعت سے نماز پڑھا کرتے تھے۔ دُوسرے صحابہؓ کو ان پر ترس آیا اور اس بناء پر ان سے کہا کہ "تم ایک گدھا خرید لو جو تمھیں گرمی اور راستے کے کیڑے مکوڑوں سے بچائے"۔ اس پر اُن صحابیؓ نے کہا۔ "سُنو بھائی۔ خدا کی قسم میں نہیں چاہتا کہ میرا گھر جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر سے ملا ہوا ہو"۔

اُن کا یہ کہنا اصحابؓ کو نہایت ناگوار معلوم ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی گئی۔

آپؐ نے اُن کو بلا کر دریافت کیا۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھی وہی بات بیان کی اور عرض کیا کہ حضرت اگر میں آپؐ کے مکان کے پاس رہوں گا۔ حضورؐ میں اپنے قدموں کا ثواب خدا سے چاہتا ہوں"۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "بے شک تمھیں وہ ثواب ملے گا جس کی تم اُمید رکھتے ہو"۔

عتبانؓ[2] بن مالکؓ ایک صحابیؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ "اے رسولِ خدا! میری آنکھیں جاتی رہی ہیں اور ایک قوم کی امامت میرے سپرد ہے۔ جب مینہ برستا ہے تو میرے اور مسجد کے درمیان نالہ بہتا ہے۔ ایسی صورت میں امامت کرانے نہیں جا سکتا۔ اے رسولِ خدا! میری آرزو ہے کہ آپؐ میرے گھر تشریف لائیں اور میرے لئے نماز کی جگہ تجویز کر دیں"۔ آپؐ نے فرمایا کہ "انشاء اللہ تعالیٰ ایسا ہی کروں گا"۔

چنانچہ آپؐ صبح کو عتبانؓ کے گھر تشریف لے گئے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ بھی آپؐ کے ہمراہ تھے۔ عتبانؓ کے مکان پر پہنچ کر فرمایا کہ "تم کس جگہ

---

[1] مسلم م ۲۳۲۔ [2] مسلم م ۲۳۵۔

نماز پڑھنا چاہتے ہو؟ انہوں نے مکان کا ایک گوشہ بتا دیا۔ آپؐ نے تکبیر کہہ کر دو رکعت نمازِ نفل جماعت سے ادا فرمائی۔ سب گھر کے لوگوں نے آپؐ کے پیچھے جماعت سے نماز پڑھی اور اس خوشی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کھانا تیار کیا گیا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ معذور آدمی کو جماعت سے غیر حاضر رہنا معاف ہے۔

۱۷۔ صفوں کا سیدھا کرنا

جماعت میں صفوں کے سیدھا کرنے کی تاکید میں بہت سی حدیثیں آئی ہیں۔ مختصراً یہ کہ آنحضرت[۱] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگو! اپنی صفیں سیدھی کرو اور سب مل کر نزدیک کھڑے ہو جاؤ۔ میں تمھیں پیٹھ کے پیچھے سے ایسا ہی دیکھتا ہوں جیسا آگے سے۔[۲] اور فرمایا کہ اللہ کے بندو! صفیں برابر کرو ورنہ خدا تمھارے دلوں میں اختلاف ڈال دے گا۔[۳] اور فرمایا: نماز جب ہی پوری ہوگی کہ جب تم صفیں سیدھی کروگے۔ اللہ کی شان آج کل مسجدوں میں ہزارہا نمازی نظر آئیں گے۔ لیکن نہ صفوں کے سیدھا کرنے کا کسی کو خیال نہ مل کر کھڑے ہونے کا سلیقہ۔

[۴] امام کے نزدیک سمجھ دار لوگوں کو کھڑا ہونا چاہیئے۔ پہلی صف والوں کو چاہیئے کہ امام کو دیکھ کر نماز پڑھیں اور دوسری صف والے پہلی صف والوں کی اقتداء کریں۔[۵] جو لوگ ہمیشہ پچھلی صف میں رہتے ہیں اور اگلی صف میں شامل ہونے کی کوشش نہیں کرتے وہ اللہ کی رحمت سے پیچھے رہیں گے۔

[۶] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مردوں کی بہتر صف پہلی صف اور

---

[۱] بخاری مشکوٰۃ شریف صفہ ۹۰ [۲] مسلم مشکوٰۃ صفہ ۹۰ [۳] بخاری مشکوٰۃ صفہ ۹۰

[۴] بخاری مشکوٰۃ صفہ ۹۰ [۵] مسلم مشکوٰۃ صفہ ۹۰ [۶] مسلم مشکوٰۃ صفہ ۹۰۔

بُری صف پچھلی ہے اور عورتوں کی بہتر صف پچھلی اور بدتر صف پہلی ہے۔ کیونکہ عورتیں جس قدر مردوں سے دُور رہیں گی اُتنا ہی ان کے حق میں بہتر ہوگا۔[1] یہ بھی فرمایا کہ صفوں کو پاس پاس قائم کرو اور سب برابر کھڑے رہو۔ بیچ میں ذرا سا بھی فاصلہ نہ چھوڑو اللہ کی قسم میں دیکھتا ہوں کہ شیطان صف کے شگافوں میں بکری کے سیاہ بچے کی طرح داخل ہے۔

مقتدیوں[2] کو چاہیئے کہ پہلے سب سے اوّل صف کو پورا کریں۔ پھر دوسری تیسری کو۔ اسی طرح آخر تک پورا کرتے چلے جائیں۔ حضرت[3] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ اور اس کے فرشتے پہلی صف والوں پر رحمت بھیجتے ہیں[4] اور اللہ تعالیٰ اس شخص کو بہت عزیز رکھتا ہے جو کہ صف میں پاؤں ملا کر کھڑا ہوتا ہے۔ اسی طرح پہلی صف میں سے اوّل ان لوگوں پر اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے جو دائیں طرف کھڑے ہوتے ہیں۔

جب[5] صفیں درست ہوچکیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ اکبر کہتے۔ آپ[6] پہلے داہنی طرف مڑ کر فرماتے کہ صفیں سیدھی کرو۔ پھر بائیں طرف مڑ کر یوں ہی فرماتے۔

صف سے علیحدہ ہو کر نماز پڑھنی درست نہیں۔ آنحضرت[7] صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو جو صف سے علیحدہ ہو کر نماز پڑھ رہا تھا۔ فرمایا کہ پھر سے نماز پڑھ۔ صفوں[8] میں ترتیب یوں ہونی چاہیئے کہ پہلے مردوں کی صفیں ہوں۔ ازاں بعد لڑکوں کی۔ پھر مخنثوں کی اور پھر ان کے پیچھے عورتوں کی۔

آنحضرت[9] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر لوگوں کو معلوم ہوتا کہ پہلی صف میں

---

[1] ابوداؤد مشکوٰۃ صہ ۹۰ [2] ابوداؤد مشکوٰۃ صہ ۹۰ [3] احمد مشکوٰۃ صہ ۹۱
[4] ابوداؤد مشکوٰۃ صہ ۹۰ [5] احمد مشکوٰۃ صہ ۹۱ [6] ابوداؤد مشکوٰۃ صہ ۹۰
[7] ترمذی، ابوداؤد، احمد، مشکوٰۃ صہ ۹۱ [8] ابوداؤد مترجم صہ ۱۸۳ [9] مسلم م صہ ۵۸۲

کتنا کچھ ثواب ہوتا ہے تو اس کام کے لئے قرعہ ڈالتے اور فرمایا کہ جو شخص[۱] صف اوّل میں کھڑے ہونے کی کوشش اور پرواہ نہ کرے اور ہمیشہ پیچھے رہا کرے۔ اُسے دوزخ کا عذاب بھگتنا پڑے گا۔ جب نمازی تھوڑے ہوں تو لڑکوں کو مردوں کی صف میں کھڑا ہونا درست ہے۔

۱۸۔ قرآنی آیات کا جواب دینا

جب[۲] کوئی شخص فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ پڑھے تو سُننے والے کو پکار کر یوں جواب دینا چاہیئے لَا بِشَیْءٍ مِّنْ نِّعَمِکَ رَبَّنَا نُکَذِّبُ وَلَکَ الْحَمْدُ۔

آنحضرت[۳] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص سورۂ قیامت کی آخری آیت خواہ نماز کے اندر یا نماز کے باہر پڑھے تو اسے لفظ بلٰی کہنا چاہیئے۔ اور جو سورۂ[۴] مرسلات کی آخری آیت پڑھے نماز کے اندر یا نماز کے باہر اٰمَنَّا بِاللّٰہِ کہنا چاہیئے۔

اسی[۵] طرح جو شخص سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی پڑھے اُسے سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہنا چاہیئے۔ سورۂ[۶] وَالتِّیْنِ کی آخری آیت پڑھنے والے کو چاہیئے کہ بَلٰی وَ اَنَا عَلٰی ذٰلِکَ مِنَ الشّٰھِدِیْنَ[۷] کہے

بہتر[۸] تو یہ ہے کہ ان آیات کا جواب پکار کر دے۔ کیونکہ سُنّت سے ایسا ہی ثابت ہوا ہے لیکن اگر کوئی شخص آہستہ سے بھی جواب دے گا تو بھی جائز ہو جائے گا مقتدی بھی آیتوں کا جواب دے۔

لہ ترمذی، ابوداؤد، احمد، مشکوٰۃ صہ ۹۱ ۲ہ ترمذی مشکوٰۃ مترجم صہ ۳۰۴ ۳ہ سنن ترمذی مشکوٰۃ صہ ۳۰۳ ۴ہ سنن ترمذی مشکوٰۃ صہ ۳۰۳ ۵ہ سنن ترمذی مشکوٰۃ صہ ۳۰۳ ۶ہ سنن ترمذی مشکوٰۃ صہ ۳۰۳ ۷ہ سنن ترمذی مشکوٰۃ صہ ۳۰۳ ۸ہ فتح البیان۔

۱۹۔ نمازِ تہجّد اور تراویح

آنحضرت[1] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِنَّ فِی اللَّیْلِ لَسَاعَۃً لَا یُوَافِقُھَا عَبْدٌ مُّسْلِمٌ یَسْأَلُ اللّٰہَ فِیْھَا خَیْرًا مِّنْ اَمْرِ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ اِلَّا اَعْطَاہُ اِیَّاہُ وَ ذٰلِکَ کُلَّ لَیْلَۃٍ ۔ یعنی رات میں ایک ایسی ساعت ہے کہ اگر کسی مسلمان کے سوافق پڑ جائے تو اس دن دین و دنیا کی جو بھلائی بھی اللہ سے مانگے گا اللہ لسے عطا فرمائے گا اور یہ ساعت ہر رات میں ہوتی ہے۔

حقیقت میں تو تہجّد اور تراویح ایک ہی نماز کو کہتے ہیں لیکن فرق اعتبای لحاظ سے **تہجّد** رات کی اُس نماد کو کہتے ہیں جو سوکر اُٹھنے کے پیچھے پڑھی جاتی ہے اور رمضان شریف میں نماز عشاء کے بعد اور سونے سے پیشتر جو نماز پڑھی جاتی ہے اُسے تراویح کہتے ہیں۔ رات کی نماز کو حدیث میں وتر بھی کہاہے اور اسی کو قیام رمضان اور قیام لیل سے تعبیر کیا گیا ہے۔

ابو سلمہ[2] رضؓ نے حضرت عائشہؓ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا حال دریافت کیا کہ آپؐ رمضان شریف میں شب کو کس قدر رکعتیں پڑھا کرتے تھے؟ حضرت عائشہؓ نے جواب دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھا کرتے تھے۔ رمضان شریف میں ہو یا غیر رمضان میں۔ اول آٹھ رکعتیں لمبی پڑھتے پھر تین رکعت وتر ادا کرتے۔

زید[3] بن ثابت رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت نے رمضان میں مسجد میں بوریئے کا حجرہ بنایا اور چند راتیں اسی میں نماز پڑھی یہاں تک کہ بہت سے صحابہؓ آپؐ کے پاس جمع ہو گئے۔ لوگوں کی یہ بھیڑ اور کثرت دیکھ

---

[1] مسلم مشکوۃ صہ ۱۰۵ [2] بخاری مشکوۃ صہ ۹۸ [3] صحیحین مشکوۃ صہ ۱۰۶۔

کر آپؐ رات کو مسجد میں تشریف نہیں لائے۔ صحابہؓ کو خیال ہوا کہ شاید حضرت سو گئے ہیں۔ یہ خیال کر کے حضرت کو پکارنا شروع کیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تمہارا ذوق شوق برقرار رکھے۔ میں اس خوف کی وجہ سے آج نماز پڑھنے نہیں نکلا کہ مبادا تم پر نماز تراویح فرض ہو جائے اور اگر فرض ہو جائے گی تو تم ادا نہ کر سکو گے۔ اب تم اپنے اپنے گھروں میں نماز پڑھو کیونکہ آدمی کی بہتر نماز فرض نماز کے علاوہ وہی ہے جو گھر میں ادا کیجاتی ہے۔

آنحضرتؐ[1] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہر شب کو آسمانِ دنیا پر نزول فرماتا ہے جب کہ تہائی رات باقی رہتی ہے اور فرماتا ہے کہ کوئی مجھے پکارنے والا ہے کہ میں اس کی پکار قبول کروں؟ کوئی مجھ سے مانگنے والا ہے کہ میں اُسے دوں؟ کوئی طالبِ بخشش ہے کہ میں اُسے بخش دوں؟ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ دعا کی مقبولیت کا وقت پچھلی رات ہے۔

حضرت[2] صلی اللہ علیہ وسلم رمضان شریف میں صحابہؓ کو تراویح پڑھنے کی رغبت دلاتے اور فرماتے کہ جو شخص ایمان کے درست کرنے اور ثواب حاصل کرنے کی غرض سے نماز پڑھتا ہے۔ اس کے تمام پچھلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

جب[3] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سفرِ آخرت قبول کیا تو آپؐ کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خلافت کے زمانے میں تو یہی طریقہ جاری رہا اور جب حضرت عمرؓ کی شروع شروع خلافت میں بھی صحابہؓ کا اسی پر تعامل رہا۔ مگر بعد کو نماز تراویح جماعت سے پڑھنے لگے اور یہ یوں ہوا کہ حضرت عمرؓ اپنی خلافت کے زمانے میں ایک رات مسجد نبویؐ کی طرف آنکلے۔ لوگوں کو دیکھا کہ نماز تراویح علیحدہ علیحدہ پڑھ رہے ہیں اور بعض صحابیؓ جماعت سے بھی پڑھ رہے ہیں۔

---

۱ صحیحین مشکوٰۃ صـ۱۰۶ ۲ مسلم مشکوٰۃ صـ۱۰۶ ۳ مسلم مشکوٰۃ صـ۱۰۶

آپ نے فرمایا کہ اگر سب لوگ مل کر ایک ساتھ جماعت سے تراویح پڑھیں تو بہت مناسب ہے۔ چنانچہ آپ نے تمام لوگوں کو جمع کیا اور اُبی بن کعبؓ کو سب کا امام مقرر کیا۔ اس کے بعد آپ پھر دوسری رات گشت لگانے نکلے۔ دیکھتے ہیں کہ سب لوگ جماعت سے نماز پڑھ رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر فرمایا کہ یہ طریقہ بہت ہی اچھا ہے۔ حضرت عمرؓ نے ابی بن کعبؓ اور تمیم داریؓ کو حکم کیا کہ رمضان میں لوگوں کو گیارہ رکعتیں پڑھایا کریں۔[۱]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز تہجد کی طرح پڑھنا ثابت ہوا ہے کبھی تو آپ چھ رکعت تہجد اور ایک یا تین رکعت اور کبھی پانچ رکعت وتر پڑھا کرتے۔ کبھی آٹھ رکعت تہجد اور ایک رکعت کبھی تین رکعت کبھی پانچ رکعت وتر پڑھتے۔ کبھی تہجد کی دس رکعتیں پانچ سلاموں سے پڑھتے اور اُن کے ساتھ ایک رکعت وتر یا تین رکعت ادا کرتے۔ گاہے بارہ رکعت تہجد اور ایک رکعت وتر پڑھتے۔ کبھی نو رکعتیں ایک نیت سے پڑھتے۔ اس طرح کہ آٹھویں رکعت میں بیٹھ کر التحیات پڑھتے پھر کھڑے ہو کر ایک رکعت پڑھتے۔ اور سلام پھیر دیتے۔ کبھی آپ رات کو دس رکعتیں پانچ سلاموں سے ادا کرتے ہر رکعت میں دو دو سورتیں پڑھتے اور ایک وتر ادا کرتے۔ ازاں بعد دو رکعتیں سُنتِ فجر کے ساتھ ملا کر تیرہ رکعتیں پوری کرتے۔[۲]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رات کی نماز دو دو رکعتیں ہیں۔ جب صبح ہونے لگے تو ایک رکعت پڑھ لیں، ساری نماز وتر ہو جائے گی۔[۳] تہجد اور تراویح کی نماز آخر شب میں اپنے اپنے گھروں میں پڑھنا بہت افضل ہے۔

---

[۱] بخاری مشکوٰۃ ص ۱۰۷   [۳] مؤطا امام مالک مشکوٰۃ ص ۱۰۷

[۲] صحیحین مشکوٰۃ ص ۱۰۷۔

تراویح[۱] میں جس قدر قرآن شریف پڑھا جائے بہتر ہے لیکن ایک رات میں سارا قرآن ختم کرنا بدعت اور گناہ ہے۔ آنحضرت[۲] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص تین دن سے کم مدت میں قرآن شریف ختم کرتا ہے وہ کچھ نہیں سمجھتا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سات روز میں قرآن ختم کیا کرو۔

جس[۳] شخص کو قرآن مجید خوب یاد ہوگا وہ لوح محفوظ بزرگ فرشتوں کے ساتھ درجہ پائے گا اور[۴] جو شخص قرآن شریف کو اٹک اٹک کر پڑھتا ہے اُسے اوروں سے دوگنا ثواب ملتا ہے۔ تراویح[۵] میں اگر زیادہ قرآن پڑھنا چاہیں اور کھڑے رہنے سے تکلیف ہو تو امام بیٹھ کر قرآن پڑھے اور ختم ہونے کے قریب کھڑے ہو کر رکوع کرے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک طبیعت درست ہو نماز میں مصروف رہے اور جب سستی وضعف غالب ہو بیٹھ جائے مقتدی[۶] بھی اگر بیٹھ کر قرآن مجید سنیں اور رکوع کرنے کے وقت کھڑے ہو جائیں تو کچھ مضائقہ نہیں۔ فرض نماز کے بعد تہجد سے بہتر و افضل کوئی نماز نہیں ہے۔ اگر خدا توفیق دے تو یہ نماز ضرور پڑھنی چاہیئے۔

حضرت عائشہ رض نے فرمایا ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم[۷] نے سات رکعت سے کم اور تیرہ رکعت سے زیادہ کبھی نماز تہجد یا تراویح نہیں پڑھی سُنت فجر اور وتر بھی ان میں شامل ہیں۔

تراویح کی بیس ہی رکعتیں خصوصیت کے ساتھ کسی صحیح اور معتبر روایت میں نہیں آئیں جو روایت بیس تراویح کی بحوالہ ابن ابی شیبہ احناف زمانہ پیش

۱ـ مسلم مشکوٰۃ صـ ۱۰۳ ۲ـ ترمذی، ابوداؤد دارمی مشکوٰۃ صـ ۱۸۳ ۳ـ صحیحین مشکوٰۃ جلد دوم صـ ۱۸۴ ۴ـ مسلم مشکوٰۃ صـ ۱۰۳ ۵ـ ابوداؤد م صـ ۲۲۴ ۶ـ مسلم م صـ ۲۲۴ ۷ـ مسلم مشکوٰۃ م صـ ۲۴۱۔

کرتے ہیں وُہ ضعیف ہے۔ علامہ زیلعی حنفی اور ابن الہام شارح ہدایہ وغیرہ نے اس کو سخت ضعیف کہا ہے۔ لہٰذا وُہ روایت قابلِ اعتبار نہیں۔ ہاں اس بات کا پتہ ضرور چلتا ہے کہ خلفائے راشدین کے بعد بعض صحابیوں اور تابعیوں سے تیرہ رکعت سے زیادہ پڑھنا پایۂ ثبوت کو پہنچا ہے۔ اس لئے اگر کوئی شخص کبھی تیرہ رکعت سے زیادہ چالیس رکعت کے قریب تک پڑھ لے تو بھی کچھ مضائقہ نہیں۔ البتہ بیس یا تمیں رکعت کی تعداد معین اور خاص کرنا درست نہیں کیونکہ اس عمل کے بدعت ہو جانے کا خوف ہے۔ نماز تہجد میں قرأت خواہ پکار کر پڑھیں یا آہستہ دونوں طرح جائز ہے۔

۲۰۔ نماز وتر اور قنوت

وتر محدثین کے نزدیک سُنّت ہے واجب نہیں۔ چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں: [۱] لَيْسَ الْوِتْرُ بِحَتْمٍ كَهَيْئَةِ الْمَكْتُوْبَةِ وَلٰكِنْ سُنَّةٌ سَنَّهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَالتِّرْمِذِيُّ وَحَسَّنَهُ وَالْحَاكِمُ وَصَحَّحَهُ ط یعنی وتر فرض کی طرح واجب نہیں کیا گیا بلکہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت ہے۔

جن حدیثوں سے لوگوں نے وتر کا وجوب ثابت کیا ہے وُہ دراصل قابلِ تمسک نہیں کیونکہ بعض کی سند ضعیف ہے اور بعض اور وجہ سے مخدوش و مجروح ہیں۔ جـ [illegible] ں کو خوف ہو کہ پچھلی رات کو اُٹھ نہ سکے گا وُہ سونے سے پیشتر وتر پڑھ لے۔

حضرت [۲] ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے تین باتوں کی وصیت فرمائی۔ منجملہ اُن کے ایک یہ ہے کہ میں سونے سے پیشتر وتر

---

[۱] بلوغ المرام باب الصلوٰۃ التطوع [۲]

پڑھ لیا کروں۔ پچھلی رات کو وتر پڑھنا افضل ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اکثر ایسا ہی ثابت ہے گو کبھی آپ رات کے اوّل حصے میں اور کبھی درمیانی حصے میں نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ وتر ہے اور وتر کو دوست رکھتا ہے۔ تو اے قرآن والو! تم وتر پڑھا کرو[1] یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمھاری ایک ایسی نماز کے ساتھ مدد کی ہے جو سُرخ اونٹوں سے بہتر ہے اور وہ نماز وِتر ہے۔ اس کا وقت عشاء سے صبح صادق تک ہے[2] اور فرمایا کہ جو سو جائے یا وتر پڑھنا بھول جائے تو جب یاد آئے یا جب صبح ہو پڑھ لے۔

وتر کی تعداد رکعت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی تعین ثابت نہیں ہوتی۔ اکثر تو آپؐ[3] نے ایک رکعت بھی پڑھی ہے اور کبھی تین رکعتیں کبھی پانچ رکعتیں پڑھی ہیں اس لئے نمازی مختار ہے چاہے ایک رکعت پڑھے چاہے تین چاہے پانچ۔

ابنِ عمر[4] رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رات کی نماز دو دو رکعتیں ہیں اور جب کوئی شخص صبح ہو جانے سے ڈرے تو وہ صرف ایک رکعت پڑھ لے یہ اُس کیلئے وتر ہو جائے گی۔

ابنِ عباس[5] کی روایت میں یوں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کی نماز کا حکم فرمایا اور اس کے بارے میں بہت ہی رغبت دلائی یہاں تک کہ آپؐ نے فرمایا: لوگو! تمھیں نمازِ شب پڑھنا چاہیئے اگرچہ ایک رکعت ہو۔ حضرت[6] علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی تین رکعتیں پڑھتے تھے اور ان میں سے مفصل میں سے نو سورتیں یعنی ہر رکعت میں تین

---

[1] ابوداؤد نسائی مشکوٰۃ صہ ۱۰۴ [2] ترمذی ابوداؤد مشکوٰۃ صہ ۱۰۴ [3] ابنِ ماجہ مشکوٰۃ صہ ۱۰۴

[4] صحیحین صہ ۱۰۴ [5] یہ حدیث محلی شرح مؤطا باب الوتر میں موجود ہے۔

تین سورتیں اس طرح پڑھتے کہ آخر میں سورۂ اخلاص ہوتی۔

حضرت عائشہ[1] فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شب کو تیرہ رکعت نماز پڑھتے جن میں پانچ رکعتیں وتر ہوتیں لیکن تشہد کے لئے بجز آخر رکعت کے اور کسی میں نہ بیٹھے۔

الغرض نمازِ وتر خواہ ایک رکعت پڑھیں خواہ تین، خواہ پانچ، خواہ سات بیچ میں کوئی قعدہ نہ کریں بلکہ آخر رکعت میں بیٹھیں اور صرف ایک تشہد سے وتر پڑھ کر سلام پھیریں۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وتر میں بیچ کا تشہد ثابت نہیں ہے بلکہ بیچ کے تشہد کرنے میں نمازِ مغرب سے مشابہت ہو جاتی ہے اس لئے جناب نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین رکعت وتر پڑھنے سے منع فرمایا ہے چنانچہ صحیح ابن حبان[2] میں ایک روایت بایں مضمون موجود ہے۔

لَا تُوتِرُوْا بِثَلَاثٍ اَوْتِرُوْا بِخَمْسٍ اَوْ بِسَبْعٍ وَ لَا تُشَبِّهُوْا بِصَلٰوةِ الْمَغْرِبِ ط	یعنی نماز وتر تین رکعتیں نہ پڑھو بلکہ پانچ یا سات رکعتیں پڑھو اور اسے نمازِ مغرب کیساتھ مشابہ نہ کرو۔

آنحضرت[3] صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اوقات وتر کی پہلی رکعت میں سَبِّحِ اسْمَ اور دوسری میں قُلْ يٰاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ط اور تیسری میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ پڑھتے تھے اور کبھی قُلْ هُوَ اللّٰهُ کے ساتھ سورۂ فلق اور سورۂ النّاس بھی ملا لیا کرتے تھے۔

اگر کسی نے صبح ہو جانے کے خوف سے وتر پڑھ لیا پھر معلوم ہوا کہ ابھی رات باقی ہے یا کسی نے اوّل رات وتر پڑھ لئے تھے۔ پھر رات کو نمازِ تراویح یا تہجد پڑھنا چاہیئے تو پڑھ لے۔ وتر کو دہرائے نہیں کیوں کہ ایک

---

[1] صحیحین مشکوٰۃ ص ۱۰۳ [2] یہ حدیث ہدایۃ السائل الی ادلۃ المسائل میں موجود ہے
[3] ترمذی، ابوداؤد، نسائی، مشکوٰۃ ص ۱۰۴۔

رات میں دو مرتبہ وتر پڑھنے درست نہیں۔

نمازِ وتر کے بعد تین دفعہ یہ تسبیح پڑھنا سنت ہے۔ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ ؕ لیکن تیسری مرتبہ الْقُدُّوسِ کے لفظ کو کھینچ کر کہے۔[۱] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وتروں کے بعد کبھی کبھی دو رکعت بیٹھ کر پڑھا کرتے تھے۔[۲]

آنحضرت[۳] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی کا بیٹھ کر نماز پڑھنا آدھی نماز کے برابر ہے۔ اس کے بعد عبداللہ بن عمرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپؐ بیٹھ کر نماز پڑھتے ہیں۔ عرض کیا؛ یا رسول اللہ! آپؐ نے فرمایا ہے کہ آدمی کا بیٹھ کر نماز پڑھنا آدھی نماز ہے۔ فرمایا کہ مسئلہ تو اسی طرح ہے لیکن میں تمہاری مانند نہیں ہوں۔

ف یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے ہے کہ آپ کو بیٹھ کر نماز پڑھنے میں بھی پورا ثواب ملتا تھا۔ اُمتیوں کو بیٹھ کر پڑھنے میں آدھا ثواب ملتا ہے لیکن اگر عذر سے بیٹھ کر پڑھیں گے تو اُنہیں بھی پورا ثواب ملے گا۔

آنحضرت[۴] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص رات کے اوّل حصے میں نمازِ وتر کے بعد دو رکعت پڑھے اور آخر شب کو تہجد کے لئے اُٹھے اور نماز پڑھے تو بہتر ہے ورنہ اگر آخر رات کو نہیں بھی اُٹھے گا تو یہی دو رکعت نماز تہجد کی نماز کے عوض کافی ہو جائیں گی۔

وِتر میں دُعائے قنوت کے بارے میں کئی حدیثیں آئی ہیں۔ ایک حدیث میں تو یوں آیا ہے۔ حسن[۵] بن علیؓ کہتے ہیں کہ مجھے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

[۱] ترمذی، ابوداؤد، مشکوٰۃ صہ ۱۰۲ [۲] ابنِ ماجہ، مشکوٰۃ صہ ۱۰۵ [۳] مسلم مشکوٰۃ صہ ۱۰۴ [۴] دارمی مشکوٰۃ صہ ۱۰۵ [۵] احمد ابوداؤد، ترمذی، نسائی ابنِ ماجہ مشکوٰۃ صہ ۱۰۴ بلوغ المرام صفۃ الصلوٰۃ۔

قنوت وتر میں پڑھنے کیلئے یہ دعا تعلیم فرمائی۔

اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ فِیْمَنْ ھَدَیْتَ ۔ وَعَافِنِیْ فِیْمَنْ عَافَیْتَ ۔ وَتَوَلَّنِیْ فِیْمَنْ تَوَلَّیْتَ ۔ وَبَارِکْ لِیْ فِیْ مَا اَعْطَیْتَ ۔ وَقِنِیْ شَرَّ مَا قَضَیْتَ ۔ فَاِنَّکَ تَقْضِیْ وَلَا یُقْضٰی عَلَیْکَ ۔ اِنَّهٗ لَا یَذِلُّ مَنْ وَّالَیْتَ ۔ وَلَا یَعِزُّ مَنْ عَادَیْتَ ۔ تَبَارَکْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ ۔

یعنی خداوندا مجھے ان لوگوں کے زمرے میں داخل کر جنہیں تونے ہدایت دی۔ اور مجھے دُنیاوی واُخروی آفتوں سے بچا رکھ ان لوگوں کی طرح جنہیں تونے عافیت دی اور ان لوگوں کے زمرے میں مجھے داخل کر جن کی تُونے مدد کی اور جو تُونے مجھے عطا کیا ہے اس میں برکت دے اور مجھے اس چیز کی برائی سے بچالے جو تونے میرے مقدر میں لکھی ہے کیونکہ تیرا حکم سب پر چلتا ہے اور تجھ پر کسی کا حکم نہیں چلتا جس کا تو نگہبان ہوا وہ کبھی ذلیل نہیں ہوتا اور جسے تُونے دشمن رکھا وہ ہرگز عزت نہیں پاسکتا۔

دوسری حدیث میں یہ دعا آئی ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَاَلِّفْ بَیْنَ قُلُوْبِھِمْ وَاَصْلِحْ ذَاتَ بَیْنِھِمْ وَانْصُرْھُمْ عَلٰی عَدُوِّکَ وَعَدُوِّھِمْ۔ اَللّٰھُمَّ الْعَنِ

یعنی خداوندا ہمیں اور تمام مسلمان مرد عورتوں کو بخش دے اور اُن کے دلوں میں الفت ڈال اور اُن کے دینی امور اور دنیاوی حالتیں درست کر اور انہیں اپنے اور ان کے دشمنوں پر مدد دے۔ خداوندا اُن کافروں کو اپنی رحمت سے دُور کرد ے۔

لہ حصن حصین باب دعاء الوتر۔

اَلْکَفَرَۃَ الَّذِیْنَ یَصُدُّوْنَ عَنْ
سَبِیْلِکَ وَیُکَذِّبُوْنَ رُسُلَکَ
وَیُقَاتِلُوْنَ اَوْلِیَآءَکَ اَللّٰھُمَّ
خَالِفْ بَیْنَ کَلِمَتِھِمْ وَ
زَلْزِلْ اَقْدَامَھُمْ وَاَنْزِلْ بِھِمْ
بَاْسَکَ الَّذِیْ لَا تَرُدُّہٗ عَنِ الْقَوْمِ
الْمُجْرِمِیْنَ ۃ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ
الرَّحِیْمِ ط اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُکَ
وَنَسْتَغْفِرُکَ وَنُثْنِیْ عَلَیْکَ
الْخَیْرَ وَلَا نَکْفُرُکَ وَنَخْلَعُ
وَنَتْرُکُ مَنْ یَّفْجُرُکَ ط بِسْمِ اللّٰہِ
الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط اَللّٰھُمَّ
اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَلَکَ نُصَلِّیْ وَنَسْجُدُ
وَاِلَیْکَ نَسْعٰی وَنَحْفِدُ وَنَخْشٰی
عَذَابَکَ الْجِدَّ وَنَرْجُوْا رَحْمَتَکَ
اِنَّ عَذَابَکَ الْجِدَّ بِالْکُفَّارِ
مُلْحِقٌ ط

جو لوگوں کو تیری راہ سے روکتے اور تیرے
پیغمبروں کو جھٹلاتے اور تیرے دوستوں
سے لڑتے ہیں۔ الٰہی ان کی باتوں میں تفرقہ
واختلاف ڈال دے کہ ان کا اتفاق ٹوٹ
جائے اور ان کے قدموں کو ڈگمگا دے
ان پر اپنا وہ عذاب نازل کر جسے تو
کفار سے نہیں روکا کرتا۔ میں بخشش کرنے
والے خدا اور مہربان کا سا نہ کے نام سے
شروع کرتا ہوں۔ الٰہی ہم تجھ سے مدد
مانگتے اور بخشش کی درخواست کرتے ہیں۔
تیری بھلائی کے ساتھ تعریف کرتے اور
نعمت کی ناشکری نہیں کرتے۔ ہم اس سے
بیزار اور الگ ہیں جو تیری نافرمانی کرتا ہے
ہم خدائے رحمٰن ورحیم کے نام سے شروع
کرتے ہیں۔ خداوندا ہم تجھی کی عبادت
کرتے اور تیرے ہی لئے نماز پڑھتے
اور سجدہ کرتے ہیں۔ ہم تیری عبادت کی

طرف کوشش کرتے اور تیری خدمت میں دوڑتے ہیں اور تیرے یقینی و برحق عذاب سے
ڈرتے ہیں۔ ہم تیری رحمت کے امیدوار اور عذاب سے خائف ہیں۔ بے شک تیرا
عذاب کافروں کو پہنچنے والا ہے۔

اس حدیث کو اگرچہ ابوداؤد نے بھی اپنے مراسیل میں ذکر کیا ہے لیکن حضرت[۱]

---

[۱] حصن حصین باب دعاء الوتر۔

صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی قول وفعل سے اس کی سند ثابت نہیں ہوتی۔

تیسری دعا یہ ہے:[1]

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُکَ وَنَسْتَغْفِرُکَ وَنُؤْمِنُ بِکَ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْکَ وَنُثْنِیْ عَلَیْکَ الْخَیْرَ وَنَشْکُرُکَ وَلَا نَکْفُرُکَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُکُ مَنْ یَّفْجُرُکَ۔ اَللّٰھُمَّ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَلَکَ نُصَلِّیْ وَنَسْجُدُ وَاِلَیْکَ نَسْعٰی وَنَحْفِدُ وَنَرْجُوْا رَحْمَتَکَ وَنَخْشٰی عَذَابَکَ اِنَّ عَذَابَکَ الْجِدَّ بِالْکُفَّارِ مُلْحِقٌ۔ اس دعا کا ثبوت بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں پایا گیا۔ لہٰذا وتر میں وہی قنوت پڑھنی صحیح اور ثابت ہے جو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی روایت سابق میں گذر چکی ہے یعنی اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ فِیْمَنْ ھَدَیْتَ الخ وتروں میں تیسری رکعت میں اکثر لوگ اوّل رفع الیدین کرتے ہیں پھر ہاتھ باندھ کر وتر پڑھتے ہیں وہ بے سند اور بدعت ہے۔

۲۱۔ نماز فجر و مغرب میں قنوت

[2] عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّہٗ سُئِلَ ھَلْ قَنَتَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ صَلٰوۃِ الصُّبْحِ فَقَالَ نَعَمْ فَقِیْلَ لَہٗ قَبْلَ الرُّکُوْعِ اَوْ بَعْدَ الرُّکُوْعِ۔ قَالَ بَعْدَ الرُّکُوْعِ۔

یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز میں قنوت پڑھا؟ کہا: ہاں۔ دریافت کیا گیا کہ رکوع سے پیشتر یا بعد؟ کہا رکوع کے بعد۔

[3] براء بن عازب کی روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ

---

[1] غایۃ الاوطار شرح درالمختار مطبوعہ دہلی ص ۳۰۴ [2] ابوداؤد مطبوعہ دہلی ص ۲۱۳۔

[3] مسلم ابوداؤد ص ۲۳۷ و ترمذی ص ۳۷۵ [4] صحیحین مشکوٰۃ ص ۱۰۵۔

وسلم مغرب اور صبح دونوں نمازوں میں قنوت پڑھتے تھے۔ جب[۱] مسلمانوں پر کوئی حادثہ نازل ہو تو تمام نمازوں میں قنوت پڑھنا مستحب ہے۔ اور صبح کی نماز میں اکثر[۲] قنوت پڑھنا مستحب ہے۔ قنوت میں[۳] پڑھنے کا محل آخری رکعت میں رکوع سے سر اٹھانے کے بعد ہے۔ دُعائے قنوت پکار کر پڑھنا مستحب ہے[۴]۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینے تک قنوت پڑھا۔ آپؐ رکوع کے بعد دُعائے قنوت پڑھا کرتے اور قبائلِ عرب میں سے چند قبیلوں کے حق میں بد دُعا کرتے۔ ازاں بعد آپؐ نے ترک کر دیا۔

۲۲۔ قضا اور فوت شدہ نمازیں

اگر کوئی شخص[۵] دیدہ و دانستہ نمازیں چھوڑ دے اور پھر اُن کی قضا کرنا چاہے تو اس قسم کی نمازوں کی قضا حدیث سے ثابت نہیں ہے بلکہ ایسے آدمی کے لئے توبہ استغفار ہے۔ گذشتہ گناہوں پر توبہ کرے اور از سر نو نماز پڑھنا شروع کرے آئندہ ترک نہ کرنے پر عہد کرے۔ ہاں[۶] جو نمازیں کسی معقول عذر کی وجہ سے ترک ہو گئی ہیں اُنہیں بالترتیب ادا کرنا چاہیئے۔ مثلاً اول صبح کی، پھر ظہر کی قضا نماز ادا کرے۔

جنگِ[۷] خندق میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کُفّار کے غلبہ سے چار نمازیں نہیں پڑھ سکے تو آپؐ نے رات کو چاروں نمازیں بالترتیب جماعت سے پڑھیں۔ اگر مسجد[۸] یا کسی اور مقام پر جماعت ہو رہی ہو تو جماعت میں شریک ہو کر پہلے وقتیہ نماز ادا کر لینی چاہیئے۔ فوت شدہ نمازیں بعد کو ترتیب کے

---

۱ بلوغ المرام باب صفۃ الصلوٰۃ ۲ صحیحین مشکوٰۃ ص ۱۰۶ ۳ بلوغ المرام باب صفۃ الصلوٰۃ ۴ صحیحین مشکوٰۃ ص ۸۲ ۵ ترمذی، ابوداؤد، نسائی مشکوٰۃ ص ۵۳ ۶ نیل الاوطار مصری ص ۲۲۵ ۷ صحیحین منتقیٰ ص ۱۰ ۸ صحیحین منتقیٰ ص ۲۱۔

ساتھ پڑھیں۔

اگر کوئی شخص جان کے خوف یا کوئی سخت صدمہ پہنچنے کی حالت میں مضطرو بے قرار ہو اور تیمم اور اشاروں سے بھی نماز نہ پڑھ سکتا ہو اور نماز کا وقت جاتا رہا ہو تو حالتِ امن میں وہ نماز پڑھ لے۔ اللہ سے امید ہے کہ اس پر اس کی پکڑ نہ ہو گی۔

۲۳۔ بھولنے اور سو جانے والوں کی نماز

جو شخص کسی نماز کو اتفاقاً بھول گیا یا غافل ہو کر سو گیا تو جب نماز یاد آئے یا نیند سے بیدار ہو، فوراً پڑھ لے۔ اس نماز کا وہی وقت ہے قضا کرنے کے علاوہ اور کوئی مواخذہ اس پر نہ ہو گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سو جانے میں آدمی کا کوئی قصور نہیں۔ قصور تو جاگنے کی حالت میں نماز کا قضا کر دینا ہے۔ تو جب کوئی شخص نماز بھول جائے یا غافل ہو کر سو گیا تو جس وقت یاد آ جائے یا سو کر اٹھے نماز پڑھ لے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ یعنی میرے یاد کرنے کے وقت نماز پڑھو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا کہ علی تین کاموں میں دیر نہ کرنا۔ ایک نماز، جب اس کا وقت ہو جائے۔ دوسرے جنازہ، جس وقت تیار ہو جائے فوراً اس کی نماز پڑھنی چاہیئے۔ تیسرے جب کوئی عورت قابلِ نکاح ہو تو جس وقت اس کا جوڑ ملے فوراً نکاح کر دینا چاہیئے۔ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز بھی سو جانے کی وجہ سے فوت ہو گئی تھی اور یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب کہ آپ خیبر سے واپس تشریف لا رہے تھے جب بیدار ہوئے تو جماعت سے نماز ادا فرمائی۔ جو نمازیں اس طرح سے

۱؎ صحیحین منتقی ص۴۱ ۲؎ نسائی، ترمذی منتقی ص۴۱ ۳؎ ترمذی مشکوٰۃ ص۵۳ ۴؎ امام احمد منتقی ص۴۱

فوت ہو جائیں۔ اُن کے لئے بجز اوّل نماز کے اور کسی کے لئے اذان کہنے کی ضرورت نہیں بلکہ صرف تکبیر کہنا کافی ہے۔ اس قسم کی نماز کو فوت شدہ نماز کی نیت سے ادا نہ کرنا چاہیئے بلکہ ادا کی نیت سے پڑھنا چاہیئے۔

۲۴- عورتوں کی نماز

شریعتِ محمدیؐ[۱] میں مرد اور عورت کی نماز میں کوئی فرق نہیں بلکہ جس طرح مرد نماز پڑھتا ہے اسی طرح عورت کو بھی پڑھنا چاہیئے۔ ہاں بالغہ عورتوں[۲] کو اپنا سارا جسم چھپا کر نماز ادا کرنا چاہیئے۔ منہ اور ہاتھوں کے پہنچوں کے علاوہ سارا جسم کپڑے سے ڈھانکنا ضروری ہے۔ اگر ان کے علاوہ کوئی اور جگہ کھلی رہے گی تو نماز نہ ہوگی۔ سر کے بال کھلنے سے بھی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اگر ایسا[۳] باریک کپڑا پہن کر نماز پڑھے جس سے بدن نظر آئے تو بھی نماز نہ ہوگی۔ عورتوں[۴] کی نماز صرف کرتے اور اوڑھنی سے بھی ہو سکتی ہے جب کہ سر اور ٹخنے چھپے ہوئے ہوں۔

نمازی عورتیں بھی قیامت کے دن بہشت کی نعمتوں سے محظوظ ہوں گی اور انہیں بھی اللہ تعالےٰ بڑے درجے عنایت فرمائے گا بلکہ بعض نیک عورتیں بعض نیک مردوں سے بڑھ کر جنت کی نعمتوں کا حصہ لیں گی۔ آنحضرت[۵] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو عورت پانچ وقت کی نماز ادا کرے، رمضان المبارک کے روزے رکھے، اپنی شرم گاہ کی حفاظت کرے، خاوند کی اطاعت و فرمانبرداری کرتی رہے وہ جنت میں جس دروازے سے چاہے گی داخل ہوگی۔

---

[۱] مسلم، ابوداؤد، احمد، منتقیٰ ص ۳۳۔ [۲] بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، ابنِ ماجہ، منتقیٰ ص ۱۴۵۔
[۳] احمد، ابوداؤد، منتقیٰ ص ۵۰۔ [۴] ابوداؤد، منتقیٰ ص ۴۶۔ [۵] طبرانی ترغیب ص ۷۵۔

عورتیں[1] اگر مسجد میں شریک جماعت ہو کر نماز پڑھنے کی اجازت خاوندوں سے مانگیں تو انہیں منع نہ کرنا چاہیئے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر عورتیں مسجدوں میں نماز پڑھنے کی درخواست کریں تو انہیں روکنا نہ چاہیئے۔

ایک[2] حدیث میں یوں آیا ہے کہ عورتوں کو رات کے وقت مسجدوں میں جانے سے نہ روکو۔ آنحضرت[3] صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں عورتیں صبح کی نماز پڑھ کر ایسے وقت اپنے گھروں کو واپس چلی جاتی تھیں کہ پہچانی نہ جاتی تھیں۔

آنحضرت[4] صلی اللہ علیہ وسلم نے ان عورتوں کے حق میں وعید فرمائی ہے جو کہ خوشبو لگا کر مسجدوں میں جاتی ہیں لیکن اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو پردے کا نہایت تاکیدی حکم فرمایا ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ۭ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ الخ	یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ اپنی بیبیوں، بیٹیوں اور مسلمان عورتوں سے فرما دیجئے کہ اپنے اوپر برقعے اور چادریں ڈال لیں۔ اس سے ان کی پہچان ہو گی کہ بی بی ہیں یا لونڈی)

اور[5] فرمایا کہ وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ الخ یعنی اے نبی کی بیبیو! تم اپنے گھروں میں ٹکی رہو۔

ابو حمید ساعدی جو ایک نہایت جلیل القدر صحابی تھے۔ ان کی بی بی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ کے ساتھ نماز پڑھنا دوست رکھتی ہوں۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تو میں جانتا ہوں مگر پر تیرا کوٹھڑی

---

[1] مسلم مشکوٰۃ صہ ۹۵ [2] فتح الباری پارہ ۴ صہ ۴۷ [3] بخاری مع فتح الباری صہ ۴۷

[4] پارہ ۲۲ سورۂ احزاب ع ۵ [5] پارہ ۲۲ سورۂ احزاب ع ۴۔

میں نماز پڑھنا دالان میں پڑھنے سے بہتر ہے اور دالان میں نماز پڑھنا گھر کے صحن میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور محلّے کی مسجد میں نماز پڑھنے سے گھر کے صحن میں بہتر ہے اور میری مسجد میں پڑھنے سے محلّے کی مسجد میں بہت بہتر ہے۔ ازاں بعد حضرت کے ارشاد سے اُن کے گھر کے ایک کونے میں مسجد بنائی گئی اور وہ انتقال کے وقت تک وہیں نماز پڑھتی رہیں۔

ایک[1] حدیث میں یوں بھی آیا ہے کہ خدا تعالیٰ کو اس عورت کی نماز بہت پسند اور محبوب ہے جو اپنے گھر کی اس کوٹھڑی میں پڑھتی ہے جو سب سے زیادہ اندھیری ہو۔ یہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کی رضامندی اسی میں ہے کہ عورت اپنے گھر کی اندھیری کوٹھڑی میں نماز پڑھے۔ ہاں عشا اور صبح کی نماز کے لئے اگر اندھیرے اندھیرے میں جائیں اور چلی آئیں تو انہیں مسجدوں میں جانے سے منع کرنا جائز نہیں۔

عورتوں[2] کو اپنے خاوندوں کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ رکھنا منع ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا ہے کہ عورتیں بغیر اجازت اپنے خاوندوں کے نفلی روزہ نہ رکھیں۔

۲۵۔ عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک

قَالَ[3] اللّٰہُ تَعَالٰی وَعَاشِرُوْھُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ط یعنی عورتوں کے ساتھ اچھے طور پر گذران کرو۔ وَقَالَ[4] رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَیْرُکُمْ لِاَھْلِہٖ وَاَنَا خَیْرُکُمْ لِاَھْلِیْ ط یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سب میں زیادہ بہتر وہ شخص ہے جو اپنی عورت کے ساتھ زیادہ نیکوکار ہے

---

[1] ترغیب ص۵، [2] ابوداؤد، ابن ماجہ، مشکوٰۃ ص۲۸۲ [3] پارہ ۴ سورۂ نساء
[4] ترمذی، دارمی، ابن ماجہ مشکوٰۃ ص۲۸۳۔

اور میں تم سے زیادہ اپنی اہل کے ساتھ بھلائی کرنیوالا ہوں۔

آنحضرت[1] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگو! عورتوں کے بارے میں میری وصیت قبول کرو۔ وہ یہ کہ عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور عمدہ برتاؤ رکھو کیونکہ عورتیں اس پسلی سے پیدا ہوئی ہیں جو بہت ہی ٹیڑھی ہے۔ اگر تم اُسے سیدھا کرنا چاہو گے تو سیدھا کیا کر سکو گے اُلٹا توڑ ڈالو گے اور یوں ہی چھوڑ دو گے تو ہمیشہ ٹیڑھی رہے گی کبھی سیدھی نہ ہو گی۔ پس اگر تم اس سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہو تو یوں ہی فائدہ اٹھا سکتے ہو۔

حضرت[2] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر بنی اسرائیل کی قوم نہ ہوتی تو گوشت کبھی نہ سڑتا اور اگر حوا نہ ہوتی تو کوئی عورت اپنے خاوند کی خیانت نہ کرتی۔ اور[3] فرمایا کہ کامل مسلمان وہ ہے جس کا خلق اچھا ہو اور بہتر ایماندار وہ ہے جو اپنی بیبیوں کے حق میں اچھا برتاؤ کرے اور[4] فرمایا کہ خاوند کے ذمے بیوی کا حق یہ ہے جیسا خود کھائے پہنے ویسا ہی اُسے بھی کھلائے پہنائے اور اس کے منہ پر نہ مارے نہ کوسے نہ اس سے علیحدگی اختیار کرے۔ حضرت[5] عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں اپنے پڑوس کی لڑکیوں کے ساتھ گڑیاں کھیلا کرتی تھی جب حضرت گھر میں تشریف لاتے تو لڑکیاں شرم کے مارے چھپ جاتیں۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُنہیں میرے پاس کھیلنے کے لئے بھیج دیتے اور وہ میرے ساتھ اکثر اوقات کھیلا کرتیں۔

حضرت[6] عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ حبشی مسجد کے صحن میں برچھیوں سے کھیل رہے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجھے پردہ کئے تماشہ دکھا رہے تھے۔ جب بہت دیر ہو گئی اور میرا جی اکتا گیا تو میں خود وہاں سے ہٹ گئی۔

۱؎ صحیحین مشکوٰۃ صہ ۲۷۳ — ۲؎ صحیحین مشکوٰۃ صہ ۲۷۳

۳؎ صحیحین مشکوٰۃ صہ ۲۷۳ — ۴؎ صحیحین مشکوٰۃ صہ ۲۷۲

۵؎ صحیحین مشکوٰۃ صہ ۲۷۲ — ۶؎ صحیحین مشکوٰۃ صہ ۲۷۲

حضرت[۱] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی مسلمان اپنی مسلمان بیوی سے ناخوش نہ ہو کیونکہ اگر اس کی بُری عادت سے ناراض ہوگا تو دوسری نیک عادت سے راضی ہو جائے گا۔ آنحضرت[۲] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص میاں بیوی میں تفرقہ ڈلوائے وہ ہماری جماعت سے نہیں۔

حضرت[۳] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب خاوند اپنی بیوی کو بچھونے پر بلائے اور وہ انکار کر دے اور خاوند غصے میں رات بسر کرے تو فرشتے اس عورت پر رات بھر لعنت کرتے رہتے ہیں اور[۴] یہ بھی فرمایا کہ جب شوہر اپنی بیوی کو بلائے تو اُسے فوراً حاضر ہونا چاہیئے اگرچہ چولہے، چکی اور نہایت ضروری کام میں لگی ہوئی ہو۔

حضرت[۵] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب عورت دنیا میں اپنے شوہر کو تکلیف پہنچاتی ہے تو جنت کی حور جو انجام کار اس کی بیوی ہوگی، کہتی ہے کہ اللہ تجھے غارت کرے۔ اس شخص کو ایذا مت دے یہ چند روز کے لئے تیرے پاس مہمان ہے۔ عنقریب تجھ سے جدا ہو کر ہمارے پاس آنیوالا ہے۔

اور[۶] فرمایا کہ جو عورت اس حال میں مرے کہ اُس کا خاوند اس سے راضی ہو تو وہ جنت میں داخل ہوگی۔

حضرت[۷] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں کسی کو غیر کا سجدہ کرنے کا حکم کرتا تو عورت کو حکم کرتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کیا کرے۔

---

۱ صحیحین، مشکوٰۃ صہ ۲۸۲ ۲ ترمذی مشکوٰۃ صہ ۲۸۳ ۳ صحیحین، مشکوٰۃ صہ ۲۸۲
۴ ترمذی مشکوٰۃ صہ ۲۸۳ ۵ ترمذی، ابنِ ماجہ، مشکوٰۃ صہ ۲۸۳ ۶ ترمذی مشکوٰۃ صہ ۲۸۳
۷ ترمذی مشکوٰۃ صہ ۲۸۳۔

باب الجمعة

۱۔ جمعہ کے دن کی فضیلت

[۱] عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَیْرُ یَوْمٍ طَلَعَتْ عَلَیْهِ الشَّمْسُ یَوْمُ الْجُمُعَةِ فِیْهِ خُلِقَ اٰدَمُ وَفِیْهِ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ وَفِیْهِ اُخْرِجَ مِنْهَا وَلَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ اِلَّا فِیْ یَوْمِ الْجُمُعَةِ۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب میں بہتر اور افضل دن جمعہ کا ہے اسی دن حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اور اسی دن بہشت کے اندر داخل ہوئے اسی دن وہاں سے نکالے گئے اور اسی دن قیامت برپا ہوگی۔

[۲] اور فرمایا: لوگو! جمعہ کے روز مجھ پر کثرت سے درود شریف پڑھا کرو۔ تمھارے درود (فرشتوں کی وساطت سے) مجھ تک پہنچتے ہیں۔

[۳] اور فرمایا کہ گو ہم پیدائش میں سب سے پیچھے ہیں لیکن رتبے میں قیامت کے دن سب سے آگے ہوں گے اور ہم ہی سب سے پیشتر جنت میں داخل ہوں گے۔

۱؎ مسلم مشکوٰۃ صـ۱۱۱ ۲؎ ابن ماجہ مشکوٰۃ صـ۱۱۳ ۳؎ صحیحین مشکوٰۃ صـ۱۱۱

اگرچہ اور لوگوں کو ہم سے پہلے کتاب ملی ہے۔ انہوں نے ایک سچی بات یعنی جمعہ کے دن میں اختلاف کیا پھر اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کی طرف راہ دے دی ... یعنی جمعہ ہے پہلے ہے اور یہود و نصاریٰ کی عید اس کے بعد ہے یعنی ہفتہ اور اتوار۔

اور فرمایا[۱] کہ جمعہ کے دن ایک ایسی مقبول ساعت ہے کہ اس میں مسلمان بندہ جو بھی دعا کرتا ہے قبول ہوتی ہے۔

ف اس مقبول ساعت میں علماء کا اختلاف ہے۔ اکثر علماء اس طرف گئے ہیں کہ اس سے جمعہ کے دن کی آخری ساعت مراد ہے یعنی عصر[۲] سے مغرب تک۔ بعض حدیثوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ساعت[۳] امام کے منبر پر بیٹھنے سے لے کر نماز کے ختم ہونے تک ہے۔ تمام حدیثوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ساعت صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک کسی وقت بھی ہو سکتی ہے۔ ہاں امام کے خطبہ سے ختم نماز تک اور عصر کی نماز سے غروب آفتاب تک اکثر ہوتی ہے۔

حضرت[۴] صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ چونکہ جمعہ کے روز قیامت قائم ہوگی اسلئے ہر جمعہ کے دن صبح سے لیکر شام تک مقرب فرشتے اور آسمان و زمین، ہوا، پہاڑ، دریا تمام جانور کانپتے تھراتے رہتے ہیں کہ کہیں آج ہی قیامت نہ ٹوٹ پڑے اور فرمایا[۵] کہ جو مسلمان جمعہ کی رات یا دن کو فوت ہوگا اللہ تعالیٰ اسے قبر کے فتنے سے بچالے گا۔

۲۔ جمعہ کو غسل کرنا واجب ہے

جمعہ کے دن نماز جمعہ ادا کرنے کیلئے غسل کرنا واجب ہے۔ آنحضرت[۶] صلی اللہ

---

۱ صحیحین مشکوٰۃ صـ ۱۱۱ ۲ ترمذی مشکوٰۃ صـ ۱۱۱ ۳ مسلم مشکوٰۃ صـ ۱۱۲
۴ ابن ماجہ مشکوٰۃ صـ ۱۱۲ ۵ احمد، ترمذی، مشکوٰۃ صـ ۱۱۳ ۶ مسلم ۲۱۰

علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

حَقٌّ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ اَنْ يَّغْتَسِلَ فِىْ كُلِّ سَبْعَةِ اَيَّامٍ يَغْسِلُ رَاْسَهٗ وَجَسَدَهٗ[۱]

یعنی ہر ایک مسلمان پر اللہ کا حق ہے کہ ہر سات دن میں اپنا سر اور بدن دھوئے۔

آنحضرت[۲] صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر کھڑے ہو کر یہ بھی فرمایا کہ جو تم میں جمعہ کے لئے آئے اول نہا لے۔

ایک[۳] دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت فاروق اعظمؓ جمعہ کا خطبہ پڑھ رہے تھے اتنے میں عثمان رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ ذرا دیر کر کے حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا کہ یہ کیا آنے کا وقت ہے؟ یعنی پہلے آنا چاہیئے تھا۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ میں ایک ضروری کام کو گیا ہوا تھا۔ گھر میں بھی نہیں گیا۔ اذان سنی تو کچھ بھی نہ ہو سکا۔ صرف وضو کر کے چلا آیا۔ فاروق اعظمؓ نے فرمایا: اور کیا صرف وضو ہی؟ حالانکہ تمہیں معلوم ہے کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل کا حکم فرمایا ہے۔

آنحضرت[۴] صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ جمعہ کے دن مسلمانوں کو غسل کرنا اور خوشبو لگانا چاہیئے۔ اگر خوشبو میسر نہ ہو تو انہیں غسل کا پانی ہی کفایت کرتا ہے۔ اگر مقدور[۵] ہو تو جمعہ کیلئے علیحدہ کپڑے بنا رکھے۔ غسل کرتے وقت ضرورت سے کوئی بات کرنا جائز ہے۔

۲۔ جمعہ کی نماز کا وقت

جمعہ[۶] کی نماز کا وقت زوال سے شروع ہو جاتا ہے۔ زوال کے بعد

---

[۱] مسلم صد ۲۸۰ [۲] مسلم صد ۲۸۰ [۳] احمد ترمذی مشکوٰۃ صد ۱۱۵۔
[۴] بخاری باب آداب۔ المفرد [۵] بلوغ المرام صد ۳۳ [۶] مسلم صد ۲۸۳۔

جب کسی قدر سایہ ڈھل چکے تو نمازِ جمعہ ادا کریں اور یہ نمازِ جمعہ کا اوّل وقت ہے۔
آنحضرت[۱] صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ فرماتے ہیں کہ جمعہ کے روز جب تک ہم نمازِ جمعہ سے فارغ نہ ہولیتے نہ تو دوپہر کو سوتے نہ کھانا کھاتے۔ جب[۲] سردی زیادہ پڑنے لگتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جلدی نماز پڑھا کرتے اور جب گرمی زیادہ ہوتی تو آپؐ کسی قدر توقف فرماتے اور ذرا دیر کر کے نماز پڑھتے۔
صحابہ[۳] کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں نمازِ جمعہ پڑھ کر گھروں کو واپس جاتے تو دیواروں کا سایہ اس قدر نہ ہوتا تھا کہ وہ اس میں چل سکیں۔

۴۔ جمعہ پڑھنے کا ثواب اور کیفیت

آنحضرت[۴] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَعَلَيْهِ الْجُمُعَةُ اِلَّا مَرِيْضٌ اَوْ مُسَافِرٌ اَوِ امْرَاَةٌ اَوْ صَبِيٌّ اَوْ مَمْلُوْكٌ ۔

یعنی جو شخص اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس پر جمعہ کے روز جمعہ فرض ہے مگر مریض مسافر اور عورت اور نابالغ لڑکے اور غلام پر فرض نہیں۔

جمعہ[۵] کی نماز شہر اور گاؤں والوں پر فرض ہے۔ جو لوگ گاؤں والوں پر جمعہ ساقط کرتے ہیں وہ اللہ کے فرض سے لوگوں کو روک رہے ہیں اس کا خمیازہ آخرت میں ان کو بھگتنا پڑے گا۔[۶] امام کے علاوہ اگر دو آدمی بھی کہیں ہوں تو ان کو جمعہ قائم کرنا چاہیئے۔

---

[۱] مسلم صہ ۲۵۳ [۲] بخاری مشکوٰۃ صہ ۴۸۴ [۳] مسلم صہ ۲۸۳
[۴] دار قطنی مشکوٰۃ صہ ۱۱۴ [۵] بخاری باب الشتان فما فوقهما جماعۃ [۶] ترمذی صہ ۱۰۱۔

جمعہ کے دن نماز سے پیشتر امام منبر پر کھڑے ہو کر دو خطبے پڑھے۔ اس کے بعد دو رکعت بہ نیت فرض اُونچی قرأت سے ادا کرے۔ فرضوں کے بعد وہاں سے ذرا ہٹ کر دو رکعت یا چار رکعت[1] سُنت ادا کرے۔ بعض صحابہؓ سے فرضوں کے بعد چھ رکعتیں بھی ثابت ہیں۔

آنحضرت[2] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو فرشتے مسجد کے دروازے پر آ کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور آنے والوں کو لکھنے لگتے ہیں۔ جو شخص سب سے پہلے آتا ہے اُسے اس قدر ثواب ملتا ہے گویا اس نے ایک اُونٹ مکہ مکرمہ میں قربان کیا اور جو اُس کے بعد آتے ہیں اُنہیں گائے کی قربانی کا ثواب ملتا ہے اور اُن کے بعد آنے والوں کو دُنبے کی قربانی کا ثواب ملتا ہے اور جو اُن کے پیچھے آتے ہیں اُنہیں مرغی اور انڈوں کے خیرات کرنیکا ثواب ملتا ہے اور جب امام خطبہ پڑھنے کے لئے منبر پر بیٹھتا ہے تو فرشتے اعمالنامے کے دفتر لپیٹ لیتے ہیں اور خطبہ سننے کی غرض سے مسجد میں چلے آتے ہیں۔ جمعہ[3] ان لوگوں پر واجب ہوتا ہے جن کے کانوں میں اذان کے الفاظ پہنچتے ہیں۔

آنحضرت[4] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص پاک وصاف ہو کر جمعہ پڑھنے کی غرض سے مسجد میں جاتا ہے اور لوگوں کو اُن کی جگہ سے نہیں ہٹاتا۔ نمازیوں کی گردنیں نہیں پھلانگتا۔ پھر جس قدر ہو سکتا ہے نفل نماز پڑھتا اور امام کے خطبہ پڑھنے کے وقت نہایت خاموشی کے ساتھ بیٹھا رہتا ہے۔ اس کے وہ تمام گناہ بخشے جاتے ہیں جو اگلے جمعہ سے اس جمعہ تک ہوئے ہیں بلکہ تین دن زیادہ کے گناہ بخشے جاتے ہیں۔

آنحضرت[5] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص پا پیادہ سویرے اوّل وقت مسجد میں جائے اور امام کے پاس بیٹھ کر خطبہ سُنے اور کوئی بات نہ کرے

۱؎ صحیحین مشکوٰۃ ص ۱۲۲ ۲؎ ابوداؤد مشکوٰۃ ص ۱۲۰ ۳؎ ابوداؤد مشکوٰۃ ص ۱۲۰

۴؎ ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابنِ ماجہ مشکوٰۃ ص ۱۲۰ ۵؎ صحیحین مشکوٰۃ ص ۱۱۶۔

اُسے ہر قدم کے بدلے سال بھر کے روزوں کا ثواب ملتا ہے اور سال بھر کی پوری شب کی عبادت کرنے کا۔

اور فرمایا کہ جس شخص نے جمعہ کی ایک رکعت بھی پالی اُس نے جمعہ پالیا اور جس نے ایک رکعت بھی نہ پائی بلکہ آخر تشہد میں ملا۔ اُسے فرض ظہر کی چار رکعتیں پڑھنی چاہیئں۔ اگر چند آدمی امام کے ساتھ سلام پھیر دینے کے بعد آئیں تو ظہر کی نماز علیحدہ علیحدہ پڑھیں۔ دوبارہ نماز جمعہ پڑھنا حدیث سے ثابت نہیں۔ ہاں اگر کسی دوسری مسجد میں جمعہ مل جائے تو فوراً جا کر جمعہ میں شامل ہو جائے۔

۵۔ جمعہ چھوڑنے کی مذمّت

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیَنْتَہِیَنَّ اَقْوَامٌ عَنْ وَّدْعِہِمُ الْجُمُعَاتِ اَوْ لَیَخْتِمَنَّ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ ثُمَّ لَیَکُوْنُنَّ مِنَ الْغَافِلِیْنَ ۝ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ جمعوں کو ترک کرنے سے باز رہیں۔ ورنہ اللہ ان کے دلوں پر مہر لگا دے گا اور پھر وہ غفلت میں پڑ جائیں گے یہ بھی فرمایا کہ جو شخص بے پروائی سے جمعہ ترک کر دیتا ہے اللہ اس سے بے پروائی کرے گا۔

نمازِ جمعہ میں حاضر نہ ہونے والوں کے حق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرا جی چاہتا ہے کہ ان کے گھر جلا دوں۔ یہ بھی فرمایا کہ جو شخص بغیر عذر تین جمعے کر دیتا ہے وہ منافقوں کے زمرے میں شمار کیا جاتا ہے اور فرمایا کہ جو شخص بغیر عذر ایک جمعہ ترک کر دے تو ایک دینار خیرات کرے۔ اگر ایک دینار میسر نہ ہو تو آدھا ضرور چاہیئے۔ جس دن بارش ہو اور جمعہ میں نہ جا سکیں تو

۱؎ دارقطنی مشکوٰۃ ص۱۲۱ ۲؎ مسلم مشکوٰۃ ص۱۲۳ ۳؎ دارقطنی مشکوٰۃ ص۱۲۱۔
۴؎ مسلم مشکوٰۃ ص۱۱۳ ۵؎ احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ مشکوٰۃ ص۱۱۳ ۶؎ مسلم ص۶۴۸

ظہر کی نماز اپنے گھروں میں پڑھ لیں۔

۶۔ خطبہ اذان اور جمعہ میں قرأت

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَۃَ قَالَ كَانَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خُطْبَتَانِ یَجْلِسُ بَیْنَھُمَا وَیُذَكِّرُ النَّاسَ فَكَانَتْ صَلٰوتُہٗ قَصْدًا وَّخُطْبَتُہٗ قَصْدًا [1] (ابوداؤد) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے روز دو [2] خطبے کھڑے ہو کر پڑھتے اور دونوں کے بیچ میں تھوڑی دیر بیٹھ جاتے جیسا کہ اس زمانے میں معمول ہے۔ آپ دونوں خطبوں میں عموماً قرآن مجید کی آیتیں پڑھا کرتے۔ اور [3] اکثر ایسا ہوتا کہ سورۃ ق پڑھتے اور حاضرین کو مؤثر پیرائے میں نصیحت فرماتے [4]۔ بیٹھ کر خطبہ پڑھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں۔ اس کا مدعی جھوٹا مفتری ہے۔ ایک [5] صحابیؓ نے ایک شخص عبدالرحمٰن بن ام الحکم کو بیٹھ کر خطبہ پڑھتے دیکھا۔ فرمایا۔ دیکھو یہ خبیث بیٹھ کر خطبہ پڑھتا ہے۔

خطبہ پڑھتے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں سرخ ہو جاتیں، آواز بھاری پڑ جاتی، غصہ بڑھ جاتا گویا آپ ایک ایسے خونخوار لشکر سے خوف دلا رہے ہیں جو صبح یا شام کو حملہ کرنے والا ہے۔ آپ شہادت اور بیچ کی انگلی ملا کر فرماتے کہ جس طرح یہ دونوں انگلیاں ایک ساتھ ہیں اور اسی طرح میں اور قیامت ایک ساتھ ہیں یعنی میرا آنا قربِ قیامت ہے [6]۔ ازاں بعد خدا کی حمد و ثنا کر کے فرماتے کہ جان لو کہ سب سے بہتر کتاب اللہ ہے اور تمام طریقوں میں بہتر طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ سب رسموں میں بری رسم وہ ہے جو نئی

---

[1] مسلم مشکوٰۃ صـ ۱۵۱ [2] مسلم مشکوٰۃ صـ ۱۱۵ [3] مسلم مشکوٰۃ صـ ۱۱۶
[4] مسلم مشکوٰۃ صـ ۱۱۵ [5] مسلم مشکوٰۃ صـ ۱۱۵ [6] مسلم مشکوٰۃ صـ ۱۱۹۔

نکالی گئی ہو اور سب نئی رسمیں گمراہی میں ڈالنے والی ہیں۔

[1] خطبہ کی اذان سے مسلمانوں پر خرید و فروخت حرام ہو جاتی ہے۔[2] امام کو چاہیئے کہ مقتدیوں کی طرف منہ کر کے منبر پر بیٹھے اور[3] مقتدی امام کے سامنے اس کے قریب بیٹھنے کی کوشش کریں۔ جب[4] امام منبر پر بیٹھے تو اس کے سامنے صحن مسجد میں پکار کر اذان دی جائے۔ قرآن مجید کی آیت اذا نودی للصلوٰۃ الخ میں اسی اذان کا ذکر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ایک یہی اذان تھی۔ اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق کے عہد خلافت میں یہی اذان تھی۔

لیکن جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ ہوا اور آپ نے لوگوں کی کثرت دیکھی تو آپ نے خطبہ کی اذان سے پہلے ایک اور اذان صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں زورا بازار میں جاری کی۔ کسی نے اس پر انکار نہیں کیا اور جب یہ ہے تو اذان مذکور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق خلفائے راشدین کی سنت میں داخل ہے۔ جو لوگ اس اذان کو بدعت بتاتے ہیں یہ ان کی غلط فہمی ہے لیکن یہ اذان مسجد سے باہر ہونی چاہیئے۔ مسجد میں یہ اذان دینی بدعت ہے۔ حضرت عثمان نے مسجد سے باہر زورا بازار میں دلوائی تھی۔

جب[5] خطبہ کی اذان ہو چکے تو امام منبر پر کھڑے ہو کر دو خطبے پڑھے۔ اثنائے[6] خطبہ میں جو لوگ آئیں انہیں ہلکی سی دو رکعتیں بیٹھنے سے پیشتر پڑھ لینی ضروری ہیں۔ حاضرین جمعہ نہایت خاموشی کے ساتھ خطبہ سنیں اور جہاں جگہ پائیں بیٹھ جائیں۔ خطبہ[7] کے وقت بولنے والے کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے گدھا فرمایا ہے اور

---

[1] پارہ ۲۸ سورہ جمعہ [2] ترمذی مشکوٰۃ صہ ۱۱۶ [3] بلاغ صہ ۴۹۳ [4] بخاری مشکوٰۃ صہ ۱۱۵ [5] مسلم مشکوٰۃ صہ ۱۱۵ [6] مسلم مشکوٰۃ صہ ۱۱۵۔ [7] بخاری مشکوٰۃ صہ ۱۱۵۔

یہ بھی فرمایا ہے کہ وہ جمعہ کے ثواب سے محروم رہتا ہے۔

جمعہ[1] کے لئے اچھے کپڑے بنا رکھنے حدیث سے ثابت ہیں۔ خطبہ کے وقت اگر کسی کو اونگھ آئے تو جگہ بدل کر بیٹھے۔ خطبہ[2] کے وقت اگر امام سے کوئی مسئلہ پوچھا جائے تو فوراً جواب دے یا معقول بات کہے۔ اثنائے خطبہ میں جب کوئی شخص مسلمان ہونے کی درخواست کرے تو خطبہ چھوڑ کر پہلے اسے اسلام کی تلقین کرنی چاہیئے۔

اگر مقتدیوں کی کوئی کارروائی خلاف معلوم ہو تو امام کو اس پر تنبیہ اور تہدید اور نصیحت کرنی ضروری ہے۔ امام کو چاہیئے کہ مسلمانوں کو اچھی طرح نصیحت کرے۔ اور کلمے کی انگلی سے اشارہ کر کے خوب سمجھائے۔ اللہ کے خوف اور قیامت کے ہول سے ڈرائے۔ امام کو چاہیئے کہ خطبہ کو مختصر اور نماز کو کسی قدر لمبی کرے۔ یہ اس کی عقلمندی میں داخل ہے نماز جمعہ بدون خطبہ جائز نہیں۔

بعض شہروں میں جمعہ اور عید کے روز "اَلصَّلٰوۃُ" پکاری جاتی ہے۔ یہ بدعت ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سامنے مسجد میں کسی نے "اَلصَّلٰوۃُ" پکاری۔ فرمایا کہ اس بدعتی کو مسجد سے باہر نکال دو۔ خطبہ کے وقت امام اور مقتدیوں کو ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنی بدعت ہے۔ امام اگر عصاء ہاتھ میں لے کر خطبہ پڑھے تو سنت ہے۔ خطبہ کے وقت دونوں گھٹنے کھڑے کر کے چوتڑوں پر بیٹھنا منع ہے۔

آنحضرت[3] صلی اللہ علیہ وسلم[4] کا خطبہ اور نماز متوسط درجے کی ہوتی تھی۔ خطبہ کے وقت آنے والے نہ سلام کریں نہ بیٹھے ہوئے جواب دیں۔ اگر عید کے روز جمعہ آ جائے تو دونوں نمازیں اپنے اپنے وقتوں پر پڑھیں۔ اس صورت میں

---

[1] صحیحین۔ مشکوۃ ص ۱۲۴ [2] امام احمد مشکوۃ ص ۱۲۵ [3] مسلم مشکوۃ ص ۱۲۵
[4] مسلم م ص ۲۶۲۔

اگر جمعہ نہ بھی پڑھیں تو بھی جائز ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی ہے۔

آنحضرت[1] صلی اللہ علیہ وسلم اکثر سَبِّحِ اسْمَ اور سُورَۃُ غَاشِیَہ پڑھا کرتے تھے اور سُورَۃُ جُمُعَہ اور مُنَافِقُونَ بھی پڑھا کرتے تھے مگر جمعہ کے روز فجر کی نماز میں سُورَۃُ الٓمّٓ ، اَلسَّجْدَہ اور سُورَۃُ دَھر ہمیشہ پڑھا کرتے تھے۔ اثنائے خطبہ میں اگر دل ہی دل میں دُعا کریں تو جائز ہے۔ لیکن ہاتھ اٹھا کر دُعا مانگنا بدعت ہے۔

بغیر[2] عذر تارکِ جمعہ کو ایک دینار یعنی ساڑھے تین روپیہ رائج الوقت کفارہ کے محتاجوں کو دینے چاہئیں۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو نصف دینار یعنی ایک روپیہ بارہ آنے دے دے۔ یہ بھی ممکن نہ ہو تو ایک صاع یعنی ڈھائی سیر ڈھائی چھٹانک گیہوں خیرات کرے۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو آدھا صاع ہی دے دے۔ بعض حدیثوں میں ایک مُدّ غلہ بھی آتا ہے اور آدھا مُدّ (پونے تین پاؤ اناج) بھی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ صرف ایک درم یا نصف درم یعنی سوا پانچ آنے خیرات کرے اور اللہ سے توبہ و استغفار کرے۔

---

[1] بلوغ المرام ص۲۹ [2] ابوداؤد، ابنِ ماجہ، مشکوٰۃ ص۱۱۳۔

عیدین

۱۔ خوش پوشی اور مسرت کے دن

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّے اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا اَبَا بَکْرٍ اِنَّ لِکُلِّ قَوْمٍ عِیْدًا وَّ ھٰذَا عِیْدُنَا مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

حضرت[1] عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ بقر عید کے ایام میں میرے پاس انصار کی دو لڑکیاں آئیں اور دف بجا بجا کر وہ اشعار گانے لگیں جنہیں انصار نے جنگ بعاث میں پڑھا تھا۔ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چہرۂ مبارک کپڑے سے لپیٹے ہوئے تھے۔ اتنے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے اور لڑکیوں کو ڈانٹنا شروع کیا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چہرۂ مبارک کھول کر فرمایا انہیں رہنے دو۔ یہ دن عید کے ہیں، ان میں خوشی منانی چاہیئے اور فرمایا: ہر قوم کے ہاں عید ہوتی ہے ہماری عید یہ ہے۔

حضرت[2] انسؓ فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینے میں تشریف لائے تو مدینے کے باشندوں کے لئے خوشی کے دو دِن مقرر کئے تھے جن میں وہ کھیلتے اور خوشیاں منایا کرتے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ دو دن جن میں یہاں کے لوگ کھیلتے اور خوشیاں منایا کرتے ہیں کیسے ہیں؟ صحابہؓ نے عرض کیا کہ اے رسولِ خدا یہ وہ دن ہیں کہ جن میں ہم زمانۂ جاہلیت میں کھیلتے اور خوشیاں منایا کرتے تھے۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے اِن دنوں سے بہتر دو دن مقرر کئے ہیں۔ ایک قربانی کا دن دوسرا عید الفطر کا دن۔ یہ دو دن اچھے کھانے اور عمدہ لباس پہننے اور خوشی منانے کے لئے

---

[1] صحیحین مشکوٰۃ صفحہ ۱۸

[2] ابوداؤد مشکوٰۃ صفحہ ۱۱۱

ہیں بشرطیکہ خلافِ شرع نہ ہوں۔

حضرت[1] عائشہؓ فرماتی ہیں کہ عید کے روز چند حبشی آکر مسجد نبویؐ میں ہتھیاروں سے کھیلنے لگے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دروازہ پر بلایا۔ میں آپ کے کندھے شریف پر اپنا سر رکھ کر ان کا تماشا دیکھنے لگی۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر سے میرے جسم کو چھپا لیا اور میں بہت دیر تک کھڑی رہی۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم برابر فرما رہے تھے کہ اے بنی ارفدہ (بنی ارفدہ حبشیوں کو کہا جاتا ہے) اپنے کھیل میں مشغول رہو اور بے دھڑک کھیلے جاؤ! جب میں کھڑے کھڑے تھک گئی اور طبیعت بھی اکتا گئی تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمھیں اس قدر دیکھنا کافی ہے اور اب دیکھنا نہیں چاہتیں؟ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا: اچھا گھر میں چلی جاؤ۔

اس کے بعد حضرت عمرؓ تشریف لائے۔ دیکھتے ہیں کہ حبشی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے نیزوں سے کھیل رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر آپ زمین سے پتھر اٹھانے کے لئے جھکے تاکہ انہیں مار بھگائیں۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عمرؓ! انہیں کھیلنے دو اور منع نہ کرو۔

عید[2] کے روز نابالغ بچے دف بجائیں اور لڑکیاں ایسی غزلیں واشعار گائیں جن کا مضمون خلافِ شرع نہ ہو تو جائز ہے۔ بشرطیکہ وہ لڑکیاں مشاق گانے والیاں نہ ہوں۔ علیٰ ہذا القیاس اس دن اگر مرد بھی لکڑی کھیلیں اور جنگی مشق کریں اور لوگ ان کا تماشا دیکھیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔

حضرت[3] جابرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عیدین اور جمعہ کے روز سرخ چادر زیب جسم فرمایا کرتے تھے۔ ف سفر السعادت میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عید کے روز اچھا کپڑا پہنتے تھے اور ایک چادر جو نہایت عمدہ اور قیمتی تھی، عیدین اور جمعہ کے روز اوڑھا کرتے تھے اور کبھی سرخ یا سبز دھاری دار چادر

۱؎ مسلم مشکوٰۃ ۲؎ مسلم ۳؎ نیل الاوطار مصری جلد ۳ صـ ۶۶

بھی اوڑھا کرتے تھے۔ امام شوکانیؒ کہتے ہیں کہ عید کے روز اچھا لباس پہننا اور آراستہ ہونا مستحب ہے

ایک[1] دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت عمرؓ ایک جُبّہ آپؐ کے پاس لائے اور عرض کیا۔ اے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اِسے خرید لیجئے اور عید کے روز زیب تن فرمایا کیجئے۔ فرمایا: عمرؓ! یہ لباس اُن لوگوں کا ہے جن کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں رکھا گیا۔ یہ جُبّہ ریشمی تھا۔ اگر سُوتی یا اُونی جُبّہ ہو یا اس میں تھوڑا ریشم اور بہت سُوت ملا ہو یا جُبّے میں تین چار انگشت گوٹ لگی ہوئی ہو تو اس کے پہننے کا مضائقہ نہیں۔ مردوں کو ریشمی رومال تک رکھنا حرام ہے اور عورتوں کو ریشمی لباس جائز ہے۔

۲۔ عیدین کی نماز کا وقت

عیدین[2] کی نماز کا وقت سورج طلوع ہونے سے شروع ہوتا ہے جس وقت کہ اشراق کی نماز پڑھی جاتی ہے اور دوپہر کے قریب تک رہتا ہے۔ ایک[3] حدیث میں آیا ہے کہ حضرت صلی اللہ نے فرمایا کہ عید الاضحیٰ کی نماز ذرا سویرے پڑھا کرو اور عید الفطر کی کسی قدر دیر سے۔

ایک[4] صحابی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم اشراق کے وقت عید کی نماز پڑھ کر فارغ ہو جایا کرتے تھے۔ اشراق کا وقت آفتاب طلوع ہونے سے ایک گھنٹہ سے کچھ زیادہ رہتا ہے۔

۳۔ نماز عید اور تکبیرات

عَنْ[5] اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ

---

[1] بخاری م صفحہ ۳۴۲ [2] بخاری صفحہ ۲۳۸ [3] نیل الاوطار جلد ۳ صفحہ ۱۷۷ و مشکوٰۃ صفحہ ۱۱۵ [4] ابو داؤد م صفحہ ۲۷ [5] صحیحین مشکوٰۃ صفحہ ۱۷۷۔

وَسَلَّمَ يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَالْاَضْحٰى اِلَى الْمُصَلّٰى فَاَوَّلُ شَيْءٍ يَبْدَاُ بِهِ الصَّلٰوةُ ثُمَّ يَنْصَرِفُ فَيَقُوْمُ مُقَابِلَ النَّاسِ وَالنَّاسُ جُلُوْسٌ عَلٰى صُفُوْفِهِمْ[۱] یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے روز سب سے پہلے جو کام کرتے تھے وہ نماز ہوتی تھی۔ یعنی عیدگاہ میں نہ تو اذان ہوتی تھی، نہ نماز نفل پڑھی جاتی تھی۔ نہ اقامت ہوتی تھی۔ آپؐ سب سے پیشتر دو رکعت نماز صحابہؓ کے ساتھ ادا کرتے تھے اور نماز سے فارغ ہو کر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر کھڑے ہو جاتے۔ صحابہؓ اسی طرح صفیں باندھے ہوئے اپنی اپنی جگہ بیٹھے رہتے۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو وعظ و نصیحت فرماتے تھے۔

واضح ہو کہ عیدین کی دو رکعت نماز مسلمانوں پر واجب ہے کیونکہ حدیث کے ظاہر لفظوں سے ان کا وجوب صاف ظاہر ہوتا ہے۔ صحیحین[۲] میں ام عطیہ سے مروی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ارشاد فرمایا کہ جوان اور کنواری لڑکیوں اور پردہ نشین عورتوں کو عید الفطر اور عید الاضحیٰ، دونوں میں ہم عیدگاہ میں اپنے ساتھ لے جایا کریں۔ حکم دیا کہ حیض[۳] والیاں نماز کی جگہ سے ذرا فاصلے پر رہیں اور نماز نہ پڑھیں ہاں تکبیر کہتی رہیں۔ جناب[۴] رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس عورت کے پاس چادر نہ ہو وہ اپنی پڑوسن سے مستعار لے کر اوڑھ کر جائے۔

جناب[۵] نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات شیخین عیدین کی نماز خطبوں سے پیشتر پڑھتے تھے اور[۶] ان نمازوں کے لئے نہ تو اذان ہی ہوتی تھی نہ تکبیر ہی۔

حضرت[۷] صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کے شروع زمانے سے لے کر زمانۂ وفات تک کبھی عیدین کی نمازیں ترک نہیں کیں۔ کسی حدیث سے ان نمازوں کا کسی حال میں

---

۱ مسند امام احمد صفحہ ۵۷ ۲ مشکوٰۃ صفحہ ۲۹۵ ۳ بخاری مترجم صفحہ ۳۱۰
۴ مسلم صفحہ ۱۸۰ ۵ مشکوٰۃ صفحہ ۲۹۴ ۶ عرف الجادی صفحہ ۴۷
۷ بلوغ المرام صفحہ ۲۹۰

ترک ہونا ثابت نہیں ہوا۔ علیٰ ہذا القیاس آپؐ کے بعد خلفائے اربعہ اور تابعین اور تبع تابعین سے بھی اس کا ترک ہونا ثابت نہیں ہوا۔ بلکہ جمعہ کے روز اگر عید آپڑتی تو جناب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کے ساتھ نماز عید تو ادا فرماتے اور نماز جمعہ کی رخصت دیتے کہ چاہے پڑھیں یا نہ پڑھیں مگر خود جمعہ بھی ترک نہ کرتے۔[1] چونکہ عید کی نماز کی وجہ سے آپؐ نے جمعہ کی نماز پڑھنے کی بھی اجازت دی تھی اس لئے محققین علماء فرماتے ہیں کہ عیدین کی نمازیں مسلمانوں پر واجب ہیں۔

آنحضرتؐ[2] صلی اللہ علیہ وسلم عید گاہ میں صرف دو رکعتیں پڑھتے ان دو[2] رکعتوں کے علاوہ نہ تو پہلے ہی کچھ پڑھتے نہ بعد میں۔ ہاں ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب آپؐ عید گاہ سے واپس تشریف لاتے تو مکان پر دو رکعت نماز پڑھتے۔ دونوں عیدوں کی نمازیں ایک ہی طرح پڑھی جاتی ہیں۔ یعنی صرف دو رکعتیں اور وہ بھی خطبوں سے پہلے۔

امام نماز پڑھانے کھڑا ہو تو تکبیر تحریمہ کہتا ہوا دونوں ہاتھ مونڈھوں یا کانوں تک اٹھا کر باندھے اور وہ دُعا جو سب نمازوں میں تکبیر تحریمہ کے بعد پڑھی جاتی ہے، یہاں بھی پڑھے۔ امام اور مقتدی دونوں آہستہ پڑھیں۔ ازاں بعد سات دفعہ بلند آواز کے ساتھ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہیں۔ ہر تکبیر[3] کے ساتھ ہاتھ اٹھانا بھی اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے (تلخیص الجبیر اور جزو رفع الیدین امام بخاری) پہلی رکعت میں قرأت سے پہلے ٹھہر ٹھہر کر سات دفعہ تکبیریں کہیں اور دوسری رکعت پڑھنے کے واسطے کھڑے ہوں تو قرأت سے پہلے پانچ مرتبہ تکبیریں کہیں آہستہ آہستہ اور پکار پکار کر غرض کہ دونوں رکعتوں میں بارہ تکبیریں ہوئیں۔ تکبیر اولیٰ اور تکبیر قیام کے علاوہ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عیدین کی نمازوں میں ہمیشہ پہلی رکعت میں

---

[1] مدور الاہلہ صفحہ ۴۷ [2] بلوغ المرام ص ۲۹ [3] ابن ماجہ صفحہ ۳۱

[4] مسلم مظاہر حق صفحہ ۵۰۴۔

سُورۂ فَاتِحَہ کے بعد سُورۂ قٓ اور دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سُورۂ قمرؔ بلند آواز سے پڑھا کرتے تھے اور کبھی دوسری رکعت میں ھَلْ اَتٰکَ بھی۔ جمعہ اور عید ایک دن میں آپڑیں تو سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ اور ھَلْ اَتٰکَ دونوں نمازوں میں پڑھتے۔

اگر چاند کے اختلاف کی وجہ سے عید کے دن نماز نہ ہو سکے یعنی مسلمان نماز کے لئے عید گاہ میں آسانی سے جمع نہ ہو سکیں اور نماز کا وقت تنگ ہو جائے یا دوپہر کے بعد چاند کی خبر ملے تو ان سب صورتوں میں دوسرے روز صبح کو نماز ادا کریں۔

اگر عید کے روز امام کوئی بدعت اور نیا کام ایجاد کرے یا کوئی بات پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے برخلاف عمل میں لائے تو اس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں۔ چند آدمی مل کر الگ جماعت سے الگ نمازِ عید ادا کریں۔

اگر کوئی شخص نمازِ عید کی ایک رکعت بھی پالے گا تو اسے عید کی فضیلت اور نماز کا ثواب مل جائے گا۔ یہ شخص امام کے سلام پھیرنے کے بعد دوسری رکعت پڑھ لے۔ جسے نمازِ عید نہ ملے وہ اکیلا بھی دو رکعت ادا کر سکتا ہے۔

اگر دو تین یا زیادہ جمع ہوں، مرد ہوں یا عورتیں، انہیں جماعت سے دو رکعتیں ادا کر لینی درست ہیں۔ اس صورت میں خطبے کی کوئی ضرورت نہیں۔

عید الفطر کے روز نماز سے پیشتر ایک یا تین یا پانچ کھجوریں کھا لینی سُنّت ہیں۔ لیکن عید الاضحیٰ کے دن مسنون طریقہ یہ ہے کہ نماز کے بعد کھائیں اور اگر میسّر ہو تو اپنی قربانی کے جانور کا گوشت کھائیں، یہ اور بھی بہتر ہے۔

۱؎ صحیحین مظاہر حق صفحہ ۲۸۳ ۲؎ بخاری مسلم صفحہ ۲۲۵ ۳؎ بخاری صفحہ ۳۳۵
۴؎ بلوغ المرام صفحہ ۳۰ و بخاری مشکوٰۃ صفحہ ۱۱۸ ۵؎ بخاری مشکوٰۃ صفحہ ۱۱۸۔

عید[1] گاہ کو ایک راستے سے جانا اور دوسرے راستے سے واپس آنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت ہے۔ عید[2] گاہ جاتے وقت اسی طرح وہاں سے آتے وقت اور عید گاہ پہنچنے کے وقت بلند آواز سے تکبیر کہنا مسنون ہے۔

اگر[3] لڑکے نابالغ ہوں تو انہیں بھی عید گاہ لے جانا مناسب ہے۔ عید[4] گاہ پیدل جانا مناسب ہے۔ بارش[5] کی وجہ سے اگر عید گاہ نہ جائیں اور مسجدوں میں نماز پڑھ لیں تو بھی جائز ہے۔

جو[6] لوگ شہروں سے دور گاؤں میں رہتے ہیں اگر وہ نماز عید کے لئے عید گاہ آئیں تو بہتر ورنہ وہیں لوگوں کو جمع کر کے شہر والوں کی طرح نماز خطبہ عید کی تکبیر ادا کریں۔ خواہ ایک ہی گھر کے مرد، عورتیں اور بچے ہوں خواہ اور بھی شریک ہو جائیں۔

آنحضرت[7] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عید قربانی کے دس دِنوں میں جو عبادت کی جاتی ہے وہ تمام عبادتوں سے بہتر اور افضل ہوا کرتی ہے یہی وجہ ہے کہ ان دس دنوں میں نیک عمل اللہ کو بہت پسند آتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ان دنوں میں تسبیح و تہلیل کا زیادہ ورد رکھا کرو اور خدا کی حمد و ثنا بہت بیان کیا کرو۔

عید قربانی کے دسویں[10] دن اور گیارہویں[11]، بارہویں[12] بلکہ بقول بعض تیرہویں[13] تاریخ تک فرض اور نفل نمازوں کے بعد جس قدر چاہیں اور جب چاہیں تسبیح و تکبیر کہا کریں لیکن نویں تاریخ یعنی عرفے کی صبح کی نماز سے شروع کر کے تیرہویں تاریخ عصر تک صرف فرض نمازوں کے بعد کی قید لگا کر تکبیریں کہنا بعض علماء نے بدعت کہا ہے۔

---

[1] بخاری م صفحہ ۳۳ [2] بخاری م صفحہ ۱۳۳ [3] بلوغ المرام صفحہ ۳۱ [4] ابوداؤد، ابنِ ماجہ، مشکوٰۃ صفحہ ۱۱۹ [5] بخاری م صفحہ ۱۳۵ [6] بخاری مُظاہرِ حق صفحہ ۵۰۷ [7] بخاری صفحہ ۳۲۹۔

صحیح حدیثوں سے یہی ثابت ہوا ہے کہ ذی الحجہ کے مہینے کی پہلی تاریخ سے دسویں تاریخ تک، دسویں تاریخ سے اوپر تیرہویں تک جس قدر ہوسکے تکبیریں کہا کرے۔

۴۔ خطبہ عیدین

عَنْ[1] اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَخْرُجُ یَوْمَ الْفِطْرِ وَالْاَضْحٰی اِلَی الْمُصَلّٰی فَاَوَّلُ شَیْئٍ یَبْدَاُ بِہِ الصَّلٰوۃَ ثُمَّ یَنْصَرِفُ فَیَقُوْمُ مُقَابِلَ النَّاسِ وَالنَّاسُ جُلُوْسٌ عَلٰی صُفُوْفِہِمْ ط امام کو سلام پھیرتے ہی خطبہ کے لئے کھڑا ہونا چاہیئے۔ عیدگاہ میں منبر بنانا کسی حدیث سے ثابت نہیں۔ البتہ بعد کو مروان نے یہ بدعت جاری کی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک اور خلفائے راشدین کے زمانۂ خلافت میں اس کا وجود نہ تھا بلکہ کسی اونچے مقام پر یا ٹیلے پر کھڑے ہوکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین خطبہ پڑھا کرتے تھے۔

امام[2] کو مناسب ہے کہ اپنا خطبہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی حمد وثنا کے ساتھ شروع کرے۔ ازاں بعد مسلمانوں کو وعظ نصیحت کرے اور تاکیدی احکام فرمائے۔ کبھی لوگوں کو عذابِ الٰہی سے خوف دلائے اور گاہے اس کی نعمتوں کی خوشی سنائے۔

جب امام نماز سے فارغ ہو تو مقتدی صفیں نہ توڑیں بلکہ امام کی طرف منہ کئے ہوئے جہاں تھے وہیں بیٹھے رہیں اور توجہ تام کیساتھ خطبہ سنیں۔

امام[3] کو خطبہ پڑھتے وقت ہاتھ میں لاٹھی یا نیزہ لینا یا کسی آدمی کے کندھے پر سہارا دے کر کھڑا ہونا سنت ہے۔ جب[4] خطبہ تمام ہوجائے تو امام، مقتدی، مرد، عورتیں اور بچے سب اپنی نماز کی جگہ بیٹھ کر دعا مانگیں اور حائضہ عورتیں بھی دعا

---

[1] مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۱۱۹ [2] نسائی مشکوٰۃ صفحہ ۱۱۸ [3] مسند امام شافعی مشکوٰۃ صفحہ ۱۱۸ [4] مسلم م صفحہ ۸۷۸۔

میں شریک ہوں۔ اگر عیدین میں عورتیں جمع ہوں تو امام کے لئے سنت ہے کہ بوقتِ ضرورت ان کے پاس جاکر وعظ و نصیحت کرے۔ صدقہ اور خیرات پر ابھارے و اُکسائے۔ عیدین کا خطبہ سُنتِ مؤکدہ ہے۔ خطبہ نہ سُننا اور خطبہ سے بھاگ کھڑا ہونا گناہ ہے جس حدیث میں ہے کہ جو چاہے خطبہ سُنے اور جو چاہے چلا جائے سخت ضعیف ہے۔

۵۔ صدقۃ الفطر

اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُنَادِیًا فِیْ فِجَاجِ مَکَّۃَ اَلَا اِنَّ صَدَقَۃَ الْفِطْرِ وَاجِبَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی حُرٍّ اَوْ عَبْدٍ صَغِیْرٍ اَوْ کَبِیْرٍ[۱] ترجمہ ہر مسلمان پر صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہے اور اس کا وجوب نص قطعی اور اجماع صحابہؓ سے پایۂ ثبوت تک پہنچ چکا ہے۔

حدیث[۲] کے موافق مرد، عورت، بچہ اور غلام اور آزاد، بڑے اور چھوٹے، سب پر صدقۂ فطر واجب ہے۔ فطرانے کا صدقہ اپنے غریب رشتہ داروں اور یتیموں، مسکینوں، مسافروں اور مانگنے والوں اور مصیبت زدوں کو دیں۔ مسلمانوں کو ضروری ہے کہ فطرانے کا صدقہ نماز سے پیشتر اپنے ہی شہر اور اپنی ہی بستی کے محتاجوں کو تقسیم کر کے نماز کو جائیں۔ اسی[۳] طرح کے صدقے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مقبول صدقہ فرمایا ہے۔ اگر[۴] کوئی شخص صدقہ نماز کے بعد ادا کرے تو وہ معمولی نفلی صدقوں کے مانند ہے اس سے صدقۂ فطر ادا نہیں ہوتا۔

اگر عید[۵] الفطر کا چاند دیکھ کر رات ہی کو صدقۂ فطر کا غلہ تقسیم کر دیں تو بھی جائز

---

[۱] ترمذی مشکوٰۃ صفحہ ۱۵۳ [۲] صحیحین مشکوٰۃ صفحہ ۱۵۲ [۳] بلوغ صفحہ ۱۳۹ و مظاہر حق صفحہ ۴۹۹ [۴] بلوغ المرام صفحہ ۳۹ [۵] بدور الاہلہ صفحہ ۱۱۷۔

ہے۔ یہ صحابہؓ کی سنت ہے۔ بلکہ دو ایک روز پہلے ہی دے دیں تو بھی درست ہے۔

حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں ایک صاع گیہوں یا ایک صاع جَو یا ایک صاع چھوارے، یا ایک صاع پنیر یا ایک صاع خشک انگور صدقۂ فطر دیا کرتے تھے۔

فائدہ: صحیح حدیثوں کی رُو سے فی آدمی ایک صاع یعنی ڈھائی سیر ڈھائی چھٹانک انگریزی تول سے گیہوں یا جَو یا پنیر صدقۂ فطر میں دینا واجب ہے۔ اگر کسی سے اس قدر نہ ہو سکے تو سوا سیر سوا چھٹانک گیہوں صدقہ دے۔ جس کے پاس ایک روز کی خوراک سے فاضل غلّہ ہو اُسے بھی صدقۂ فطر نکالنا مناسب ہے۔ لیکن جن کے پاس ایک دن کی خوراک سے فاضل غلّہ نہ ہو تو اس پر صدقۂ فطر معاف ہے۔ رمضان کے روزوں میں جو کسی قسم کا قصور بیہودہ کلام اور کھیل وغیرہ میں مشغول رہنے سے ہو گیا ہو، صدقۂ فطر ان تمام نقصانوں کو رفع دفع کر دیتا ہے۔ صدقۃ الفطر روپیوں پیسوں سے ادا کرنا خلافِ سُنت ہے جو لوگ کہتے ہیں کہ صدقۂ فطر اس شخص پر واجب ہے جو کہ صاحبِ نصاب ہو، وہ غلط کہتے ہیں۔ ان کا قول بے دلیل ہے۔

۶۔ قربانی کے احکام

مقدور والے مسلمانوں کو ضروری ہے کہ عیدالاضحیٰ کے روز اپنے اور اپنے گھر والوں کی طرف سے صرف اللہ کے واسطے بہ نیتِ ثواب قربانی کریں اور ایک قربانی سارے گھر والوں کی طرف سے کافی ہے خواہ گھر میں سو آدمی ہی کیوں نہ

---

[۱] بخاری مصری صفحہ ۱۸۲ [۲] صحیحین مشکوٰۃ صفحہ ۱۸۴ [۳] مشکوٰۃ صفحہ ۱۱۶۔
[۴] بلوغ المرام صفحہ ۸۹ [۵] مشکوٰۃ صفحہ ۵۱۵۔

ہوں۔ حضرت[۱] صلی اللہ علیہ وسلم پورے دس سال تک مدینے ٹھہرے اور ہر سال قربانی کرتے رہے۔ حدیث سے ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی قربانی ترک کی ہو۔ علماء کا اختلاف ہے کہ قربانی واجب ہے یا سُنّتِ مؤکدہ بہت سے علماء قربانی کو واجب بتلاتے ہیں اور اس کے وجوب پر آیہ[۲] فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ سے استدلال کرتے ہیں لیکن اکثر علماء سنّتِ مؤکدہ ہونے کے قائل ہیں۔ جانبین کی دلیلوں پر غور کیا گیا تو معلوم ہوا کہ جو لوگ وجوب کے قائل ہیں، ان کے دلائل مستحکم اور مضبوط ہیں۔ بدور الاہلہ میں طرفین کے دلائل کی خوب تحقیق کی گئی ہے۔[۳]

انصاف کی بات یہ ہے کہ جسے قربانی کا اس قدر مقدور ہو کہ ایک بکرا یا میٹھا یا بھیڑ خواہ زیادہ خرید سکتا ہو تو اسے قربانی کرنا واجب ہے۔ چاہیئے کہ وہ اپنے اور اپنے گھر والوں کی طرف سے بہ نیتِ تقرب ایک جانور خرید کر قربانی کردے۔ اور[۴] زیادہ مقدور ہو تو ہر شخص کی طرف سے ایک ایک جانور قربانی کرے۔ ہاں اگر ایک بھیڑ بکرا بھی خریدنے کا مقدور نہ ہو تو اس پر قربانی ضروری نہیں۔

قرض[۵] لے کر قربانی کرے تو قربانی ادا ہو جائے گی اور ثواب بھی ملے گا اور کوئی پکڑ بھی نہ ہو گی لیکن سودی روپیہ قرض لے کر یا سود دیا اور فخر کے طور پر قربانی کرے گا تو قبول نہ ہوگی اور عذابِ الٰہی میں پکڑا جائے گا۔

شوہر[۶] اپنی بیوی کی طرف سے قربانی کرے۔ عورتیں اپنی قربانی بلکہ دوسرے کی بھی قربانی کا جانور ذبح کر سکتی ہیں۔ بہتر تو یہی ہے کہ خود اپنے ہاتھ سے قربانی کا جانور ذبح کرے۔

قربانی کا گوشت مساکین و محتاجوں اور ہمسایوں اور احباب و دوستوں اور

---

۱ ترمذی مشکوٰۃ صفحہ ۵۱۱ ۲ سورہ کوثر ع ۱ ۳ مسلم م صفحہ ۳۴۰ ۴ صحیحین بلوغ المرام صفحہ ۰۰ ۵ مؤطا صفحہ ۵۷ ۶ مسلم م صفحہ ۳۴۲۔

رشتے داروں کو تقسیم کر دینا چاہیئے۔ اس میں سے خود بھی کھائیں اور اپنے اہل و عیال کو کھلائیں۔

قربانی کا گوشت یا چمڑا قصاب کی مزدوری میں دینا ناجائز ہے بلکہ ذبح کی اجرت اپنے پاس سے دینی چاہیئے۔ اگر قصاب محتاج ہو تو مزدوری کے علاوہ اسے گوشت بھی بہ نیت صدقہ دینے کا مضائقہ نہیں۔ قربانی کا چمڑا بیچنا اور بیچ کر اس کی قیمت اپنے صرف میں لانا منع ہے۔ ہاں اگر چمڑا اپنے کام میں لے آئے تو جائز ہے۔ لیکن بہتر یہی ہے کہ خیرات کر دے۔ کسی مسجد کے متولی یا مدرسے کے منتظم کو دے دے۔ متولی کو اختیار ہے کہ چمڑا فروخت کر کے قیمت جس کام میں چاہے صرف کرے۔

قربانی ذبح کرنے کو تیار ہوں تو یہ آیت پڑھیں:

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ؕ

یعنی میں نے اپنا رخ اسطرف کر دیا جس نے آسمان و زمین پیدا کئے موحد ہو کر اور میں مشرکوں میں نہیں ہوں۔

ازاں بعد یہ آیت پڑھیں:

اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۙ لَا شَرِیْکَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ؕ

(وَلَوْ اَنَّنَا)

یعنی میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ کے لئے ہے جو سارے جہان کا پروردگار ہے اس کا کوئی شریک و ساجھی نہیں اور مجھے اس کا یہی حکم ہے کہ میں سب مسلمانوں کا ایک پہلا مسلمان ہوں۔

لے بلوغ المرام صفحہ ۸۹   ۲ے وَاِذَا سَمِعُوْا پارہ ۷   ۳ے وَلَوْ اَنَّنَا پارہ ۸

پھر[1] بِسۡمِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ اَکۡبَرُ پڑھ کر گلے کے پاس سے ذبح کریں چھری پھیرتے وقت کہیں۔ اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلۡ مِنِّیۡ لیکن دوسرے کی طرف سے قربانی کریں تو اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلۡ مِنۡ فُلَانٍ کہیں اور فلاں[2] کے لفظ کی جگہ اس شخص کا نام زبان سے لیں یا دل میں نیت کریں۔

جب[3] کوئی شخص صرف ایک بھیڑ بکرا اپنی طرف سے کرے تو ذبح کرتے وقت خواہ عربی زبان میں کہے خواہ اپنی زبان میں کہے۔ اللہ اس قربانی کو میری طرف سے قبول فرما۔ اور میرے سب گھر والوں کی طرف سے بھی قبول فرما۔

جناب[4] نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قربانی اپنے دستِ مبارک سے ذبح کی اور ذبح سے پیشتر وہی مذکورہ بالا آیتیں پڑھیں اور فرمایا۔ اللہ اسے میری اور میری امت کی طرف سے قبول فرما۔ جنہوں نے قربانی نہیں کی۔ پھر بِسۡمِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ اَکۡبَرُ کہہ کے دو دنبے ذبح کئے۔

میت[5] کی جانب سے بھی قربانی کرنا ثابت ہے۔ جناب[6] رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت علیؓ نے آپ کی طرف سے قربانی کی۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اوقات عیدگاہ ہی میں قربانی کیا کرتے تھے۔

آپؐ اکثر دو دنبے یا دو سینگ دار مینڈھے اور کبھی ایک دنبہ قربانی کیا کرتے تھے۔ آپؐ ایسے فربہ اور موٹے دنبے کو پسند فرماتے تھے جس کے ہاتھ پیر بالکل سیاہ چت کبرے ہوتے تھے اور چھری کے تیز کرنے کی تاکید فرماتے تھے۔

اونٹ، بیل اور گائے کی قربانی میں سات سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں بلکہ ایک اونٹ میں دس آدمی بھی شریک ہو سکتے ہیں۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قربانی کا گوشت خود بھی کھاؤ اور لوگوں

---

[1] مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۵۰۵ [2] مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۵۱۵ [3] مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۵۰۵
[4] سنن مشکوٰۃ صفحہ ۵۰۷ [5] مشکوٰۃ صفحہ ۵۰۵ [6] مشکوٰۃ صفحہ ۵۰۵

کو بھی خیرات کرو اور جب تک چاہو رکھ بھی چھوڑو۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قربانی کا گوشت بھنوا کر سفر میں لے جایا کرتے تھے اور مدینے تک نوش فرمایا کرتے تھے۔

آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ قربانی میں بہتر قربانی سینگ دار مینڈھا ہے مرغی اور گھوڑے اور ہرن اور پرندوں کی قربانی ناجائز ہے۔ ملاحظہ ہو تفسیر کبیر اور ترجمان القرآن مصنفہ نواب صدیق حسن رحمۃ اللہ علیہ اور فتاوے نذیریہ حضرت مولانا سید نذیر حسین صاحب محدث دہلوی۔

۷۔ قربانی کا صحیح وقت

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عیدالاضحیٰ کے دن فرمایا کہ آج ہمارا سب سے پہلا کام نماز ہے۔ نماز سے فارغ ہو کر ہم گھر کو لوٹیں اور قربانیاں کریں۔ تو جس نے ایسا کیا وہ ہماری سنت پر عامل ہوا اور جس نے نماز پڑھنے سے پہلے قربانی ذبح کر دی اس کی قربانی مقبول اور صحیح نہیں ہے بلکہ معمولی گوشت ہے جو کھانے کے لئے مزہ کیا جاتا ہے۔ ذی الحجہ کی بارہویں و تیرہویں تاریخ کی شام تک قربانی درست ہے لیکن اولیٰ و بہتر یہ ہے کہ دسویں تاریخ کی جائے۔ کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی تاریخ کو قربانی کرنا ثابت ہوا ہے۔ اگرچہ تیرہویں کی شام تک صحیح حدیث سے ثابت ہے۔

فقہ حنفی میں لکھا ہوا ہے کہ گاؤں والے صبح صادق کے بعد قربانی کر سکتے ہیں اور شہر والے اگر نمازِ عید سے پہلے قربانی کرنا چاہیں تو کسی گاؤں میں لے جا کر قربانی کر دیں۔ یہ فتوائے احناف کا سراسر غلط اور حدیث کے خلاف ہے۔

لے ترمذی، ابنِ ماجہ، مشکوٰۃ صفحہ ۱۲۰۔

۸۔ قربانی کی فضیلت

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ[1] قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ اَیَّامٍ اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ اَنْ یُّتَعَبَّدَ لَہٗ فِیْھَا مِنْ عَشْرِ ذِی الْحِجَّۃِ یَعْدِلُ صِیَامُ کُلِّ یَوْمٍ مِّنْھَا بِصِیَامِ سَنَۃٍ وَّ قِیَامُ کُلِّ لَیْلَۃٍ مِّنْھَا بِقِیَامِ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے نزدیک ذی الحجہ کے دس دن میں عبادت کرنے سے زیادہ کوئی دن پسندیدہ اور محبوب نہیں ہے۔ اس کا ایک دن کا روزہ سال بھر کے روزوں کے برابر اور ایک رات کا قیام شب قدر کے برابر ہوتا ہے۔

اور[2] فرمایا کہ عید الاضحیٰ کے اول دن کے خاص کر قربانی کے دنوں میں بنی آدم کا کوئی عمل قربانی سے زیادہ محبوب و مقبول نہیں ہے۔ قیامت کے روز قربانی کا جانور اپنے سینگوں اور بالوں اور کھروں سمیت آئے گا اور قربانی کا خون جناب الٰہی میں زمین پر گرنے سے پیشتر قبول ہوتا ہے تو تم دل میں خوب خوش ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ قربانی کرنے والوں کو جانور کے بالوں کی گنتی کے برابر ثواب ملے گا۔

اور[3] فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میری امت کے لئے عید قربان کے دن عید ٹھہرایا ہے۔ اس پر ایک صحابیؓ نے عرض کیا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اگر مجھے قربانی کا جانور نصیب نہ ہو تو اپنی دودھ والی اونٹنی قربان کردوں؟ فرمایا: ایسا نہ کرو بلکہ اپنے ناخن اور لبیں لے لو اور زیر ناف کے بال صاف کرلو ایسا کرنے سے قربانی کا پورا ثواب پاؤ گے۔ عید[4] کے روز پہلے نماز پڑھیں پھر قربانی ذبح کریں۔ اس کے

---

[1] ترمذی، ابن ماجہ، مشکوٰۃ صفحہ ۶۰
[2] ترمذی، ابن ماجہ، مشکوٰۃ صفحہ ۱۲۰
[3] مظاہر حق صفحہ ۵۱۲۔
[4] مسلم مظاہر حق صفحہ ۵۰۷

بعد حجامت کرائیں۔

۹-جانور کی قسم اور عمر

جب[1] بکرا یا بکری، گائے یا بیل دو برس کا پورا ہو کر تیسرے سال میں لگے یعنی دو دانت ہو چکے تو یہ جانور قربانی کے قابل ہوتا ہے اور اس جانور کو مسنہ کہتے ہیں جو مُسنّہ اور ثنی حدیثوں میں آیا ہوا ہے۔ اس سے یہی مراد ہے اور یہ لفظ اونٹ اور بکری اور گائے سب کو شامل ہے۔

جذع اُس اونٹ کو کہتے ہیں جو پورا چار سال کا ہو اور گائے بکریوں پر جذع کا اطلاق اس وقت ہوتا ہے جب کہ وہ سال بھر کے ہو جائیں۔ مینڈھا[2] اور بھیڑ جب پورے ایک سال کے ہو جائیں تو وہ قابلِ قربانی ہو جاتے ہیں اور اس عمر کے بھیڑ، مینڈھے جذع کہلائے جاتے ہیں۔

دُنبہ[3] جب ایک سال پورا کر کے دوسرے سال میں قدم رکھتا ہے تو وہ قربانی کے لائق ہو سکتا ہے۔ اونٹ[4] کی اس وقت قربانی ہو سکتی ہے جب چھٹے سال میں لگ جائے۔ گائے بکری اونٹوں کا جذع قربانی کے لائق نہیں ہے۔ البتہ اس عمر کا مینڈھا دُنبہ، بھیڑ قربانی ہو سکتا ہے۔

جو[5] جانور لنگڑا یا کانا یا بیمار یا اس قدر ضعیف و لاغر ہو کہ ہڈی میں گودا نہ رہا ہو یا سینگ ٹوٹا ہوا ہو اور یہ عیوب بخوبی ظاہر ہوں یا کان کٹے ہوئے ہوں یا اوپر نیچے سے چرے ہوئے ہوں یا بالکل اندھا ہو یا کم نظر آتا ہو اس قسم کے جانور قربانی کے لائق نہیں ہوتے۔

❁

---

[1] مسلم صفحہ ۷۷ [2] صراح صفحہ ۱۴۱ [3] صراح صفحہ ۲، قاموس صفحہ ۱۲۷
[4] مسلم صفحہ ۲۷۵ [5] صراح نول کشوری صفحہ ۲۱۴ [6] امام مالک احمد ترمذی، نسائی ابوداؤد، ابن ماجہ مشکوٰۃ صفحہ ۱۲۰۔

۱۰۔ مسائلِ قربانی و عید الاضحیٰ

ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کو عید الاضحیٰ کہتے ہیں اور اُس کی نماز ۱ھ میں مسلمانوں کے لئے سُنتِ مؤکدہ قرار پائی۔ جاہلیت کے زمانے میں مدینے والوں نے سال بھر میں دو تہوار (خوشی کے دن) مقرر کر رکھے تھے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینے تشریف لائے۔ آپؐ نے لوگوں سے دریافت کیا تو لوگوں نے عرض کیا کہ ہم حضورِ اسلام سے پہلے ان دنوں میں خوشی کرتے تھے تو آپؐ نے فرمایا کہ اللہ نے ان کے عوض تم کو دو دن بہترین دیئے ہیں۔ ۱۔ عید الفطر ۲۔ عید الاضحیٰ۔

۱۔ قربانی کرنے والے جب سے چاند دیکھیں اور قربانی نہ کرلیں تب تک ناخن اور بال نہ ترشوائیں۔

۲۔ جس کو قربانی کی طاقت نہ ہو وہ چاند دیکھ کر حجامت وغیرہ نہ کرائے۔ جب نماز پڑھ لے تو حجامت کرلے۔ اُس کو قربانی کا ثواب مل جائے گا۔

۳۔ غیر حاجی کو نویں تاریخ کا روزہ رکھنا مسنون ہے۔ اس سے دو سال اگلے پچھلے گناہ مُعاف ہوجاتے ہیں۔

۴۔ عید الاضحیٰ کی رات کو جاگنا اور عبادت کرنا بہت بڑا ثواب ہے۔ (ترغیب)

۵۔ صبح کو سویرے اٹھ کر غسل کرنا، مسواک کرنا، نئے یا صاف دُھلے کپڑے پہننا اور خوشبودار تیل لگانا سُنت ہے۔

۶۔ نماز سے پہلے کچھ نہ کھائیں بلکہ نماز کے بعد اپنی قربانی کے گوشت سے ناشتہ کریں۔

۷۔ عیدگاہ جاتے وقت راستے میں بلند آواز سے یہ تکبیریں کہتے جائیں: اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ ہر نماز کے بعد تیرہ تاریخ کی عصر تک تکبیر کہتے رہیں۔

۸۔ عیدگاہ ایک راستے سے جانا، دوسرے راستے سے آنا سُنت ہے۔

۹۔ عیدگاہ میں سوائے دو رکعت کے کچھ نہ پڑھے اور بارہ تکبیروں کے ساتھ

دو رکعت پڑھے۔ پہلی رکعت میں سات تکبیریں قرأت سے پہلے دوسری رکعت میں پانچ تکبیریں قرأت سے پہلے پڑھیں۔

نماز کے بعد چپ چاپ خطبہ سنیں اس کے بعد قربانی کریں اور ذبح کرتے وقت یہ دعا پڑھیں: اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۝ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۝ اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّیْ۔ اگر دوسرے کی جانب سے کریں تو مِنِّیْ کی جگہ اس کا نام لیں۔ ایک گائے یا اونٹ میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں۔

۱۲۔ بارش طلب کرنے کی دعا

جب[1] بارش نہ ہوتی اور قحط کے آثار نمودار ہوتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن مقرر کر کے عید گاہ تشریف لے جاتے۔ میلے کچیلے کپڑے پہن کر گھر سے عاجزی کرتے ہوئے نکلتے۔ عید گاہ میں صحابہؓ جمع ہوتے اور دو رکعت نماز بلند قرأت سے ادا کرتے۔ خطبہ کبھی قبل از نماز گاہے بعد از نماز پڑھتے۔

جب[2] سورج افق سے طلوع ہوتا تو آپؐ نماز شروع کرتے اور قبلے کی طرف رخ کئے ہوئے دونوں ہاتھ زیادہ اونچے اٹھائے ہوئے نہایت عجز و انکسار سے دعا کرتے۔ ہاتھوں کی ہتھیلی زمین کی طرف اور پشت آسمان کی جانب بلند کرتے اور چادر مبارک کو لوٹاتے۔ نماز استسقاء کی نماز میں جس قدر ہاتھ بلند کرتے اس قدر کسی اور دعا میں نہ کرتے۔ اور جب[3] مینہ برستا ہوا دیکھتے تو فرماتے: اَللّٰهُمَّ صَیِّبًا نَافِعًا یعنی خداوندا نفع بخش پانی برسا۔ آپ اکثر یہ خطبہ پڑھا کرتے تھے[4]

---

[1] عرف الجادی ایضاً ترمذی ابوداؤد نسائی مشکوٰۃ صفحہ ۱۲۳ [2] ابوداؤد ترمذی نسائی مشکوٰۃ صفحہ ۱۲۳ [3] بخاری مشکوٰۃ صفحہ ۱۲۳ [4] ابوداؤد مشکوٰۃ صفحہ ۱۲۴

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۝ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ ۝ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یَفْعَلُ مَا یُرِیْدُ ۝ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ الْغَنِیُّ وَنَحْنُ الْفُقَرَآءُ اَنْزِلْ عَلَیْنَا الْغَیْثَ وَاجْعَلْ مَا اَنْزَلْتَ عَلَیْنَا قُوَّۃً وَّبَلَاغًا اِلٰی حِیْنٍ ۝ یعنی سب تعریف اللہ کو ہے جو سارے جہان کی پرورش کرنیوالا ہے نہایت مہربان محبت رحم والا۔ مالک انصاف کے روز کا۔ اللہ کے سوا کوئی قابلِ بندگی نہیں۔ وہ جو چاہتا ہے کر ڈالتا ہے۔ بار خدا تو ہی خداوند ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو بے پرواہ اور بے نیاز ہے اور ہم فقیر و محتاج تو ہم پر مینہ برسا۔ اور جس قدر برسائے اس سے ہمیں روزی دے اور ایک مدت تک فائدہ پہنچا۔

ازاں[1] بعد یہ دعا پڑھتے:

اَللّٰھُمَّ اسْقِنَا غَیْثًا مُّغِیْثًا مَّرِیْئًا مُّرِیْعًا نَافِعًا غَیْرَ ضَآرٍّ عَاجِلًا غَیْرَ اٰجِلٍ۔ یعنی الٰہی ہمیں مینہ کا پانی پلا کہ وہ ہماری فریادرسی کرے اور بہ لحاظِ انجام اچھا ہو۔ غلہ سستا کرے اور نفع پہنچائے نقصان نہ دے۔ جلدی برسے تاخیر نہ کرے۔

اَللّٰھُمَّ[2] اسْقِ عِبَادَکَ وَبَھَآئِمَکَ وَانْشُرْ رَحْمَتَکَ وَاَحْیِ بَلَدَکَ الْمَیِّتَ۔ اَللّٰھُمَّ اسْقِنَا۔ اَللّٰھُمَّ اسْقِنَا ۝ یعنی خداوندا اپنے بندوں اور جانوروں کو پلا اور اپنی وسیع رحمت کو چاروں طرف پھیلا اور اپنے مُردہ شہر کو زندگی عنایت کر یعنی زمین کو تری و سرسبزی دے یا اللہ ہمیں پانی پلا۔ اس دفعہ نہایت گڑگڑا کر کہتے۔

ازاں[3] بعد منبر سے اتر کر دو رکعت نماز انتہاء درجے کے خشوع و خضوع سے پڑھتے۔ اللہ تعالیٰ موسلا دھار پانی برسانے والا ابر بھیجتا اور دھواں دار پانی پڑتا۔

---

[1] ابوداؤد، مشکوٰۃ صفحہ ۱۲۴ [2] مالک ابوداؤد مشکوٰۃ صفحہ ۱۲۲ [3] ابوداؤد مشکوٰۃ صفحہ ۱۲۲۔

ایک[1] دفعہ لوگوں نے پانی نہ برسنے کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی۔ آپؐ نے حکم فرمایا کہ عیدگاہ میں منبر رکھا جائے۔ صبح کو عیدگاہ تشریف لے گئے۔ جب سورج کا کنارہ نکل آیا تو آپؐ نے اللہ کی حمد و ثنا کی اور منبر پر کھڑے ہو کر تکبیر و تہلیل کے ساتھ خطبہ پڑھ کر دونوں ہاتھ اٹھائے اور بڑی دیر تک نہایت عجز سے دُعا کرتے رہے۔ ازاں بعد اپنی چادر مُبارک لوٹائی اور لوگوں کی طرف منہ کر کے کھڑے ہوئے پھر منبر سے اتر کر دو رکعت نماز پڑھی۔

اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی دعا قبول فرمائی اور اس قدر پانی برسا کہ صحابہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پانی سے بچنے کے لئے اِدھر اُدھر بھاگنے لگے۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خوب ہنسے اور اللہ تعالیٰ کی عظمت و بڑائی بلند آواز سے کی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ اور صحابہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زندہ چچا حضرت عباسؓ کے وسیلے سے اللہ سے پانی مانگا کرتے تھے۔ وسیلے سے مراد یہ ہے کہ حضرت عباسؓ دُعا فرماتے ان کی دُعا سے اللہ پانی برساتا تھا۔ بارش رُکنے کی غالباً یہ وجہ ہوتی تھی کہ مشرک، کافر اور بدعتیوں وغیرہ پر غضبِ الٰہی نازل ہوتا ہے۔ مناسب ہے کہ ایسے گمراہوں اور سرکشوں کو نماز اور دُعا میں شریک نہ کریں۔

۱۲۔ سورج اور چاند گہن کی نماز

سورج یا چاند گہن لگے تو کسی شخص کو بھیج کر لوگوں کو جمع کریں اور جب وہ مسجد میں آجائیں تو دو رکعت نماز جماعت سے ادا کریں۔ امام کو چاہیئے کہ قرأت بلند آواز سے پڑھے۔ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے سورۂ عنکبوت .... اور دوسری رکعت میں سورۂ رُوم پڑھنا صحیح حدیث سے ثابت ہے۔

---

[1] ابوداؤد، مشکوٰۃ صفحہ ۱۲۴ [2] بخاری، مشکوٰۃ صفحہ ۱۲۴۔

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں سورج گہن لگا تو آپؐ نے جماعت سے نماز پڑھی۔ بہت طول طویل قیام کیا اور سورۂ بقرہ کے مقدار قرآن شریف پڑھا۔ ازاں بعد رکوع کیا مگر یہ قیام پہلے قیام سے کم تھا۔ پھر دوبارہ رکوع کیا۔ اور اس رکوع میں پہلے رکوع کی نسبت کم ٹھہرے پھر کھڑے ہوئے اور یکے بعد دیگرے دو سجدے کئے۔ اسی طرح دوسری رکعت میں پڑھی جس میں دو قیام تھے۔ دو قرأتیں تھیں۔ دو رکوع اور دو سجدے تھے جو پہلی رکعت کے قیام اور رکوع سے کسی قدر کم تھے۔

نماز سے فارغ ہو کر دیکھا تو آفتاب بالکل صاف ہو گیا تھا۔ اس طرح آپؐ نے جمعہ کی طرح دو خطبے پڑھے اور فرمایا کہ سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں۔ وہ دونوں کسی کے مرنے یا پیدا ہونے پر نہیں گہنتے۔ جب تم دیکھو کہ انہیں گہن لگا ہے تو اللہ کو یاد کرو اور اس سے دعا مانگو اور تکبیر کہو، نماز پڑھو، خیرات کرو۔

ازاں بعد فرمایا اے امتِ محمد! اللہ تعالیٰ انتہا درجے کا غیور ہے اس سے بڑھ کر کوئی غیرت مند نہیں۔ خدا کی قسم اگر تم بھی وہ باتیں جان جاؤ جو میں جانتا ہوں تو تم ہنسو کم اور روؤ بہت۔

جب کبھی گہن پڑتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ڈر جاتے کہ کہیں آج ہی قیامت نہ ہو پڑے۔ آپ گھبرا کر مسجد کی طرف چلے جاتے اور نماز پڑھنی شروع کر دیتے۔ اور فرماتے کہ اللہ اپنے بندوں کو ان نشانیوں سے ڈراتا ہے۔ کبھی آپ دو رکعت میں دو رکوع کرتے کبھی تین، کبھی چار کبھی پانچ اور ہر رکوع کے بعد قرأت پڑھتے کبھی ایسا ہوتا کہ آپؐ ہر رکعت میں ایک ہی رکوع کرتے۔ جب تک سورج یا چاند گہن سے صاف نہ ہو لیتا آپ نماز اور خطبہ اور استغفار میں مشغول رہتے۔ عورتوں

ا۔ مسلم صفحہ ۹۰۱

کا بھی ان نمازوں میں شامل ہونا اور نماز پڑھنا ثابت ہے۔ ان نمازوں کا وقت وہی ہے جب سورج یا چاند کو گہن لگتا معلوم ہو تو نماز اور تسبیح و تکبیر اور خدا کی حمد و ثنا میں مصروف ہو جائیں۔ گناہوں سے توبہ کریں شرمندگی اور ندامت سے۔ اور صدقہ و خیرات میں مشغول ہوں۔ جمعہ[1] کے روز عین زوال کے وقت اور کعبہ شریف میں ہر وقت یہ نماز پڑھنا درست ہے۔ سورج گہن اور چاند گہن دونوں کو کسوف و خسوف کہتے ہیں لیکن اکثر استعمال میں سورج گہن کو کسوف اور چاند کو خسوف کہتے ہیں۔

۱۳۔ سفر میں نمازوں کی قصر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں ہمیشہ چار رکعت والی نماز فرض کو دو[2] رکعت پڑھا ہے۔ کسی سفر میں یہ ثابت نہیں ہوا کہ آپؐ نے پوری چار رکعتیں نماز پڑھی ہو اور جب یہ بات کبھی ثابت نہیں ہوئی تو قصر کا وجوب ثابت ہو گیا۔

ہجرت[3] سے پیشتر نماز مغرب کے علاوہ تمام نمازیں دو دو رکعتیں فرض تھیں ہجرت کے بعد بجز فجر کی نماز کے جس نماز کی دو رکعتیں فرض تھیں چار فرض ہو گئیں۔ سفر کی حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ان نمازوں میں دو رکعتیں تخفیف کر دیں جن کی چار رکعتیں تھیں۔

قصر[3] نماز دشمنوں کے خوف ہی کے وقت نہیں ہوتی بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود امن و امان اور کثیر آدمیوں کے منیٰ میں قصر کر کے نماز پڑھائی ہے۔

جب[4] تک مسافر اپنے شہر یا بستی میں ہو نماز قصر نہ کرے۔ البتہ جب

---

۱ مظاہر حق صفحہ ۴۶۴ ۲ صحیحین مشکوٰۃ صفحہ ۱۱۱ ۳ صحیحین مشکوٰۃ صفحہ ۱۱۰ ۴ صحیحین مشکوٰۃ صفحہ ۱۱۰۔

شہر سے باہر نکلے اور کسی نماز کا وقت آجائے تو فوراً قصر کرے۔ اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں چار رکعت نماز پڑھی اور مقام ذوالحلیفہ میں پہنچ کر عصر کی نماز قصر کی۔ یعنی صرف دو رکعت نماز ادا فرمائی[1] اور آپ نے ارشاد فرمایا کہ قصر خدا کا احسان ہے۔ مسلمانوں کو اس احسان کا قبول کرنا لازم ہے۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے وقت خلیفۂ اوّل اور خلیفۂ دوم کے زمانے[2] میں بالکل ویسا ہی عمل رہا جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں تھا۔

اب رہی یہ بات کہ مسافرت کی حالت میں سنتیں پڑھیں یا نہیں؟ اگرچہ[3] صحابہؓ کی ایک جماعت کہتی ہے کہ سفر میں سنتیں پڑھنا مکروہ ہے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ مسافر کو اختیار رہے اگر ترک کر دینے کا موقع ہو، نہ پڑھے۔ پڑھنے کا موقع ہو، پڑھ بھی لے۔ مگر فجر کی سنتوں کی چونکہ مزید تاکید ہے اس لئے وہ اور سنتوں سے مستثنٰی ہیں یعنی انہیں پڑھنا ہی چاہیئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حالتِ سفر میں سنتیں اور وتر اونٹ پر پڑھے ہیں۔

حضرت[5] عبداللہ بن عمرؓ سفر کی حالت میں سنتیں پڑھنا جائز نہ رکھتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپؓ سفر میں تھے۔ صحابہؓ کو نماز پڑھائی اور ڈیرے میں تشریف لے گئے۔ وہاں دیکھا کہ کئی صحابیؓ سنتیں پڑھ رہے ہیں۔ آپؓ نے ایک تند اور تیز لہجے میں فرمایا کہ اگر میں سفر میں سنتیں پڑھنا جائز رکھتا تو فرضوں میں کیوں قصر کرتا۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے بعد حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کی بہت صحبت اٹھائی ہے۔ مگر میں نے تو ان میں سے کسی کو دیکھا نہیں کہ سفر میں پوری نماز ادا کی ہو۔ یہاں تک کہ تینوں صاحب دنیا سے تشریف لے گئے اور اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ تمھارے حق میں رسول اللہ صلی اللہ

---

[1] مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۱۱۰ [2] بدور الاہلہ صفحہ ۷۵ [3] بخاری م صفحہ ۲۷ [4] ابوداؤد مشکوٰۃ صفحہ ۱۱۱ [5] صحیحین مشکوٰۃ صفحہ ۱۱۰۔

علیہ وسلم کا طریقہ بہت اچھا ہے۔

اگرچہ[1] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حالتِ سفر میں پوری نماز بھی پڑھنا ثابت ہے۔ مگر چونکہ یہ ان کی ذاتی رائے ہے اس لئے حدیث مرفوعہ کے مقابل میں حجت نہیں ہو سکتی۔

اور[2] حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے جو یہ ثابت ہے کہ آپؓ نے منیٰ میں پوری نماز پڑھی تو اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے مکہ معظمہ میں مقیم ہونے کی نیت کر لی تھی کیوں کہ بجز منیٰ کے اور کوئی ایسا سفر حضرت عثمانؓ کا نہیں ہوا جس میں آپؓ نے نماز قصر نہ کی ہو۔

آنحضرت[3] صلی اللہ علیہ وسلم نمازِ تہجد اور وتر سواری پر پڑھا کرتے تھے اور رکوع و سجود کے لئے اشارے کرتے جاتے تھے مگر رکوع کے لئے کم اور سجدے کے واسطے زیادہ سر جھکاتے تھے۔ البتہ فرض نماز سواری سے اتر کر پڑھتے۔

مسافر اگر مقیم[4] کے پیچھے نماز پڑھے تو اسے پوری چار رکعتیں پڑھنی چاہئیں اگرچہ ایک ہی رکعت پائی ہو۔ سفر میں[5] بارش کی وجہ سے ترک جماعت جائز ہے۔ ایسی حالت میں ہر شخص اپنے قیام گاہ میں نماز پڑھے تو کچھ مضائقہ نہیں۔

جس[6] سفر میں نماز قصر کرنی پڑتی ہے، اس کی حدِ مسافت صحیح حدیث سے صرف نو میل ثابت ہوتی ہے یعنی اگر کوئی شخص نو میل کا سفر کرے تو اسے نمازِ قصر جائز ہے۔ کسی مقام پر اگر ۱۹ روز قیام کرنے کی نیت کی ہے تو نماز قصر پڑھے۔ اگر ۱۹ روز سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت کی ہے تو قصر نہ کرے بلکہ پوری نماز پڑھے۔ (بخاری شریف) ہاں اگر قیام میں شک ہو اور آج کل کوچ کرنے کی نیت[7] ہو تو

---

[1] صحیحین مشکوٰۃ صفحہ ۱۱۱ [2] مسلم صفحہ ۲۴۲ [3] ابوداؤد مشکوٰۃ صفحہ ۱۱۱
[4] صحیحین مشکوٰۃ صفحہ ۱۱۱ [5] صحیحین مظاہر حق صفحہ ۲۶۷ [6] مسلم صفحہ ۲۴۸،
[7] نیل الاوطار جلد ۳ صفحہ ۸۲۔

اس تردد کی حالت میں نماز قصر کی جائے گو بہت دن لگ جائیں۔

ریل کا سفر کشتی جیسا ہے۔ اس پر بھی نماز قصر کرنا درست ہے۔ نیت اور تکبیر تحریمہ کے وقت قبلے کی طرف منہ کر لینا کافی ہے پھر جس طرف سواری کا رُخ ہو نماز ادا کریں۔ اگر کھڑا نہ ہو سکے تو بیٹھ کے پڑھ لے۔ سجدے کے لئے جگہ میسر نہ ہو تو اشاروں ہی سے سجدہ کر لیں۔ پانی مل سکے تو وضو کر لیں ورنہ تیمم سے نماز ادا کریں، ترک نہ کریں۔ تیمم سے نماز پڑھنے کے بعد اگر پانی مل جائے تو نماز کا دہرانا ضروری نہیں کیونکہ یہ لوگ معذوروں میں شمار کئے جاتے ہیں۔

اگر سفر قافلے کے ساتھ ہے اور وہ برابر چلا جا رہا ہے تو اگر سواری سے اُتر کر نماز پڑھنے میں جان و مال کا اندیشہ یا راستہ بھول جانے کا خوف ہو تو علمائے محدثین کے نزدیک ایسے خطرناک موقع پر چلتی سواری مثل اونٹ گھوڑے پر فرض نماز بھی ادا کر سکتے ہیں۔

۱۴۔ سفر میں دو نمازوں کا ملا کر پڑھنا

حالتِ[۲] سفر میں دو وقت کی نمازیں ایک وقت میں پڑھنا بجز نمازِ فجر کے درست ہے یعنی ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کی دو دو نمازیں جمع کرنی حدیث سے ثابت ہیں لیکن حدیث سے فجر کی نماز کا کسی دوسری نماز کے ساتھ جمع ہونا ثابت نہیں۔

پھر[۳] چاہیں تو عصر کو ظہر کے وقت میں ملا کر پڑھیں چاہیں ظہر کو عصر کے وقت جمع کریں۔ اسی طرح عشاء کو مغرب کے وقت میں اور مغرب کو عشاء کے وقت میں ملا کر پڑھنا درست ہے۔ اس کو جمع حقیقی کہتے ہیں۔

آنحضرت[۴] صلی اللہ علیہ وسلم اگر زوال کے بعد کوچ کرتے تو راستے میں عصر کی

۱۔ بدور الاہلہ صفحہ ۲۷ ۔ ۲۔ ابوداؤد، ترمذی، مشکوٰۃ صفحہ ۱۰ ۳۔ بلوغ المرام صفحہ ۲۰

۴۔ بلوغ المرام صفحہ ۲۷۔

نماز ظہر کے وقت میں ملا کر پڑھتے اور اگر قبل از زوال کوچ کرتے تو ظہر میں یہاں تک تاخیر کرتے کہ عصر کا وقت آجاتا۔ آپؐ عصر کے وقت میں دونوں نمازیں ملا کر ادا کرتے۔

علیٰ ہذالقیاس جب مغرب کا وقت کوچ سے پہلے ہوجاتا تو عشا کی نماز مغرب[۶] کے وقت میں جمع کر کے پڑھتے اور جب مغرب سے پہلے کوچ کرتے تو عشاء کے وقت میں دونوں نمازیں پڑھتے۔

۱۵- اشراق و چاشت کی نماز

نمازِ[۱] اشراق کا وقت آفتاب نکلنے سے کچھ دن چڑھے تک ہے۔ نبی کریم[۲] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگو! تمہارے ہر جوڑ پر صبح کا صدقہ لازم ہوتا ہے۔ سُبحَانَ اللّٰہِ وَالحَمدُ لِلّٰہِ وَلاَ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکبَرُ کہنا گویا وہ صدقہ دینا ہے۔ اور ان سب کے لئے دو رکعت نماز اشراق کفایت کرتی ہے۔

آنحضرت[۳] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص فجر کی نماز پڑھ کر سورج نکلنے تک اپنی نماز کی جگہ بیٹھا رہتا ہے اور ذکرِ الٰہی میں مشغول رہتا ہے اُسے ہر روز اس قدر ثواب ملتا ہے کہ گویا بنی اسماعیل میں سے چار غلام آزاد کئے۔

اور[۴] جو شخص نماز اشراق کی دو رکعت پڑھ لیتا ہے اسے حج و عمرہ کا ثواب ملتا ہے نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ جو دو رکعت نماز اشراق پڑھتا ہے اس کے تمام صغیرہ گناہ بخشے جاتے ہیں اگرچہ دریا کے جھاگ کے برابر ہوں۔

حضرت[۵] ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دو رکعت نماز پڑھنے کی وصیت فرمائی ہے تو میں جب تک زندہ رہوں گا ان دو

۱ے مسلم م صفحہ ۲۸۵ ۲ے مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۱۰۸ ۳ے ابوداؤد، مظاہر حق صفحہ ۲۳
۴ے ابوداؤد، مظاہر حق صفحہ ۱۴۷ ۵ے ابوداؤد مشکوٰۃ صفحہ ۱۰۵

رکعتوں کو کبھی ترک نہ کروں گا۔ چاشت[1] کی نماز کا عمدہ اور بہتر وقت جس میں اچھے لوگ نماز پڑھتے ہیں وہ وقت ہے جس میں دھوپ کی شدت سے اونٹ کے بچوں کے پیر گرم ہو جائیں اور یہ وقت برصغیر پاکستان و بھارت میں دن کے دس بجے کے قریب ہوتا ہے اس نماز کو نمازِ اشراق اور نماز اوابین بھی کہتے ہیں۔

حضرت[2] عائشہؓ سے لوگوں نے پوچھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نمازِ چاشت کی کتنی رکعتیں پڑھا کرتے تھے؟ فرمایا: چار اور کبھی اس سے زیادہ جہاں تک چاہتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بایں خوف کہ اُمت پر فرض نہ ہو جائے اکثر چاشت کی نماز نہیں پڑھتے تھے لیکن میں اکثر پڑھا کرتی ہوں۔ صحابۂ کرام[3] رضوان اللہ علیہم اجمعین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھی اس نماز کو نہایت ذوق و شوق سے پڑھا کرتے تھے۔

فتح مکہ کے دن[4] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ام ہانیؓ کے گھر تشریف لائے اور چاشت کی نماز کی آٹھ رکعتیں خفیف قرأت سے پڑھیں مگر رکوع اور سجود پورے طور پر ادا کئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص نماز چاشت کی بارہ رکعتیں پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں سونے کا محل بناتا ہے۔

۱۶۔ صلوٰۃ التسبیح کی فضیلت

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَذِنَ اللّٰهُ لِعَبْدٍ فِیْ شَيْءٍ اَفْضَلَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ تُصَلِّيْهِمَا وَاِنَّ الْبِرَّ لَيُذَرُّ عَلٰى رَاْسِ الْعَبْدِ مَادَامَ فِیْ صَلٰوتِهٖ وَمَا تَقَرَّبَ الْعِبَادُ اِلَى اللّٰهِ بِمِثْلِ مَا خَرَجَ مِنْهُ يَعْنِي الْقُرْاٰنَ[5] یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندے کی طرف

---

[1] مسلم مشکوٰۃ [2] مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۱۰۷ [3] صحیحین مشکوٰۃ صفحہ ۱۰۷

[4] ترمذی۔ ابن ماجہ۔ مشکوٰۃ صفحہ ۱۰۸ [5] احمد ترمذی مشکوٰۃ صفحہ ۱۱۰۔

جو رحمتِ خدا ان دو رکعتوں میں متوجہ ہوتی ہے جنہیں وہ پڑھتا ہے اس سے بزرگ و افضل کسی چیز میں متوجہ نہیں ہوتی اور نیکی بندے کے سر پر اللہ کی رحمت نازل کرتی ہے۔ جب تک وہ نماز میں رہتا ہے اور قرآن سے بڑھ کر کوئی چیز ایسی نہیں جو بندوں کو خدا کا تقرب حاصل کرائے اسے امام احمد اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔

آنحضرت[1] صلی اللہ علیہ وسلم نے عباس بن عبد المطلب سے فرمایا کہ اے عباسؓ! اے میرے چچا! کیا میں تمہیں وہ چیز نہ بتاؤں؟ کیا میں تمہیں ایک ایسی چیز نہ عطا کروں؟ کیا میں تمہیں ایسی چیز کی خبر نہ دوں کہ جب تم اسے بجالاؤ تو تمہارے دس طرح کے گناہ یعنی اگلے پچھلے نئے پرانے قصداً سہواً، صغیرہ کبیرہ، ظاہر پوشیدہ مٹ جائیں۔ وہ یہ ہے کہ تم چار رکعتیں اسطرح پڑھو کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ اور فاتحہ کے علاوہ کوئی سورت پڑھو۔ جب تم اول رکعت کی قرأت سے فارغ ہو جاؤ تو رکوع سے قبل کھڑے کھڑے پندرہ دفعہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ پڑھو۔ پھر رکوع میں جاؤ اور دس دفعہ یہی کلمات نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ کہو۔ پھر رکوع سے سر اٹھاؤ۔ اور قومہ میں بھی یہی کلمات دس مرتبہ کہو۔ پھر سجدہ میں جاؤ اسمیں بھی دس مرتبہ ان کلمات کو کہو۔ سجدے سے اٹھ کر جب جلسہ کیلئے بیٹھو تو بھی دس مرتبہ یہی کلمات پڑھو۔ اب دوسرے سجدے میں جاؤ تو پھر یہی کلمات دس مرتبہ کہو۔ اور سجدے سے اٹھ کر جلسۂ استراحت[2] میں بھی دس دفعہ کہو۔ اب ایک رکعت ہوئی۔ اور اس میں پچھتر دفعہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ تم نے کہا۔ اسی طرح چار رکعتیں پوری کرو اور ہر رکعت میں پچھتر پچھتر دفعہ یہ تسبیح پڑھو۔ اگر تم سے ہو سکے تو ہر دن میں ایک مرتبہ یہ نماز پڑھو ورنہ ہر جمعہ میں ایک دفعہ اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو سال میں ایک دفعہ اور جب یہ بھی نہ ہو سکے تو عمر بھر میں ایک مرتبہ ضرور پڑھ لو۔

---

[1] ابوداؤد، ابن ماجہ، مشکوٰۃ صفحہ ۱۰۹۔ [2] اس سے معلوم ہوا کہ جلسۂ استراحت ہر نماز میں سنت ہے۔

کتاب الزکوٰۃ[1]

۱- زکوٰۃ کی اہمیت

زکوٰۃ اسلام کا تیسرا رکن ہے - اللہ تعالیٰ کا زکوٰۃ فرض کرنے میں یہ بھید ہے کہ سچے اور جھوٹے اور فرماں بردار اور نافرمان بندوں میں تمیز کر دے اور ظاہر ہو جائے کہ کس کو مال کی محبت ہے اور کس کو اللہ اور رسول[2] کی محبت زیادہ ہے حالانکہ سارے بندے اور سارا مال اللہ ہی کا ہے پھر زکوٰۃ کے فرض ہونے کا حکم بھیج دیا اور فرمان ہوا کہ زکوٰۃ بھی[1] نماز کی طرح فرض ہے جو زکوٰۃ نہ دے گا وہ بے نماز کی طرح آخرت کے سخت عذاب میں مبتلا ہو گا -

زکوٰۃ دینے[2] سے انسان کا دل اور مال پاک ہو جاتا ہے - قرآن شریف میں بیاسی جگہ زکوٰۃ کا تاکیدی حکم آیا ہے - مسلمانوں کو چاہیئے[3] کہ اللہ کا خوف کر کے ہر سال زکوٰۃ نکالا کریں جو مسلمان خوشی سے زکوٰۃ دیتا ہے اللہ تعالیٰ خوش ہو کر اس کی زکوٰۃ کو داہنے ہاتھ میں لیتا ہے اور اس کو اتنا بڑھاتا ہے کہ قیامت کے دن وہی مال خزانے کے خزانے ہو کر ملے گا - جو شخص[4] زکوٰۃ دے اس کو دعا دینی چاہیئے -

حضرت[5] ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ قسم ہے اللہ کی میں ان لوگوں سے جہاد کروں گا جو مسلمان ہو کر زکوٰۃ نہ دیں گے -

---

[1] بخاری مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۱۴۷ [2] ابو داؤد مشکوٰۃ صفحہ ۱۴۸ [3] بخاری مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۱۴۸؛ [4] بخاری مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۱۴۸ -

آنحضرت[1] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس مسلمان آدمی کے پاس سونا یا چاندی ہو اور وہ اس کی زکوٰۃ نہ دے قیامت کے دن وہ مال تپا کر اس کی کروٹ اور پشت اور پیشانی وغیرہ پر داغ دیا جائے گا پچاس ہزار برس تک یہی عذاب ہوتا رہے گا۔

اس[2] کے بعد اگر موحد ہے تو بہشت میں بھیجا جائے گا اور اگر مشرک و بدعتی ہے تو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

اور[3] فرمایا جو لوگ مال کی زکوٰۃ نہ دیں گے ان کی گردنوں میں بڑا بھاری گنجا زہریلا سانپ لپٹایا جائے گا جو اس کے منہ کو کاٹا کرے گا اور کہے گا کہ میں وہی تیرا خزانہ ہوں جس کو دنیا میں تو نے جمع کر رکھا تھا۔

اور[4] فرمایا کہ جس کے پاس بکریوں اور گایوں کے ریوڑ یا اونٹوں کے گلے ہوں اور وہ ان کی زکوٰۃ نہ دے تو قیامت کے دن وہی جانور موٹے موٹے بن کر آئیں گے اور اللہ کے حکم سے اپنے مالکوں کو پیروں سے کچلیں گے اور سینگوں سے مارتے رہیں گے جب تک کہ خداوند تعالیٰ کل بندوں کا فیصلہ نہ کر چکے اس کا ایک دن جو پچاس ہزار برس کا ہوگا۔ زکوٰۃ[5] وصول کرنیوالوں کو تحفہ دینا اور ان کو لینا سخت منع ہے۔ سال[6] گذرنے سے پہلے زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ زکوٰۃ[7] میں زیادہ مال وصول کر لینا ویسا ہی گناہ ہے جیسے زکوٰۃ نہ دینا۔

۲۔ سونے چاندی اور روپے کی زکوٰۃ

جس کے پاس باون روپے کلدار ہوں اور ان پر پورا ایک سال گذر جائے

---

[1] ترمذی نسائی مشکوٰۃ صفحہ ۱۴۹ [2] مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۱۴۷ [3] بخاری مشکوٰۃ صفحہ ۱۴۷
[5] شرح السنہ مشکوٰۃ صفحہ ۱۴۸ [6] ابوداؤد ترمذی
ابن ماجہ مشکوٰۃ صفحہ ۱۴۹ [7] ابوداؤد ترمذی مشکوٰۃ صفحہ ۱۵۰۔

اس پر ایک روپیہ پانچ آنے زکوٰۃ فرض ہے ۔ ف چاندی کا یہی نصاب ہے اس سے کم میں زکوٰۃ فرض نہیں ہے ۔ اگر اس نصاب میں سال کے اندر کمی ہوتی رہے گی تو بھی اس تعداد پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی ۔ پھر جس قدر[۱] جمع زیادہ ہو بیڑھا حساب یہ ہے کہ ڈھائی روپیہ فی سینکڑہ نکالے ۔

اگر سال کے اندر اور روپیہ جمع ہو جائے اور ابھی سال پورا اُس پر نہ گزرا ہو تو اس بڑھے ہوئے روپے پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی جب تک اس زائد رقم پر بھی تاریخ جمع ہوئے سے پورا سال نہ گزرے اور نصاب[۲] کی حد کو نہ پہنچے ۔

ف ۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ زکوٰۃ کے ادا کرنے کا ایسا فکر رکھیں جیسے نماز کے ادا کرنے کا وقت پر فکر رکھتے ہیں ۔ زکوٰۃ کا یہ فکر ہے کہ اس کا حساب رکھیں تاکہ بھول نہ پڑے ۔

حضرت[۳] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس کے پاس ساڑھے سات تولے سونا نہ ہو اس پر زکوٰۃ نہیں ہے اور جس کے پاس ساڑھے سات تولے سونا ہو اور اس پر برس گذر جائے تب دو ماشے سونا یا دو ماشے سونے کی قیمت جو کچھ اس وقت کے بھاؤ کے مطابق ہو دینا فرض ہے ۔

چاندی کا نصاب الگ ہے اور سونے کا الگ ہے ۔ دونوں کو ملا کر نصاب کے پورا کرنے کا ثبوت نہیں ہے ۔ ف ۔ سونے کا نصاب بیس دینار ہے جس کا ساڑھے سات تولے سونا ہوا ۔ غرض یہ ہے کہ سال گذرنے کے بعد چاندی اور سونے میں چالیسواں حصہ زکوٰۃ کا دینا فرض ہے ۔ نصاب سے کم میں زکوٰۃ دینا نفل ہے اگر دیں گے ثواب ہوگا اور جو نہ دیں گے کچھ گناہ نہ ہوگا ۔

زیور کی زکوٰۃ میں مختلف حدیثیں آئی ہیں جن میں قوی مسئلہ یہی ہے کہ زیور[۴] کی

---

[۱] ترمذی ابوداؤد مشکوٰۃ صفحہ ۱۵۱ [۲] ترمذی مشکوٰۃ صفحہ ۱۴۹ [۳] ابوداؤد منتقی صفحہ ۱۲۵ [۴] ترمذی مشکوٰۃ صفحہ ۱۵۲ ۔

زکوٰۃ بھی مثل چاندی اور سونے کے دینی چاہیئے۔ف۔ اگر اپنا مال یا روپیہ کسی پر قرض ہو اور امید ہو کہ جب چاہیں گے وصول کر لیں گے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہے اور اگر وصول ہونے کی امید نہیں ہے تو زکوٰۃ واجب نہیں۔

۳۔ جانوروں کی زکوٰۃ

اگر کسی[1] کے پاس چالیس بکریاں ہوں تب ان میں ایک بکری زکوٰۃ کی فرض ہوتی ہے۔ ایک سو بیس تک اور ایک سو بیس سے دو سو تک دو بکریاں ہیں اور پھر دو سو سے تین سو تک تین بکریاں ہیں پھر اسی طرح سے ہر سینکڑے پر ایک بکری بڑھے گی۔ ف۔ بکریوں کا نصاب چالیس راسیں ہیں جب ان پر برس گزر جائے گا تب زکوٰۃ فرض ہوگی مگر ایک یہ بھی شرط ہے کہ جنگل میں چرتی ہوں۔

بھینس، گائے، بیل جب تک پورے تیس نہ ہوں زکوٰۃ فرض نہیں ہے۔ جب تیس ہو جائیں اور ان پر سال گذر جائے تب ایک سال کا ایک بچھڑا زکوٰۃ دینا فرض ہے اور جب چالیس ہوں تو دو برس کا۔ف۔ گائے، بیل، بھینس کا نصاب تیس راس ہیں اور اونٹوں میں پانچ اونٹ ہیں۔ پانچ اونٹوں سے کم میں زکوٰۃ فرض نہیں ہے جب پورے پانچ اونٹوں پر سال بھر گذر جائے تب ان میں ایک بکری دینی ہوگی۔ پانچ سے زیادہ پچیس تک ایک اونٹنی جو دوسرے سال میں لگی ہو۔ پھر چھتیس اونٹوں سے پینتالیس تک ایک ایک اونٹنی جو تیسرے سال میں لگی ہو اور چھیالیس سے لگا کر ساٹھ تک ایک اونٹنی جو چوتھے برس میں لگی ہو اور اکسٹھ سے لگا کر پچھتر تک ایک اونٹنی جو پانچویں برس میں لگی ہو اور چھہتر سے نوے تک دو دو اونٹنیاں جو چھٹے سال میں لگی ہوں اور جب ایک سو بیس سے زیادہ ہوں تو ہر چالیس پر دو سالہ اونٹنی جو کہ تیسرے سال میں لگی ہو غرض کہ اسی

---

[1] بخاری مشکوٰۃ صفحہ ۱۵۰ [2] ابوداؤد مشکوٰۃ صفحہ ۱۵۱ [3] بخاری مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۱۵۰۔

طرح بڑھتے جائیں گے۔

۴۔ غلہ اور شہد وغیرہ کی زکوٰۃ

جو[1] کھیتی کہ برسات یا تالاب یا نہر کے ذریعے سے تیار ہو یا تراوٹ کی زمین میں پیدا ہو اس میں دسواں حصہ زکوٰۃ دینا فرض ہے۔ مثلاً بیس من غلہ پیدا ہوا تو اس میں سے دو من غلہ زکوٰۃ میں دیں اور جو کنوئیں کے پانی سے تیار ہو اس میں بیسواں حصہ زکوٰۃ کا فرض ہے۔ مثلاً بیس من غلہ پیدا ہو تو من بھر غلہ زکوٰۃ کا دینا چاہئے۔

ف کھجور[2]، منقیٰ، گیہوں، جو کا نصاب ہمارے تول سے تقریباً اکیس من ہے اس سے کم میں زکوٰۃ فرض نہیں جب پورے اکیس من ہوں تب اس میں دسواں حصہ دینا فرض ہے۔

شہد[3] میں دسواں حصہ زکوٰۃ نکالنا لازم ہے یعنی دس مشکوں میں سے ایک مشک دیں۔ تجارت[4] کے مال پر زکوٰۃ دینی فرض ہے۔ مؤطا امام مالک[5] رحمۃ اللہ علیہ میں اس کی تفصیل اچھی طرح ہے۔

۵۔ زکوٰۃ سے مستثنیٰ اشیاء

سواری[6] کے گھوڑوں اور خدمت کے غلاموں اور کام کاج کے گدھے خچروں اور مکانوں اور کرایہ کے جانوروں اور سبز ترکاریوں اور جواہرات و موتی پر زکوٰۃ نہیں ہے اور کتابوں اور برتنوں اور گھر کے فرش فروش پر بھی نہیں ہے۔

---

[1] بخاری مشکوٰۃ صفحہ ۱۵۰ [2] بخاری مشکوٰۃ صفحہ ۱۵۱ [3] نسائی مشکوٰۃ صفحہ ۱۵۰
[4] ترمذی مشکوٰۃ صفحہ ۱۵۱ [5] ابوداؤد مشکوٰۃ صفحہ ۱۵۲ [6] بخاری مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۱۵۰
[7] دار قطنی مشکوٰۃ صفحہ ۱۵۰۔

ہاں اگر یہ چیزیں سوداگری کی ہوں گی تو ان پر زکوٰۃ لازم ہوگی۔
بوڑھی اور عیب دار اور گابھن اور بانجھ بکری جو دودھ پینے کو پالی ہو اور وہ نر جو نسل لینے کو چھوڑا ہو زکوٰۃ میں نہ دینا چاہیئے۔ ہاں اگر نر چھوٹا ہو زکوٰۃ لینے والا اگر چاہے تو لے سکتا ہے۔ اسی طرح کم عمر بچّے اور بیمار جانور بھی زکوٰۃ میں نہ دینا چاہیئے۔
ف زکوٰۃ سے بچنے کے واسطے ریوڑ پریشان نہ کریں نہ متفرق جانوروں کو جمع کریں۔
اگر[1] دو شخص ساجھی ہوں تو جائز ہے کہ برابر تقسیم کر لیں۔ پھر جس کا مال زکوٰۃ کے لائق ہو وہ سال کے پورا ہونے پر زکوٰۃ دے۔
ہر[2] حال میں زکوٰۃ اُن جانوروں پر فرض ہے جو کہ جنگل میں چرتے ہیں۔ یعنی زیادہ خوراک اُن کی جنگل سے ہو۔ زکوٰۃ کے تحصیلداروں کو نہ چھانٹ کر عمدہ مال لینا چاہیئے نہ خراب بلکہ درمیانی دیکھ لے۔

۶۔ زکوٰۃ وصول کرنے والے

زکوٰۃ[3] کا مال فقیروں، مسکینوں، زکوٰۃ وصول کرنے والوں، نومسلموں[4] حاجت مندوں کو دینا چاہیئے اور غلاموں کے آزاد کرانے اور مسلمانوں کے جرمانے ادا کرنے اور اللہ تعالےٰ کے کاموں میں، مسجد[6] مدرسے میں، غریب حاجیوں کے حج کرانے میں اور[5] مسافروں کو دیں۔ اگر اس قسم کے لوگ جمع نہ

---

[1] بخاری مشکوٰۃ صفحہ ۱۵۱ [2] بخاری مشکوٰۃ صفحہ ۱۵۱ [3] سورۂ توبہ [4] سورۂ توبہ
[5] سورۂ توبہ [6] اگر غریب لوگ ہیں اور وہ مسجد نہیں بنا سکتے تو ان کی مسجد زکوٰۃ سے بنا دینی جائز ہے اور اگر اس جگہ امراء ہوں تو ان کو مسجد اپنے مال سے بنانی ہوگی۔ [7] سورۂ توبہ۔

ہوں تو اگر ان میں سے کسی قسم کے شخص کو بھی دیں گے تو بھی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔
زکوٰۃ کے وصول کرنے والے اور مسافر[1] اور غازی اگرچہ اپنے گھروں میں مالدار ہوں تب بھی ان کو زکوٰۃ لینا جائز ہے۔ بہتر ہے کہ عورت اپنے مال میں سے محتاج خاوند اور بچوں کو زکوٰۃ دے سکتی ہے اور ان کو لینا بھی درست ہے مگر خاوند اپنی بیوی اور نابالغ بچوں کو نہیں دے سکتا اس واسطے کہ ان کا نان نفقہ اس پر فرض ہے اور جس کو غریب محتاج اور حاجت مند دیکھے دے دے۔ زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔

بھیک[2] مانگنے والے مسکین نہیں۔ تونگر، غنی، قوی، صاحب روزگار کو زکوٰۃ نہ دینا چاہیئے۔ اگر پیشے والا آدمی تندرست اور مفلس ولاچار ہو اس کو زکوٰۃ دینا درست[3] ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس بستی کے تونگروں سے زکوٰۃ لیجائے وہیں کے فقیروں پر تقسیم کر دی جائے۔ غنی وہ ہے جو کہ صاحب نصاب ہو اور فقیر وہ ہے جس کے پاس کچھ نہ ہو اور مسکین وہ ہے جس کے پاس کچھ تھوڑا مال ہو۔

ف سیّدوں[4] اور ان کے لونڈی غلاموں کو زکوٰۃ لینا حرام ہے۔ سیدوں سے مراد بنی ہاشم یعنی آلِ عباس رضؓ اور آلِ عقیل اور آلِ علی اور آلِ جعفر ہیں۔ جو چیز پڑی ہوئی پائی جائے سیدوں کو اس کا کھانا بھی جائز نہیں کیونکہ زکوٰۃ لوگوں کا میل ہے۔ جس کسی مسکین کو صدقہ دیا جائے پھر وہ اپنی طرف سے کسی بھوکے سید کو ہدیۃً پیش کر دے تو بھوکے سید کو اس کو لینا درست ہے۔ سید اپنے مال کی زکوٰۃ سیدوں کو نہیں دے سکتا، نہ وہ سید[5] جو زکوٰۃ وصول کرتا ہو

---

[1] سورۂ توبہ [2] ترمذی دارمی، ابوداؤد مشکوٰۃ ص۱۵۳ [3] بخاری مسلم مشکوٰۃ ص۱۵۳
[4] بخاری مسلم مشکوٰۃ ص۱۵۳ [5] ترمذی ابوداؤد، نسائی، مشکوٰۃ ص۱۵۲

زکوٰۃ لے سکتا ہے بلکہ اور طرح پر سیدوں کی خدمت کرنی چاہیئے اگر بھوکا سید زکوٰۃ کا مال کھائے تو مردار کھانے سے بہتر ہے۔

جو شخص غنی یعنی صاحبِ زکوٰۃ نہ ہو اس کو مالِ زکوٰۃ میں سے مانگ کر لینا جائز ہے۔

زکوٰۃ کا مال مسلمان غریبوں کو دینا چاہیئے[1]۔ کافروں کو دینا جائز نہیں۔ ہاں مگر فاسق مسلمان کو دینا جائز ہے۔ غیر مستحق کو جان کر زکوٰۃ دے گا تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی دوبارہ دینی پڑے گی اور اگر اس شخص کو جو زکوٰۃ کا مستحق نہیں ہے بغیر جانے زکوٰۃ دے دے تو کچھ ہرج نہیں۔

حضرت[2] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عورتوں کو خاوندوں کے مال سے بغیر ان کی اجازت کے خرچ نہ کرنا چاہیے۔ اگر خاوندوں کی اجازت سے خرچ کریں گی تو دونوں کو ثواب ہو گا بشرطیکہ فضول خرچی نہ ہو۔

زکوٰۃ[3] میں سے جو مال دے دیا پھر اسے واپس خرید نا سخت منع ہے کتے کی طرح قے کرکے چاٹ لینا ہے۔ زکوٰۃ کا دیا ہوا مال اگر ورثے میں آئے تو لینا درست ہے۔ بہتر ہے کہ ماں باپ کو زکوٰۃ میں سے نہ دیں بلکہ اور طرح خدمت کریں۔ صاحب زکوٰۃ کو چاہیئے کہ اپنی زکوٰۃ اپنے ہاتھ سے مستحق کو دے دے۔ قرآن مجید میں ہے وان تبدو الصدقات فنعما ھی۔

۷۔ سوال کرنے والے

عَنْ[4] اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ	ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

---

[1] سورۂ توبہ [2] بخاری مسلم مشکوٰۃ صـ ۱۶۴ [3] بخاری مسلم مشکوٰۃ صـ ۱۶۴
[4] مسلم مشکوٰۃ صـ ۱۶۲

وَسَلَّمَ مَنْ سَأَلَ النَّاسَ تَكَثُّرًا فَإِنَّمَا يَسْأَلُ جَمْرًا فَلْيَسْتَقِلَّ أَوْ لِيَسْتَكْثِرْ۔ [1]

کہ جس نے لوگوں سے مال جمع کرنے کے واسطے سوال کیا تو گویا وہ شخص انگارے مانگتاہے چاہے ان کو زیادہ جمع کرے، یا کم جمع کرے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ صرف تین قسم کے آدمیوں کو سوال کرنا درست ہے۔ ایک وہ شخص جو کسی نیک کام میں خرچ کر کے قرضدار ہوگیا۔ دوسرے وہ شخص کہ جس کا مال کسی آفت سے ہلاک ہوگیا ہو۔ تیسرے وہ کہ جس کی فاقہ کشی پر تین آدمی گواہی دیں اور جو مال بڑھانے کو مانگے گا اس کے چہرے پر قیامت کے دن گوشت نہ ہوگا۔

فرمایا ہے [2] کہ سوال کرنے والے کی عزت نہیں رہتی۔ اس کو چاہیئے کہ جنگل سے لکڑیاں لاکر بیچے اور مزدوری کر کے گزارہ کرے۔ فرمایا [3] بغیر مانگے جو کچھ ملے لے تو اس میں برکت ہوتی ہے اور جو نفس کے لالچ سے مانگتاہے اس میں برکت نہیں ہوتی۔ ہدیے [4] کو قبول کرنا اور اس کے بدلے میں ہدیہ دینا ثابت ہے۔

۸۔ دفینوں اور کانوں پر زکوٰۃ

دفن کیا ہوا [5] مال جو کسی کو ملے تو اس میں سے پانچواں حصہ زکوٰۃ کا ہے۔ مثلاً سو روپے کا مال ہے تو زکوٰۃ کے بیس روپے ہوں گے۔ کان سے جو چیز نکالی جاتی ہے اس میں زکوٰۃ فوراً نہیں ہے۔ ہاں اگر سال بھر کان کا سونا چاندی مالک کے پاس رکھا رہے اور نصاب کے مطابق ہے تو سال کے بعد زکوٰۃ دینی ہوگی۔

---

[1] مسلم مشکوٰۃ صـ ۱۶۲

[2] بخاری مشکوٰۃ صـ ۱۶۲

[3] بخاری مشکوٰۃ صـ ۱۶۲

[4] بخاری مشکوٰۃ صـ ۱۶۲

[5] متفق علیہ مشکوٰۃ صـ ۱۵۲۔

کتابُ الصّوم

۱۔ فضائلِ رمضان المبارک

اسلام کا چوتھا رکن رمضان شریف کے روزے ہیں۔ مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ[۱] نے رمضان شریف کے روزے فرض کئے ہیں۔ رمضان شریف[۲] وہ مقدس اور پاک مہینہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے لوحِ محفوظ سے پہلے آسمان پر قرآن نازل کیا۔ پھر وہاں سے تیئیس برس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔

حضرت[۳] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جب رمضان شریف کا مہینہ آتا ہے تو جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیطان قید کر دیئے جاتے ہیں۔ ایک[۴] رمضان کے ختم ہونے پر دوسرے رمضان کے آنے تک یعنی گیارہ مہینے تک جنت میں تیاریاں اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوتی ہیں۔ جب[۵] رمضان شریف کا پہلا دن ہوتا ہے تب جنت کی ہوا عرش کے نیچے ہو کر بہشت کے اوپر سے چلتی ہے اس وقت حور جگہ کہ وہ دعا کرتی ہیں کہ اے خداوندا عطا کر تو ہم کو شوہر ہمارے کہ ٹھنڈی ہوں جن سے آنکھیں ہماری اور ٹھنڈی ہوں ہم سے

---

[۱] قرآن مجید سورۂ بقرہ [۲] سورۂ قدر [۳] بخاری، مسلم، مشکوٰۃ ص۱۶۵۔
[۴] بیہقی مشکوٰۃ ص۱۶۶ [۵] بیہقی، شعب الایمان مشکوٰۃ ص۱۶۶۔

آنکھیں اُن کی۔

اور فرمایا کہ ایک[1] رمضان دوسرے رمضان تک کفارہ ہے گناہوں کا۔[2] اس مہینے میں ایک فرض پڑھنا دوسرے مہینوں کے فرضوں کے برابر ہے۔ اس مہینے کی نفلی عبادتوں کا ثواب جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق ہو، دوسرے مہینوں کی عبادت فرض کے برابر لکھا جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس مہینے میں عبادت و خیرات زیادہ کرتے تھے۔ صحابۂ کرام رض کو خوشخبری سُناتے اور دُعا کرتے یا اللہ برکت دے رجب اور شعبان میں اور نصیب کر ہم کو رمضان شریف۔

اور فرمایا: جس[3] نے پایا مہینہ رمضان کا اور نہ بخشوائے اللہ سے گناہ اپنے۔ وہ دُور ہوا اللہ کی رحمتوں سے۔ آنحضرت[4] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدم کے بیٹوں کی ہر ایک نیکی کا بدلہ بڑھتا ہے۔ ایک نیکی سے سات سو نیکی تک، مگر روزے کی نیکیوں کا کچھ شمار ہی نہیں ہے۔

اللہ پاک فرماتا ہے کہ روزہ میرے ہی لئے ہے۔ پس اس کی جزا میں ہی دُوں گا۔ اپنے بندوں کو کہ چھوڑا تھا انہوں نے خواہش اپنی اور کھانا پینا اپنا میرے حکم سے۔ پس دو خوشیاں ہیں روزے دار کے لئے اور روزہ دار کے منہ کی بھاپ بہت پسند آتی ہے اللہ تعالےٰ کو کستوری کی خوشبو سے بھی۔ اور روزہ ڈھال ہے نجات کی دوزخ سے پس چاہیئے کہ نہ بیہودہ بکے روزے دار، نہ چلا کر بک بک کرے۔ اگر کوئی بُرا کہے اس کو تو صبر کرے اور کہہ دے میں روزے سے ہوں۔

بخاری مسلم میں ہے کہ جس نے نماز نفل پڑھی، رمضان کی راتوں میں بغیر

---

[1] مسلم ترغیب صہ ۱۷۲ [2] بیہقی مشکوٰۃ صہ ۱۶۵ [3] ابن حبان ترغیب صہ ۴۲
[4] بخاری مسلم مشکوٰۃ صہ ۱۶۵۔

ریا کے، ثواب کی امید پر بخشے جاتے ہیں سارے گناہ اُس کے۔ فرمایا کہ[۱] بہشت کے آٹھ دروازے ہیں۔ اُن میں سے ریان نامی ایک دروازہ ہے خاص روزے داروں کے لئے۔ دوسرے لوگ اس کی سیر سے محروم رہیں گے۔ اور[۲] فرمایا کہ روزہ اور قرآن شریف شفاعت کرائیں گے قیامت کے دن سچے مسلمانوں کی۔

۲-۱ احکام رمضان المبارک

بغیر عذر کے روزہ نہ رکھنے کا ویسا ہی گناہ ہے جیسا کہ نماز نہ پڑھنے اور زکوٰۃ نہ دینے کا۔ یعنی بغیر عذر چھوڑنے سے کفر لازم آتا ہے اور[۳] فرمایا کہ جس نے بغیر عُذر کے روزۂ رمضان نہ رکھا۔ اگر تمام سال یا تمام عمر نفلی روزے رکھے یا دُنیا کی ساری نعمتیں خیرات کر دے تب بھی اُس ایک روزے کے درجے کو نہ پہنچے گا۔ جو بیمار ہو یا سفر میں ہو یا[۴] عورتیں حیض اور نفاس میں ہوں یا بچوں کو دُودھ پلاتی ہوں یا حمل سے ہوں، اگر ان کو خوف ہو کہ روزے کے سبب بچے کو نقصان پہنچے گا تو روزہ موقوف رکھیں۔ جب ان کے عُذر جاتے رہیں روزے کی قضاء رکھیں۔ سال بھر کے اندر ایک دم رکھیں چاہے تھوڑے تھوڑے کر کے کئی دفعہ میں رکھ لیں اختیار ہے۔

جو[۵] شخص بہت بوڑھا اور ضعیف ہو اور طاقت روزے کی نہ رکھتا ہو اس کے لئے روزہ مُعاف ہے۔ ہر روزے کے بدلے میں ایک مسکین کو کھانا کھلا دے اور قضا نہ رکھے۔ روزہ رکھنے والا صبح صادق سے غروبِ آفتاب تک کھانا پینا، جماع کرنا بند رکھے۔ حقّہ نہ پیئے، ہلاس نہ سونگھے۔ فضول[۶]

---

۱ بخاری مسلم مشکوٰۃ ص۱۶۵ ۲ بیہقی مشکوٰۃ ص۱۶۵ ۳ احمد ترمذی ابوداؤد ص۱۶۹
۴ ابوداؤد، ترمذی، مشکوٰۃ ص۱۷۰ ۵ جامع البیان ص۲۷ ۶ بخاری مشکوٰۃ ص۱۶۸۔

اور بیہودہ نہ بکے، گالی نہ دے، چغل خوری نہ کرے۔ کیونکہ اس سے روزہ خراب ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ ایسے روزے کو پسند نہیں کرتا۔ اگر ضرورت کی باتیں کرے تو جائز ہے۔ روزے میں اکثر تلاوتِ قرآن شریف و ذکرِ خیر میں مشغول رہنا چاہیئے۔

اگر[1] بیماری کے سبب سے خود قے کردیں تو قضا روزہ رکھنا ہوگا اور خود بخود قے ہو جانے سے روزے میں نقصان نہیں آتا۔ اگر[2] میت پر رمضان کے یا نذر کے روزے ہوں تو اس کے وارثوں کو اس کی طرف سے روزہ رکھنا ہوگا (بخاری شریف) روزے میں خوشبو لگانا، سر میں تیل ڈالنا، سرمہ[3] ڈالنا، فصد کھلوانا، بھری[4] سینگی کھچوانا، پچھنے لگوانا، غسل کرنا، مسواک کرنا، کلی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا درست ہے لیکن کلی وغیرہ میں زیادہ مبالغہ نہ کریں۔ گلے کے اوپر سے تھوک کے نکلنے سے روزے میں نقصان نہیں۔ بیوی[5] کا روزے میں بوسہ لینا جائز ہے اور اس کے بدن سے بدن لگانا جائز ہے مگر جوان بے صبر آدمی کو بچنا چاہیئے۔

اگر رات[6] کو نہانے کی ضرورت ہو جائے تو بہتر ہے کہ رات ہی کو نہا لیں اور اگر صبح کو نہائیں تو کچھ مضائقہ نہیں۔ روزے میں یعنی صبح صادق سے غروب تک بیوی سے صحبت کرنا حرام ہے۔ اگر کرے گا تو کفارہ لازم ہوگا اور روزہ ٹوٹ جائے گا۔

جو شخص[7] جان کر روزے میں صحبت کرے اس کو ایک غلام آزاد کرنا چاہیئے۔ اگر غلام آزاد نہ کر سکے تو برابر دو مہینے تک روزے رکھے اور جو یہ بھی نہ کر سکے

---

[1] ترمذی، ابوداؤد، مشکوٰۃ ص ۱۶۸ [2] بخاری مسلم مشکوٰۃ ص ۱۷۹ [3] ترمذی مشکوٰۃ ص ۱۶۹ [4] بخاری مسلم مشکوٰۃ ص ۱۶۸ [5] بخاری مسلم مشکوٰۃ ص ۱۶۸ [6] بخاری مسلم مشکوٰۃ ص ۱۶۸ [7] بخاری مسلم مشکوٰۃ ص ۱۶۸۔

تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے پھر قضا رکھے اور خوب استغفار پڑھے۔ روزے کی حالت میں جان بوجھ کر کھا پی لے تو اس پر قضا لازم ہے کفارہ نہیں ہے۔ اگرچہ علماء نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے مگر تحقیق صحیح مسئلہ یہی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فقط عورت سے جان کر صحبت کرنے کے حق میں کفارہ دینے کا حکم دیا ہے اور کسی میں نہیں اور کفارے کا کھانا کھلانا بھی مقدور والے پر واجب ہے۔

اگر ابر کے سبب[۱] سے روزہ کھول لیا۔ پھر سورج معلوم ہوا تو روزہ کی قضا رکھنی ہوگی۔ بھوک[۲] پیاس کی شدت سے اگر جان کا خوف ہو تو ضرور روزہ توڑ دینا چاہیئے پھر قضا رکھ لے۔ اگر روزے دار بھولے سے پیٹ بھر کر کھا پی لے تو یہ کھانا اللہ نے کھلایا پلایا اور روزہ بھی سلامت رہا۔ روزے[۳] کی شدت سے اگر روزے دار سر پر پانی بہائے یا کپڑا تر کرے تو روزہ درست ہے۔

گھر[۵] میں اگر بیمار پڑ جائے یا سفر میں چلا جائے اور روزہ توڑ دے تو کچھ گناہ نہیں نہ کفارہ ہے۔ حضرت[۶] صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کے وقت خود بھی روزہ توڑا اور صحابہ[۷] سے بھی تڑوایا۔ اور[۸] فرمایا کہ سفر میں روزہ رکھنا اچھی بات نہیں اگر تکلیف ہو۔

ایک[۹] جگہ فرمایا ہے کہ تکلیف کی حالت میں سفر میں روزہ رکھنے والے پکے گنہگار ہیں۔ سفر و بیماری[۱۰] کی وجہ سے جو روزے ٹوٹیں ان کی قضا لازم ہے۔

۱ے بخاری مشکوٰۃ ص ۱۶۸ ۲ے ابوداؤد مترجم ص ۵۶۲ ۳ے بخاری مسلم مشکوٰۃ ص ۱۶۹ ۴ے مالک ابوداؤد، مشکوٰۃ ص ۱۶۹ ۵ے بخاری مسلم مشکوٰۃ ص ۱۶۹ ۶ے بخاری مسلم مشکوٰۃ ص ۱۶۹ ۷ے بخاری مسلم مشکوٰۃ ص ۱۶۹ ۸ے مسلم مشکوٰۃ ص ۱۷۰ ۹ے سورۂ بقرہ۔

طاقتور آدمی اگر سفر میں روزہ رکھے اور اس کو تکلیف نہ ہو تو کچھ حرج نہیں۔
رمضان[1] میں لونڈی غلاموں سے کم کام لینے کی وجہ سے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ شک[2] کے دن روزہ رکھنے والا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نافرمان ہے۔

رمضان شریف[3] سے ایک دو دن پہلے سے روزہ شروع کرنا منع ہے اگر ہمیشہ اس مہینے میں تین چار دن روزہ رکھنے کی عادت ہو تو مضائقہ نہیں جیسے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارک تھی۔

تندرست[4] آدمی کو ہر روز روزے کی نیت کرنا ضروری نہیں سارے مہینے کی روزے کی نیت شروع مہینے میں کرلے تو وہی کافی ہے۔ ہاں! صاحبِ عذر اگر رات کو نیت نہ کرے گا تو روزہ صحیح نہ ہوگا۔ نفل روزے کی نیت دن کو بھی ہو سکتی ہے۔ پے در پے[5] روزے رکھنا یعنی رات کو بھی افطار نہ کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو درست تھا، اُمت کو منع ہے۔

۳۔ چاند

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صُوْمُوْا لِرُؤْیَتِہٖ وَاَفْطِرُوْا لِرُؤْیَتِہٖ فَاِنْ غُمَّ عَلَیْکُمْ فَاَکْمِلُوْا عِدَّۃَ شَعْبَانَ ثَلَاثِیْنَ۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ روزہ رکھو چاند دیکھ کر، اور افطار کرو چاند دیکھ کر۔ اس سے عید کا چاند مراد ہے اور اگر ابر ہو جائے تو شعبان کے تیس دن پورے کرو[6]۔

---

[1] مسلم مشکوٰۃ ص ۱۶۶ [2] بیہقی مشکوٰۃ ص ۱۶۶ [3] نسائی مشکوٰۃ ص ۱۶۶
[4] بخاری مسلم مشکوٰۃ ص ۱۶۶ [5] ابو داؤد ترمذی مشکوٰۃ ص ۱۶۶ [6] بخاری مسلم مشکوٰۃ ص ۱۶۶

اگر ایک[1] مسلمان بھی چاند دیکھنے کی گواہی دے تو کل مسلمانوں کو روزہ رکھنا لازم ہے مگر عید کا چاند دیکھنے کی جب تک دو مسلمان گواہی نہ دیں افطار نہ کرنا چاہیئے۔

حضرت[2] صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک دفعہ ابر چھایا ہوا تھا اور انتیس کو عید کا چاند دکھائی نہ دیا۔ سب نے اس روز روزہ رکھا۔ دوپہر کے بعد کچھ سوار ملک شام کی طرف سے آئے اور انہوں نے کہا کہ ہم نے کل شام کو چاند دیکھا تھا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب لوگ روزے افطار کر دیں۔ اور کل کو عید کی نماز پڑھیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بیس پچیس کوس کے فاصلے پر اگر چاند دیکھا جائے تو اعتبار کیا جائے گا۔ چاند کی خبر اگر بذریعہ تار برقی کے ہو تو اس پر شریعت کے احکام جاری نہ ہوں گے۔ اگر گواہوں کے عقائد معلوم نہ ہوں تو دریافت کر لینا ضروری ہے۔

۴۔ سحری و افطاری

سحری کا عمدہ وقت صبح کاذب سے، جب تک صبح صادق ظاہر نہ ہو جائے۔ حضرت[3] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے سحری کا عمدہ وقت یہ ہے کہ آخر وقت میں کھائی جائے۔ سحری کے وقت کوئی دعا روزے کی نیت کے واسطے پڑھنا نا جائز ہے۔ فرمایا[4] ہے کہ سحری کھاؤ اس میں برکت ہے۔ و نیز فرمایا[5]۔ ہمارے اور یہود و نصاریٰ کے روزوں میں سحری کھانے کا فرق ہے۔[6] و نیز سحری میں کھجوریں کھانا سنت ہے۔ فرمایا[7] کہ جب سنو آواز اذان

---

[1] بخاری مسلم مشکوٰۃ ص۱۶۶ [2] ابوداؤد ترمذی [3] ترغیب مشکوٰۃ ص۱۸۶
[4] بخاری مسلم مشکوٰۃ ص۱۸۶ [5] مسلم مشکوٰۃ ص۱۶۷ [6] ترغیب ص۱۸۶
[7] ابوداؤد مشکوٰۃ ص۱۶۷۔

صبح کی اور ہاتھ میں برتن ہو تو اسے رکھ نہ دو بلکہ کھا پی لو کچھ حرج نہیں۔

آنحضرت[1] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دین ہمیشہ غالب رہے گا جب تک کہ مسلمان افطار میں جلدی کیا کریں گے[2]۔ فرمایا ہمیشہ رہیں گے لوگ بھلائی میں جب تک جلدی کیا کریں گے روزہ کھولنے میں۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا[3]، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مجھ کو وہ بندے بہت ہی پیارے ہیں جو افطار میں جلدی کیا کرتے ہیں۔

اور فرمایا جب[4] کرۂ آفتاب مغرب میں چھپ جائے اور مشرق کی جانب سے سیاہی نمودار ہو روزے کھولنے کا یہی وقت عمدہ ہے۔ روزہ کا دیر میں افطار کرنا مسلمانوں کا کام نہیں ہے شیعوں کی مشابہت سے ضرور بچنا چاہیئے۔

۵۔ افطار کے وقت کی دعائیں

روزے[5] کے افطار کرتے وقت یہ دعا پڑھنی چاہیئے۔ اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ یعنی اے اللہ تیرے ہی واسطے روزہ رکھا میں نے، تیرے ہی رزق پر افطار کیا میں نے۔

روزہ کھول کر یہ دعا پڑھیں۔ ذَھَبَ الظَّمَاءُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ۔ یعنی جاتی رہی پیاس اور تر ہو گئیں رگیں اور ثابت ہو گیا ثواب ان شاء اللہ۔

اور یہ دعا بھی پڑھیں۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِرَحْمَتِکَ الَّتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ اَنْ تَغْفِرَلِیْ ذُنُوْبِیْ یعنی اے اللہ میں تجھ سے اس تیری رحمت کے وسیلے سے مانگتا ہوں جو ہر شے کو وسیع ہے یہ

---

[1] ترمذی ابو داؤد، ابن ماجہ مشکوٰۃ [2] ترمذی مشکوٰۃ ص ۱۶۷ [3] بخاری مشکوٰۃ ص ۱۶۵

[4] ابو داؤد مشکوٰۃ ص ۱۶۷ [5] ابو داؤد مشکوٰۃ ص ۱۶۷۔

کہ بخش دے میرے گناہ ۔

۶۔ روزہ افطار کرانا

آنحضرت[1] صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے جو کسی مسلمان کا روزہ نیک نیتی سے افطار کرا دے۔ وہ ایک روزے کا ثواب پاتا ہے اور جتنوں کا افطار کرائے گا اُتنوں کا ثواب پائے گا اور اس کے ثواب پانے سے روزے داروں کے ثواب میں کمی نہ ہوگی۔ بشرطیکہ ریا اور تکلف سے پاک خالصاً لوجہ اللہ ہو۔

مسلمانوں کو روزہ افطار کرانے سے گناہ بخشے جاتے ہیں۔ اگرچہ ایک ہی کھجور یا ایک گھونٹ پانی یا دودھ سے افطار کرا دے۔ افطار کرانیوالوں کو اللہ تبارک وتعالےٰ حوضِ کوثر کا پانی پلائے گا جس سے جنت میں داخل ہونے تک پیاسا نہ ہوگا۔

فخر[2] وتکبر کی افطاریوں سے بھی پرہیز کریں۔ اللہ اور رسولؐ نے ایسے کھانوں سے مسلمانوں کو منع فرمایا ہے۔

۷۔ لیلۃ القدر

رمضان[3] شریف میں ایک رات برکت والی ہے جو ایک ہزار مہینوں سے بھی بہتر ہے۔ اس کو "لیلۃ القدر" کہتے ہیں۔ اس رات کی عبادت سے جو شخص محروم رہا وہ بڑی نعمتوں سے محروم رہا۔ اس رات کی ایک پہچان یہ ہے کہ اس کی صبح کو سورج کی روشنی مدھم پڑ جاتی ہے۔

۱؎ ابوداؤد مشکوٰۃ صـ ۱۶۷ ۲؎ بیہقی مشکوٰۃ صـ ۱۶۷۔

۳؎ بیہقی، شعب الایمان، مشکوٰۃ صـ ۱۶۶۔

اکثر یہ[1] مبارک رات رمضان کی اکیسویں[۲۱] یا تیئیسویں[۲۳] یا پچیسویں[۲۵] یا ستائیسویں[۲۷] یا اُنتیسویں[۲۹] تاریخ کی راتوں میں پھرتی ہوئی ہر سال ہوا کرتی ہے۔

اس[2] رات میں حضرت جبرئیل علیہ السلام مع جماعت مقرب فرشتوں کے آسمانوں سے اُترتے ہیں اور عبادت کرنے والے موحد بندوں کے حق میں مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔ اللہ[3] قبول کرتا ہے ان کی دعا موحد بندوں کے حق میں۔ اور بخش دیتا ہے اللہ تعالٰے اس رات کی عبادت کی برکت سے سارے گناہ موحد بندوں کے۔

۸- اعتکاف۔

اعتکاف[4] کرنا بڑے ثواب کا کام ہے۔ حضرت[5] صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ رمضان کے آخری دس دنوں میں اعتکاف کے لئے مسجد میں علیحدہ ایک جگہ مقرر کرتے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں ایک بوریئے کا پردہ ڈال کر حجرہ بناتے تھے

صبح[6] کی نماز پڑھ کر اعتکاف میں داخل ہونا چاہیئے۔ مسجد سے باہر سوائے حاجاتِ ضروریہ کے نہ نکلیں۔ بیمار پرسی کے لئے جانا درست نہیں ہے۔ راستہ چلتے بیمار کو پوچھ لینا جائز ہے۔ میت کے ساتھ یا نمازِ جنازہ کے لئے باہر جانا جائز نہیں۔ عورت سے صحبت اور بوس وکنار ناجائز ہے۔ مسجد[7] سے سر باہر نکالنا اور بال دھلوانا اور کنگھی کرانا جائز ہے۔ اعتکاف[8] والا آدمی گناہوں سے باز رہتا ہے اور جن نیکیوں کے کرنے سے مجبور ہوگیا۔ اُن کا ثواب

---

[1] احمد مشکوٰۃ ص ۱۶۵ [2] بخاری مشکوٰۃ ص ۱۸۳ [3] بیہقی مشکوٰۃ ص ۱۸۴
[4] بیہقی مشکوٰۃ ص ۱۸۵ [5] بخاری مشکوٰۃ ص ۱۸۵ [6] ابوداؤد مشکوٰۃ ص ۱۸۵
[7] ابوداؤد مشکوٰۃ ص ۱۸۵ [8] بخاری مسلم مشکوٰۃ ص ۱۸۵۔

اللہ تعالےٰ سے پالیتا ہے۔ اعتکاف[1] میں روزہ رکھنا اعتکاف کی شرط نہیں ہے مگر بہتر ہے۔ بیماری یا کسی ضرورت کی وجہ اعتکاف کو توڑ دے تو اُس کی قضا نئے سرے سے کرے۔ اگر اعتکاف[2] کی نذر مانی ہو تو اس کا پورا کرنا واجب ہے۔ جتنے دنوں کی نذر ہوگی اُتنے ہی دن اعتکاف میں بیٹھنا پڑے گا خواہ ایک ہی روز کی نیت ہو۔ ایک[3] سال دوبار اعتکاف کرنا ثابت ہے۔ عورتوں[4] کا اعتکاف میں بیٹھنا بھی حدیث سے ثابت ہے۔ مستحاضہ عورت بھی مسجد میں اعتکاف کرے تو جائز ہے۔

حضرت[5] صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک سال اعتکاف رہ گیا تھا۔ جس کو آپؐ نے دوسرے سال قضا فرمایا اور بیس روز کا اعتکاف فرمایا۔ صحیح حدیثوں کے موافق اعتکاف کی مدت دس دن ہیں رمضان کے آخر میں۔

اعتکاف[6] کے واسطے جامع مسجد میں بیٹھنا اچھا ہے جمعہ کی نماز کے واسطے اگر اعتکاف والا آدمی جائے گا تو بعض صحابہؓ و تابعین کا مذہب ہے کہ اعتکاف باطل ہوجائے گا اور یہی قول امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کا ہے۔

جامع ترمذی میں بعض صحابہؓ و تابعینؒ کا قول لکھا ہے کہ اگر اعتکاف کے شروع کے وقت نماز جنازہ اور نماز جمعہ کے واسطے جانے کی نیت کرے تو جاسکتا ہے ورنہ نہیں جاسکتا۔

اعتکاف[7] کی حالت میں قرآن شریف پڑھنا، حدیث پڑھنا، اذان دینا، امامت کرنا، دین کی تعلیم دینا، خطبہ سُنانا، فتوےٰ لکھنا یا تبلانا، حجامت و غسل کرنا، کپڑے بدلنا حاجت کی مختصر باتیں کرلینا درست ہے۔ کھانا پینا اپنے اعتکاف کے حجرے میں ہونا چاہیئے۔

---

[1] ابوداؤد مشکوٰۃ صہ ۱۷۵ [2] بخاری مسلم مشکوٰۃ صہ ۱۷۵ [3] بخاری مسلم مشکوٰۃ صہ ۱۷۵ [4] بخاری مسلم مشکوٰۃ صہ ۱۷۵ [5] ترمذی مشکوٰۃ صہ ۱۷۵ [6] بخاری مسلم مشکوٰۃ صہ ۱۷۵ [7] ابوداؤد مشکوٰۃ صہ ۱۷۵۔

کتاب الحج

۱۔ حج کی اہمیت

حج اسلام کا پانچواں رکن ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ توفیق دے اور سواری اور کرنے جانے کا خرچ اور وہاں کی ضروریات اور اس کے پیچھے اہل وعیال کے کھانے پینے کے واسطے موجود ہو اس وقت اس پر حج فرض ہو جاتا ہے۔ جو مسلمان اتنا مقدور رکھے اور تندرست ہو اور پھر حج نہ کرے تو وہ سزایاب ہوگا۔

جو شخص[1] بہت بوڑھا ہو اس کی طرف سے اور کوئی رشتہ دار حج کر سکتا ہے۔ فرمایا کہ جو شخص[2] طاقت ہوتے ہوئے حج نہ کرے وہ چاہے یہودی ہو کر مرے چاہے نصرانی ہو کر مرے۔

حج کے مسائل بہت سے ہیں جن کی اس مختصر کتاب میں گنجائش نہیں۔ حضرت مولانا نواب صدیق حسن خاں صاحب محدث بھوپالی رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب میں ایک کتاب بنام اِیضَاحُ الحُجَّۃ لکھی ہے۔ اس

---

[1] بخاری مسلم مشکوٰۃ صد ۲۱۳ [2] مسلم مشکوٰۃ صد ۲۱۳۔

میں حج اور عمرے کی خوب تفصیل ہے۔ بوقتِ ضرورت اس کو دیکھنا چاہیئے مختصراً یہاں کچھ مسائل حج کے لکھ دیئے جاتے ہیں۔

۲۔ حج کی مختصر کیفیت

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ[1] قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ حَجَّ لِلّٰہِ فَلَمْ یَرْفُثْ وَلَمْ یَفْسُقْ رَجَعَ کَیَوْمِ وَلَدَتْہُ اُمُّہٗ ۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے حج کیا اللہ کے واسطے پھر نہ اس میں عورتوں سے شہوت کی بات کی اور نہ لڑائی جھگڑا کیا وہ ایسا پھرا کہ جیسے ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا یعنی گناہوں سے پاک ہوگیا۔

حج کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) قِران (۲) تمتّع (۳) افراد۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی قسم کا حج کیا اور دوسری قسم کی آرزو کی۔

سب قسموں میں سے تمتّع افضل ہے۔ اس میں آسانی ہے۔ اس کی ترکیب یہ ہے کہ جب ادھر کے لوگ عدن ہوتے ہوئے یلملم[2] کے پہاڑ کے سامنے پہنچیں جس کو جہاز والے بتلا دیتے ہیں تو احرام کے واسطے غسل[3] کریں۔ پائجامہ، کرتا، ٹوپی عمامہ، موزے مرد اتار دیں۔ تہہ بند باندھ لیں اور چادر اوڑھ لیں۔ پیروں کے ٹخنے کھلے رکھیں۔ میسر ہو تو خوشبو لگائیں۔ اگر تہہ بند میسر نہ ہو تو پاجامے کا کچھ ہرج نہیں۔ احرام باندھتے وقت عمرے کی نیت کریں پھر دو رکعتیں نفل پڑھ کر کہیں۔ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ بِعُمْرَۃٍ یعنی حاضر ہوں میں اے اللہ عمرے کے واسطے۔

پھر مکہ شریف میں داخل ہونے تک لبیک اسی طرح پکار کر کہا کریں۔ لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ

---

[1] بخاری مسلم مشکوٰۃ صـ ۲۱۳ [2] مسلم مشکوٰۃ ۲۱۳ [3] ترمذی، دارمی و مشکوٰۃ صـ ۲۱۵
[4] بخاری مسلم مشکوٰۃ صـ ۲۱۵۔

لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ ۝ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم لبیک میں اس سے زیادہ کلمے نہ کہتے تھے۔ یعنی حاضر ہوں تیری خدمت میں اے اللہ حاضر ہوں تیرے در پر۔ کوئی تیرا شریک نہیں۔ حاضر ہوں تیری خدمت میں۔ تحقیق سب تعریفیں اور نعمتیں تیرے واسطے ہیں اور بادشاہت تیرے واسطے ہے تیرا کوئی شریک نہیں۔

حجرِ اسود کو چومتے وقت تک لبیک کہتے رہیں اور لبیک کہنے کے بعد اپنی مغفرت کے واسطے خوب دُعا کریں۔

میقات[1] یعنی جہاں احرام باندھنے کا حکم ہے اگر اُس کے گذر جانے کے موقع کا ٹھیک خیال نہ ہو تو پہلے سے احرام باندھ لیں تو کچھ ہرج نہیں۔

احرام[2] باندھنے کے بعد خوشبو نہ لگائیں۔ کسی[3] سے لڑائی جھگڑا نہ کریں۔ شکار نہ کھیلیں۔ درخت نہ کاٹیں۔ بال و ناخن نہ لیں۔ فرمایا کہ شکار[4] کا گوشت تمہارے واسطے حلال ہے اگر تم نے نہ کیا ہو اور نہ تمہارے واسطے کیا گیا ہو۔

زعفران[5] کا رنگا ہوا کپڑا نہ پہنیں۔ احرام میں جو کوئی مر جائے اس کو خوشبو نہ لگائیں اور کھلے سر دفن کریں۔ مرد سر اور منہ نہ ڈھانکیں۔ عورتیں[6] بھی منہ نہ ڈھانکیں۔ ہاں پردے کے لئے کچھ بندوبست کرلیں اور سب کپڑے پہنے رہیں۔ اگر کپڑے کو خوشبو لگ[7] جائے تین بار دھو ڈالیں۔

احرام[8] والا نہ خود نکاح کرے نہ کسی کا نکاح باندھے نہ منگنی کرے۔ احرام والے جوئیں نہ ماریں بلکہ پکڑ کر پھینک دیں۔ اگر[9] سر میں جوئیں پڑ جائیں اور سر منڈوا لیں تو کفارہ دے دیں۔

---

۱ ابن ماجہ ابوداؤد مشکوٰۃ ص ۲۱۳ ۲ بخاری مسلم مشکوٰۃ ص ۲۱۵ ۳ بخاری مسلم مشکوٰۃ ص ۲۱۴
۴ ابوداؤد ترمذی مشکوٰۃ ص ۲۳۰ ۵ بخاری مسلم مشکوٰۃ ص ۲۲۷ ۶ ابوداؤد ابن ماجہ مشکوٰۃ ص ۲۳۸
۷ بخاری مسلم مشکوٰۃ ص ۲۳۸ ۸ مسلم مشکوٰۃ ص ۲۲۷ ۹ بخاری مسلم مشکوٰۃ ص ۲۲۷

احرام والے اگر ان ممنوع کاموں میں سے کوئی کام کرلیں اور پھر کفارہ دے دیں تو احرام باطل نہ ہوگا۔ کفارہ یہ ہے کہ چھ مسکینوں کو آٹھ سیر اناج دے دیں یا تین روزے رکھیں یا ایک قربانی کریں۔

حاجی کو کوئی حج سے روک دے تو الٹا پھر جائے۔ لڑائی نہ کرے۔ اگر احرام باندھے ہوئے ہے تو احرام کھول دے۔ قربانی ساتھ ہو تو ذبح کردے۔ جب امن پائے تو حج کرے۔

احرام والے کو جائز ہے کہ پھول سونگھے، آئینہ دیکھے، انگوٹھی پہنے ہمیانی وغیرہ کمر سے باندھے، نئے کپڑے بدلے، دریا کا شکار کھیلے۔ ضرورت[1] سے سینگی لگائے۔ اگر بدن کھجانے سے ناخن ٹوٹ جائے تو چاقو سے تراش دے۔ جانور[2] ذبح کرے۔ کپڑا دھوکر پہن لے، خوشبو لگائے۔ دھوپ کے سبب سے سر پر سایہ کرلے۔ ضرورت[3] پر زیتون اور گھی وغیرہ سے دوا کرے، زیور پہنے۔

احرام والا چوہا، چیل، بچھو، کتا، سانپ مار ڈالے تو درست[4] ہے۔ چاہے حرم ہی میں کیوں نہ ہو۔ جب[5] مکہ شریف کے اندر پہنچے تو پہلے بیر طوی پر غسل کرے مگر افسوس ہے کہ یہ سنت اب ترک ہو گئی ہے۔ احرام والے کو بیوی کا بوسہ لینا یا اس پر اس نیت سے نظر کرنا حرام ہے۔

جب[6] بیت اللہ شریف نظر پڑے یہ دعا پڑھیں: اَللّٰھُمَّ زِدْ ھٰذَا الْبَیْتَ تَشْرِیْفًا وَّ تَکْرِیْمًا وَّ تَعْظِیْمًا وَّ مَھَابَۃً وَّزِدْ مَنْ حَجَّہٗ وَاعْتَمَرَہٗ وَبِرًّا۔ یعنی اے اللہ اپنے گھر کی بزرگی و عظمت زیادہ کر اور کرامت اور ہیبت اور زیادہ کر بزرگی و عظمت و کرامت و نکوکاری اس شخص کی

۱؎ بخاری مسلم مشکوٰۃ صـ۲۲۶ ۲؎ بخاری مسلم مشکوٰۃ صـ۲۲۶ ۳؎ ترمذی مشکوٰۃ صـ۲۲۸

۴؎ بخاری مسلم مشکوٰۃ صـ۲۲۸ ۵؎ بخاری مسلم مشکوٰۃ صـ۲۲۸ ۶؎ رحمۃ المہداۃ صـ۱۳۱۔

جس نے حج یا عمرہ کیا تیرے گھر کا پھر جو چاہے دُعا کرے۔

پھر[1] جنت المعلیٰ کی طرف سے مکہ میں اور باب ابراہیم کی طرف سے حرم میں داخل ہو۔ حجرِ اسود کو بوسہ دے۔ پھر[2] داہنی طرف سے طواف شروع کرے۔ اسی طرح پر کہ مرد اپنی چادر کو داہنے ہاتھ کی بغل سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈالیں جس کو اضطباع کہتے ہیں۔ عورتیں اس طرح نہ کریں اور خانہ کعبہ کے سات بار چکر لگائیں اس چکر کو شوط کہتے ہیں۔

پہلے تین چکروں میں حجرِ اسود سے اچھلتے[3] کودتے ہوئے پاس پاس قدم رکھتے ہوئے، مونڈھے ہلاتے ہوئے مرد آہستہ بھاگ کر چلیں اس کو رمل کہتے ہیں۔ عورتیں ساتوں چکروں میں آہستہ چلیں۔ ہر حاجی حجرِ اسود کا بوسہ لے رخسارے ملے اور ان دونوں رکنوں کے درمیان ہر دفعہ کے چکر میں یہ دُعا کریں۔

[4] رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ؕ	یعنی اے رب دے ہم کو دُنیا میں بھلائی اور آخرت میں بھلائی اور بچا ہم کو آگ کے عذاب سے۔

جب[5] حجرِ اسود کے سامنے پہنچیں اُس کو ہر دفعہ بوسہ دیں اور پیشانی اور رخسار اُس پر ملیں اور کہیں بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ ؕ اگر آدمیوں کی کثرت کے سبب ایسا نہ کر سکیں تو لاچاری کو ہاتھ یا لکڑی حجرِ اسود کو لگا کر یا اس طرف ہاتھ یا لکڑی سے اشارہ کرکے بوسہ دیں۔

غرض اسی طرح سے سات چکر پورے کرکے مقام ابراہیم پر دو نفل پڑھیں۔ اور ہر شوط کرتے ہوئے اور نفلوں کے بعد مقام ابراہیم پر اور بیت اللہ کے دروازے پر اور اس کے دائیں بائیں خوب دُعا کریں۔ ان جگہوں کی دُعائیں بہت مقبول ہیں

---

[1] بخاری مسلم مشکوٰۃ ص۲۱۸ [2] مسلم مشکوٰۃ ص۲۱۹ [3] مسلم مشکوٰۃ ص۲۱۹
[4] ابوداؤد مشکوٰۃ ص۲۱۹۔ [5] بخاری مسلم مشکوٰۃ ص۲۱۹۔

حجرِ اسود کے سامنے اور کعبہ شریف کو دیکھ کر ہاتھ اٹھانا ثابت نہیں بلکہ منع ہے۔

طواف کرتے ہوئے صرف رکن یمانی اور حجر اسود کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ لگاتے تھے اور کسی جگہ کو ہاتھ نہ لگاتے تھے۔ طواف[۱] سواری پر بھی درست ہے۔

مقام ابراہیم پر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتے تھے[۲]۔ وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى ط اس مقام پر اور حطیم کے گھیرے کے اندر طواف کے بعد جب چاہیں نفل پڑھا کریں۔ بیت اللہ میں ہر وقت نماز نفل درست ہے۔

طواف کے بعد دو نفل مقام ابراہیم پر پڑھیں۔ پہلی رکعت میں قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ ط اور دوسری میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ پھر حجر اسود کا بوسہ دیں۔ پھر[۳] باب صفا سے حرم کے باہر نکلیں اور صفا کے اوپر کھڑے ہو کر یہ آیت پڑھیں۔

اِنَّ[۴] الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ	یعنی صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں۔

پھر تین بار پڑھیں:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ط لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ	یعنی نہیں ہے کوئی لائق اس کے کہ اس کی عبادت کی جائے بجز اللہ تعالیٰ کے جو اکیلا ہے کوئی اس کا شریک نہیں ہے اسی کی بادشاہی ہے اور اسی کے واسطے

---

۱ بخاری مسلم مشکوٰۃ صہ ۲۱۹
۲ ابوداؤد مشکوٰۃ صہ ۲۱۹۔
۳ بخاری مسلم مشکوٰۃ صہ ۲۱۹
۴ سورہ
۵ مسلم مشکوٰۃ صہ ۲۱۶
۶ سورہ بقرہ۔

وَحْدَهٗ وَ صَدَقَ وَعْدَهٗ وَ نَصَرَ عَبْدَهٗ وَھَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ۔ ط	سب تعریفیں ہیں اور وہی ہر چیز پر قادر ہے۔ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی لائق نہیں کہ اس کی عبادت کی جائے۔ سچا کیا اُس

نے وعدہ اپنا اور مدد کی اپنے بندے کی اور شکست دی تمام کافروں کے لشکروں کو اُس اکیلے نے (خندق کی لڑائی میں) اور جتنا چاہیں ہاتھ اٹھا کر دعا کریں۔

پھر مروہ کی طرف چلیں۔ صفا اور مروہ کے بیچ اخضرین[1] میلین کھڑے ہیں، ان کے درمیان دوڑ کر چلیں تیز نہ دوڑیں۔ عورتیں آہستہ آہستہ ہی چلیں۔ مروہ پر بھی ذرا ٹھہریں اور وہی[2] پڑھیں جو صفا و مروہ پر پڑھا تھا۔ یہ ایک پھیرا ہوا۔ اسی طرح پھیرے کریں اسی کو سعی کہتے ہیں۔ آخری پھیرا مروہ پر ختم ہوگا۔ سعی کرتے ہوئے صفا و مروہ کے درمیان میں یہ پڑھیں۔

رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَكْرَمُ ط	یعنی اے اللہ بخش دے اور رحم کر۔ تحقیق تو بڑائی والا اور عزت والا ہے۔

عمرے کے ارکان ختم ہوئے۔ اب احرام کے کپڑے اتار دیں۔ سر کے بال کتروائیں یا منڈوائیں۔ معمولی لباس پہن کر مکے میں رہیں اور جس قدر ہو سکے رات دن میں بیت اللہ کا طواف کیا کریں۔

اگر زیادہ درجے لینے منظور ہوں مکے سے تین کوس پر ایک جگہ ہے جس کو تنعیم اور مسجد عائشہ رضہ بھی کہتے ہیں۔ سوار ہو کر چاہے پیدل وہاں جا کر غسل کریں اور اسی طرح سے احرام باندھیں اور دو رکعتیں پڑھ کر پیدل یا سوار ہو کر لبیک پکارتے ہوئے خانہ خدا میں داخل ہوں اور اسی طرح نفلی طواف اور سعی بجا لادیں۔ یہ دوسرا عمرہ ہوگیا اور اللہ تعالیٰ جتنی توفیق دے کوتاہی نہ کریں۔

---

[1] مسلم مشکوٰۃ صـ ۲۱۶ [2] بخاری مسلم مشکوٰۃ صـ ۲۱۶۔

جنہوں نے احرام باندھنے سے پہلے قربانی نہ خریدی ہو وُہ اسی طرح پر حج کریں آنحضرت[1] صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قربانی تھی۔ اس لیے آپؐ عمرہ کر کے احرام نہ کھول سکے اور جن صحابہؓ کے ساتھ قربانی نہ تھی اُن کی حج کی نیت توڑ کر صرف عمرے کی نیت پر رہنے کا اور احرام کھول دینے کا حکم فرمایا۔ قیامت تک یہی حکم قائم رہے گا۔

جب[2] آٹھویں تاریخ ذوالحجہ کی ہو حج کی نیت سے احرام باندھیں اور کہیں۔ لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ بِالْحَجِّ ط پھر وہی لبیک جو شروع میں کہی گئی ہے۔ لَا شَرِيْكَ لَكَ[3] تک پکارتے ہوئے دن چڑھے صبح کے وقت منیٰ روانہ ہوں اور وہاں پانچ نمازیں ظہر، عصر، مغرب، عشاء، فجر اپنے اپنے وقت پر ادا کریں۔

نویں[4] تاریخ سورج نکلنے کے بعد منیٰ سے پیدل چاہے سوار عرفات کو روانہ ہوں۔ راستے میں تکبیریں اور وہی لبیک پکار پکار کر اکثر کہتے رہیں۔ زوال کے بعد خطبہ سُنیں جو عرفات میں جبلِ رحمت کے قریب ہوتا ہے۔ پھر[5] وہاں ظہر اور عصر، دو نمازیں اکٹھی، ایک اذان دو تکبیروں سے بغیر سُنتوں کے پڑھیں اور جہاں تک ہو سکے جبلِ رحمت کے قریب عرفات میں ٹھہریں ورنہ جہاں آسانی سے جگہ ملے عرفات میں، وہاں قیام کریں۔ کیونکہ عرفات کا سارا میدان ٹھہرنے کی جگہ ہے اور اپنے مالک کی جناب میں بہت عاجزی سے دُعا کریں۔ تکبیریں اور لبیک کہتے رہیں۔ تیسرے پہر کے قریب جب امام جبلِ رحمت پر خطبہ پڑھنے لگے تو کھڑے ہو کر سُننا چاہیئے اور لبیک کہتے رہیں۔

---

[1] بخاری مسلم مشکوٰۃ ص۲۱۵

[2] بخاری مسلم مشکوٰۃ ص۲۱۶

[3] بخاری، مسلم، مشکوٰۃ ص۲۱۶

[4] مسلم مشکوٰۃ ص۲۱۹

[5] بخاری مسلم مشکوٰۃ ص۲۱۷۔

عرفاتؔ میں داخل ہونا فرض ہے اور یہ حج کا ایک بڑا رکن ہے جس کا یہ رکن فوت ہوجائے گا اُس کا حج نہ ہوگا۔ؔ جو کوئی دسویں تاریخ ذی الحجہ کی رات کو صبح صادق ہونے سے پہلے عرفات میں داخل ہوجائے گا اس کا حج صحیح نہ ہوگا۔

جب آفتاب غروب ہوجائے۔ عرفات سے لبیک پکارتے ہوئے مزدلفہ میں آکر اُتریں اور مغربؔ وعشاء کی نمازیں ایک اذان اور دو تکبیروں کے ساتھ بغیر سُنت کے جمع کریں اور تمام رات مزدلفہ میں ذکرِ خیر کرتے رہیں یا سو رہیں۔

پھرؔ فجر کی نماز اوّل وقت اندھیرے میں پڑھ کر پیدل چاہے سواری پر روانہ ہوں اور مزدلفہ کی ایک چھوٹی پہاڑی کے پاس جمع ہوکر جس کو مشعر الحرام کہتے ہیں۔ تکبیریںؔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ط آخر تک پڑھیں۔

جبؔ روشنی ہوجائے سورج نکلنے سے پہلے کوچ کردیں۔ سواری کو دوڑائیں نہیں۔ اگر کشادہ جگہ ملے تو ذرا جلدی چلیں۔ اور جب میدانِ محسّر میں پہنچیں تو وہاں سواری جلدی دوڑا کر نکل جائیں کیونکہ یہ وہ جگہ ہے جہاں اصحابُ الفیل ہلاک ہوئے تھے۔ اگرؔ بال بچوں کو صبح ہونے سے پہلے منیٰ کی طرف روانہ کردیں تو جائز ہے۔

محسّرؔ سے نکل کر راستے میں سے کنکریاں اٹھالیں۔ کل کنکریاں اپنے پاس رکھیں اورؔ منیٰ کے بازار میں ہوکر سیدھے اس آخری منارے پر آئیں۔ جو کہ مکہ سے آتے وقت شروع میں ملتا ہے جس کو جمرۂ کبریٰ یا عقبیٰ کہتے ہیں۔ دسویں

لہ بخاری مسلم مشکوٰۃ صـ۲۱۸ ۲ لہ ترمذی، نسائی الرحمۃ المہلاۃ صـ۱۲۳ ۳ لہ مسلم مشکوٰۃ صـ۲۱۰
۴ لہ مسلم مشکوٰۃ صـ۲۱۰ ۵ لہ مسلم مشکوٰۃ صـ۲۱۷ ۶ لہ مسلم مشکوٰۃ صـ۲۱۷ ۷ لہ بخاری مسلم مشکوٰۃ صـ۲۲۲ ۸ لہ مسلم مشکوٰۃ صـ۲۱۷ ۹ لہ بخاری مسلم مشکوٰۃ صـ۲۱۰۔

تاریخ سورج نکلنے کے بعد سات[1] کنکریاں اس منارے پر پھینکیں اور لبیک موقوف کردیں۔

کنکریاں[2] پھینکتے وقت منیٰ کو داہنی طرف اور کعبے کو بائیں طرف کرنا چاہیے۔ اور ہر کنکری کے ساتھ سات تکبیریں کہیں۔ ہر کنکری پھینکتے وقت کہیں: اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ حَجًّا مَّبْرُوْرًا وَّ ذَنْبًا مَّغْفُوْرًا۔[3] اب[4] لبیک کہنا موقوف کردیں اور نماز کے بعد اور اکثر اوقات تکبیریں کہا کریں۔

اس دن[5] علاوہ حجر اسود اور جگہ کنکریاں نہ پھینکیں اور قربانی شروع کردیں۔ قربانی کے بعد مرد سر کو منڈوائیں یا کتروائیں[6] اور عورتیں[7] بھی تھوڑے سر کے بال کتروا ڈالیں اس کو حلال ہونا کہتے ہیں۔

اب[8] حاجی کو وہ چیزیں جو حرام کی گئی تھیں۔ سوائے عورت کے سب حلال ہوگئیں۔ احرام کے کپڑے اتار کر غسل کرکے اپنا معمولی لباس پہن لیں۔ پھر[9] بیت اللہ میں جاکر فرض طواف ادا کریں۔ اس طواف کو طوافِ زیارت، طوافِ اضافہ، طوافِ صدر بھی کہتے ہیں۔ یہ حج کا آخری رکن ہے۔

جب یہ طواف ہوگیا، حج کے کل ارکان پورے ہوگئے۔ بیوی بھی حلال ہوگئی۔ قران کے سوا اور حج کرنے والے سعی صفا و مروہ کریں۔ پھر[10] چاہِ زمزم کا پانی پئیں اور اسی دن منیٰ میں واپس آجائیں اور ظہر[11] کی نماز منیٰ میں آکر پڑھیں۔ منیٰ میں تین روز و شب رہنا شرط[12] ہے

---

[1] ترمذی مسلم مشکوٰۃ ص ۲۱۱ [2] بخاری مسلم مشکوٰۃ ص ۲۳۳ [3] بخاری مسلم مشکوٰۃ ص ۲۲۰ [4] بخاری مسلم مشکوٰۃ ص ۲۱۷ [5] بخاری مسلم مشکوٰۃ ص ۲۲۲۔ [6] ابوداؤد مشکوٰۃ ص ۲۱۷ [7] احمد نسائی مشکوٰۃ ص ۲۳۱ [8] مسلم مشکوٰۃ ص ۲۰۷ [9] مسلم مشکوٰۃ ص ۲۱۷ [10] مسلم مشکوٰۃ ص ۲۲۵ [11] بخاری مسلم مشکوٰۃ ص ۲۲۶ [12] بخاری مسلم مشکوٰۃ ص ۲۲۲۔

گیارھویں[1] تاریخ زوال کے بعد جمرۃ العقبہ کو سات کنکریاں ماریں۔ پھر ہٹ کر زمین کے برابر جتنی ہو سکے عاجزی و انکساری سے دُعا مانگیں۔ پھر دوسرے بیچ والے جمرے کو سات کنکریاں ماریں اور اسی طرح جو چاہیں دُعا کریں۔ پھر تیسرے جمرے کو کنکریاں ماریں اور وہاں[2] نہ ٹھہریں اور جہاں چاہیں ٹھہر جائیں۔

اسی طرح بارہویں تاریخ کو تینوں جمروں پر زوال کے بعد کنکریاں ماریں اور ہر کنکری کے بعد تکبیر کہیں۔

اسی[3] طرح تیرھویں تاریخ کو کنکریاں مار کر مکہ معظمہ میں آجائیں تو بہتر ہے اور اگر بارہویں ہی کو مار کر آجائیں گے تو کچھ ہرج نہیں۔ یہ بھی ثابت ہے۔ یعنی حتمی کنکریاں بارہویں تاریخ تک ماری جانی چاہییں تیرھویں تک ستر پوری کریں اختیار ہے۔ اگر ۱۲ ذی الحجہ کو مکہ واپس آنا ہے تو تیرہ کی بھی آج ہی مار دے۔

افعال:۔ منی کی عمدہ ترکیب یہی ہے جو اوپر لکھی گئی۔ حاجی اگر قربانی[5] سے پہلے سر منڈائے یا کنکریاں مارنے سے پہلے قربانی کرے یا شام ہونے کے بعد کنکریاں[6] مارے تو کچھ ہرج نہیں۔ آگے پیچھے جس طرح پر یاد آجائے عمل کرے کوئی ہرج نہیں اور کفارہ بھی لازم نہیں آتا۔ حاجیوں[7] پر حج میں نہ تو عید الاضحٰی کی نماز ہے اور نہ عید الاضحٰی کا خطبہ ہے۔ اور اگر[8] قربانی کا مقدور نہ ہو تو روزہ رکھ لیں دس دن تین روزے تو ساتویں، آٹھویں، نویں کو رکھیں اور باقی سات روزے مکہ میں آکر یا گھر کو لوٹنے کے بعد رکھ کر دس دن پورے کر دیں۔

حاجی جب تک چاہیں مکہ معظمہ میں رہیں۔ جب گھر جانے کا ارادہ

---

۱ بخاری مسلم مشکوٰۃ صد ۲۳۲ ۲ بخاری مسلم مشکوٰۃ صد ۲۲۶ ۳ موطا امام مالک مشکوٰۃ صد ۲۲۴ ۴ موطا مالک مع مصفٰے ا صد ۲۱۲ ۵ بخاری مسلم مشکوٰۃ صد ۲۲۵ ۶ بخاری مسلم مشکوٰۃ صد ۲۲۵ ۷ مسلم مشکوٰۃ صد ۲۱۷ ۸ بخاری مسلم مشکوٰۃ صد ۲۱۸۔

ہو یا مدینے شریف کی حاضری کا قصد ہو تو طواف آخری[1] ادا کریں۔ اس طواف کو طوافِ وداع کہتے ہیں۔ حیض والی عورتوں کو یہ طواف مُعاف ہے۔ اگر قافلے والے اپنے شہر واپس آرہے ہیں۔ اس طواف میں سعی کرنا ثابت نہیں ہے[2] اور نہ اس طواف میں دوڑنا ہے۔

یہ کیفیت تمتع حج کی بیان ہوئی۔ اور[3] اگر حج افراد کی نیت کریں تو شروع احرام باندھنے کی جگہ سے حج کا احرام باندھیں اور لَبَّیْکَ بِالْحَجِّ پکاریں۔ پھر مکہ شریف[4] میں داخل ہو کر طواف اور صفا و مروہ کی سعی سے فارغ ہوں۔ افراد والوں پر صرف ایک طواف اور ایک[5] سعی ضروری ہے۔ دوسرا طواف ضروری نہیں نہ اس پر قربانی ہے۔

حج قِران کی بالکل یہی صورت ہے جیسے حج افراد کی۔ صرف اتنا فرق نہیں ہے کہ افراد[6] والے کو قربانی ضروری نہیں اور قران والے کو احرام باندھنے کے موقع سے قربانی اپنے ساتھ[7] لانی چاہیئے۔ کیونکہ یہ رُکن لازمی ہے۔ اگر قربانی کا مقدور نہ ہو تو تمتع کی نیت کرلیں۔ حج قران میں عمرہ و حج دونوں کی نیت کریں۔ کیونکہ[8] قران میں عمرے کے سب کام داخل ہیں۔

اگر خود[9] حج کو نہ جائے تو قربانی کے جانور بیت اللہ کو بھیج دے۔ قربانی کے اونٹوں کے کوہان داہنی طرف سے چیرنا سنت ہے۔ اونٹوں کے گلے میں جوتیوں کے ہار اور بکرے وغیرہ کے یونہی رسی بٹ کر ہار ڈالنا بھی سُنّت ہے۔ جس جانور کے گلے میں ہار ڈالا جاتا ہے اس کو مُقَلَّدْ کہتے ہیں۔

---

[1] بخاری مشکوٰۃ ص۲۳۶ — [2] ابوداؤد مشکوٰۃ ص۲۳۷ — [3] بخاری مسلم مشکوٰۃ ص۲۱۵

[4] بخاری مسلم مشکوٰۃ ص۲۱۶ — [5] مسلم مشکوٰۃ ص۲۱۶ — [6] نووی جلد اول ص۲۸۶۔

[7] مسلم مشکوٰۃ ص۲۱۷ — [8] مسلم مشکوٰۃ ص۲۱۶ — [9] بخاری مسلم مشکوٰۃ ص۲۳۴

[10] مسلم مشکوٰۃ ص۲۳۳۔

آنحضرت[1] صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے فرمایا تھا جو کوئی تم میں سے راستہ میں تھک جائے وہ اپنے قربانی کے اونٹ پر سوار ہو جائے۔ عورتوں[2] کے واسطے حج جہاد ہے۔

اور[3] فرمایا کہ حج اور عمرہ کرنے والے خدا کے مہمان ہیں اور فرمایا[4]: حاجیوں سے ان کے گھر پہنچنے سے پہلے مغفرت کی دعا منگوایا کرو۔ کیوں کہ ان کے گناہ بخشے گئے ہیں اور اُن کی دعا مقبول ہے۔ حج کر کے آدمی[5] ایسا پاک ہو جاتا ہے، جیسے ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ اور فرمایا کہ ایک[6] عمرے سے دوسرے عمرے تک کفارہ ہے درمیانی گناہوں کا۔ جو شخص[7] رمضان میں عمرہ کرے اس کو حج کا ثواب ملتا ہے۔ نابالغ[8] بچوں کے حج کا ثواب اُن کے ماں باپ کو ملتا ہے۔

جو شخص[9] رمضان شریف میں بیت اللہ میں روزہ رکھے اور رات کو عبادت کرے تو لاکھ مہینوں کی عبادت اور روزوں کا ثواب ہوگا۔ رکن[10] یمانی کو ہاتھ لگانے اور حجرِ اسود کو بوسہ دینے سے گناہ دُور ہو جاتے ہیں۔ وہاں پر دُعا[11] کرنے سے ستر فرشتے 'آمین' کہتے ہیں۔ حجرِ اسود اُن[12] کے ایمان کی گواہی دے گا اور قیامت میں شفاعت کرے گا۔

حضرت[13] عمر رضی اللہ عنہ نے حجرِ اسود کو بوسہ دیتے وقت فرمایا کہ میں جانتا ہوں کہ تو پتھر ہے۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تجھ کو بوسہ نہ دیتے تو میں بھی بوسہ نہ دیتا۔ نہ تو نفع پہنچا سکتا ہے نہ ضرر پہنچا سکتا ہے۔

---

[1] مسلم مشکوٰۃ ص ۲۲۳ [2] بخاری مسلم مشکوٰۃ ص ۲۱۳ [3] بیہقی مشکوٰۃ ص ۲۱۷
[4] احمد مشکوٰۃ ص ۲۱۵ [5] بخاری مسلم مشکوٰۃ ص ۲۱۱ [6] بخاری مسلم مشکوٰۃ ص ۲۱۲
[7] بخاری مسلم مشکوٰۃ ص ۲۱۳ [8] مسلم مشکوٰۃ ص ۲۰۳ [9] الصدیق چھاپہ علوی۔
[10] ترمذی مشکوٰۃ ص ۲۱۹ [11] ابن ماجہ مشکوٰۃ ص ۲۱۹ [12] ترمذی دارمی مشکوٰۃ ص ۲۱۹ [13] بخاری مسلم مشکوٰۃ۔

ف مسلمانوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں نفع ہے۔ خواہ وہ کسی کام میں ہو، مشرکین ہر طرح سے محروم ہیں ان کو کسی بات میں نفع کی اُمید نہ رکھنی چاہیئے، مگر توبہ کے بعد ان کیلئے بھی اُمید ہو سکتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھنے کی حدیں[1] مقرر فرمائی ہیں۔ (۱) مدینے والوں کے لیے ذوالحلیفہ (۲) شام والوں کے لئے جحفہ (۳) نجد والوں کیلئے قرن منازل (۴) یمن اور ہم لوگوں کے لئے اور جو لوگ عدن سے جانتے ہیں یلملم اور جو لوگ ان حدوں پر سے گزریں ان کے واسطے بھی یہی حدیں ہیں اور جو لوگ ان میقاتوں کے اندر رہتے ہیں وہ اپنے اپنے گھروں سے احرام باندھ کر آئیں اور مکہ والے حج کا احرام مکہ سے اور عمرے کا احرام تنعیم سے باندھیں یا مکہ سے باندھ لیں جبھی عمرہ صحیح ہوگا۔

۳۔ حج کی دعائیں

روانگی کی دعا

مسافر کو روانہ ہوتے وقت دو رکعتیں پڑھنی چاہیئں اور یہ دُعا مانگنی چاہیئے۔

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ وَالْخَلِیْفَةُ فِی الْاَهْلِ۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ وَّعْثَاءِ السَّفَرِ وَكَاٰبَةِ الْمُنْقَلَبِ وَمِنَ الْحَوْرِ بَعْدَ	اے اللہ تو ہی رفیق سفر ہے اور ہمارے بعد گھر والوں کی خبر گیری کرنے والا۔ اے اللہ سفر کی تکلیفوں اور بُری طرح لوٹنے سے اور نفع کے بعد نقصان سے اور مظلوم کی بددعا سے اور

[1] بخاری مسلم مشکوٰۃ صہ ۲۱۳۔

اَلْكَوْرِ وَمِنْ دَعْوَةِ الْمَظْلُوْمِ وَمِنْ سُوْءِ الْمَنْظَرِ فِي الْاَهْلِ وَالْمَالِ (مسلم ترمذی)	اہل وعیال کی بری حالت دیکھنے سے میں تیری پناہ مانگتا ہوں۔

رخصت کی دعا

رخصت کرنے والے مسافر کو یہ دعا دیں۔

(۱) اَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ دِيْنَكَ وَاَمَانَتَكَ وَخَوَاتِيْمَ عَمَلِكَ (ابوداؤد ترمذی ونسائی)	تیرے دین تیری امانت یعنی اہل وعیال و مال وغیرہ اور تیرا انجام کار خدا کی حفاظت میں دیتا ہوں۔
(۲) زَوَّدَكَ اللّٰهُ التَّقْوٰى وَغَفَرَ ذَنْبَكَ وَيَسَّرَ لَكَ الْخَيْرَ حَيْثُ مَا كُنْتَ۔ (ترمذی ونسائی)	اللہ تعالیٰ تقوے کو تیرا زادِ راہ بنائے اور تیرے گناہ بخش دے اور تو کہیں بھی ہو تیرے لئے بھلائی آسان کر دے۔
(۳) زَوَّدَكَ اللّٰهُ التَّقْوٰى وَوَجَّهَكَ فِي الْخَيْرِ وَالْهَمَّ (الفوائد بحوالہ طبرانی کبیر)	اللہ تعالیٰ تقوے کو تیرا توشہ بنائے اور بھلائی کی طرف تیرا رخ کرے اور فکروں سے بچائے۔

رخصت کے بعد کی دعا

جب مسافر روانہ ہو جائے تو اس کے لئے یہ دعا کرنی چاہیئے۔

اَللّٰهُمَّ اطْوِ لَهُ الْبُعْدَ وَهَوِّنْ عَلَيْهِ السَّفَرَ (بخاری)	اے اللہ اس کے لئے بعد مسافت گھٹا دے اور اس پر سفر آسان کر دے۔

سواری کی دعا

سوار ہوتے وقت مسافر یہ پڑھے:

(۱) اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ سُبْحَانَ الَّذِىْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ○

اللہ بہت بڑا ہے اللہ بہت بڑا ہے اللہ بہت بڑا ہے۔ کیا ہی پاک ذات جس نے اس کو ہمارے لئے مسخر کردیا ورنہ ہم میں یہ طاقت کہاں تھی کہ اس کو بس میں کرلیتے۔

(۲) اَللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا سَفَرَنَا هٰذَا وَاطْوِ عَنَّا بُعْدَهٗ ط

اے اللہ ہم پر ہمارا یہ سفر آسان فرما اس کا بُعد مسافت گھٹا دے۔

(۳) اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِى السَّفَرِ وَالْخَلِيْفَةُ فِى الْاَهْلِ۔

اے اللہ تو ہی رفیق سفر ہے اور تو ہی گھر بار کی خبر گیری کرنے والا ہے۔

(۴) اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ وَّعْثَآءِ السَّفَرِ وَكَاٰبَةِ الْمَنْظَرِ وَسُوْٓءِ الْمَنْظَرِ فِى الْاَهْلِ وَالْمَالِ ط (نسائی)

اے اللہ میں سفر کی تکلیفوں سے اور برے منظر اور اہل وعیال اور مال کو بری حالت میں دیکھنے سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

کشتی یا جہاز پر سوار ہونیکی دعا

(۱) بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖهَا وَمُرْسٰهَا وَاِنَّ رَبِّىْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (سورۂ ہود)

اللہ کے نام سے اس کا چلنا اور ٹھہرنا ہے بیشک میرا پروردگار بخشنے والا مہربان ہے۔

(۲) رَبِّ اَنْزِلْنِىْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ○ (سورۂ المومنون)

اے میرے پروردگار مجھ کو مبارک جگہ اتارنا۔ تو ہی سب سے بہتر اتارنے والا ہے۔

آبادی کو دیکھکر پڑھنے کی دعا

(۱) اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ

اے اللہ ساتوں آسمانوں کے اور جوان کے

السَّبْعِ وَمَا اَظْلَلْنَ وَرَبُّ الْاَرَضِيْنَ السَّبْعِ وَمَا اَظْلَلْنَ وَرَبُّ الشَّيَاطِيْنِ وَمَا اَظْلَلْنَ وَرَبُّ الرِّيَاحِ وَمَا ذَرَيْنَ نَسْاَلُكَ خَيْرَ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ وَخَيْرَ اَهْلِهَا وَخَيْرَ مَا فِيْهَا وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا فِيْهَا۔

زیر سایہ ہے، اس کے پروردگار اور اے ساتوں زمینوں اور جو اُن کے اوپر ہے اس کے پروردگار اور اے شیطانوں کے اور جن کو انہوں نے بہکایا ہے۔ ان کے مالک، اور اے ہواؤں کے اور جس کو انہوں نے منتشر کیا، اس کے پروردگار ہم تجھ سے اس بستی میں جو بھلائی ہے وہ اور جو اس کے باشندوں میں بھلائی ہے اور جو کچھ اس کے اندر ہے اس میں جو بھلائی ہے طلب کرتے ہیں اور اس بستی کے شر سے، اس کے باشندوں کے شر سے اور جو کچھ اس میں ہے اس کے شر سے تیری پناہ مانگتے ہیں۔

(۲) اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهَا اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهَا۔ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهَا۔ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا جَنَاهَا وَحَبِّبْنَا اِلٰى اَهْلِهَا وَحَبِّبْ صَالِحِيْ اَهْلِهَا اِلَيْنَا۔

اے اللہ اس بستی میں ہمارے لئے خیر و برکت کر (تین دفعہ کہے) اے اللہ ہم کو اس کے میوے کھلا اور اس کے باشندوں کو ہماری محبت دے اور ہم کو یہاں کے نیک لوگوں کی محبت دے۔

(مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی اوسط)

قیام گاہ کی دُعا

اثنائے سفر میں جہاں پر قیام ہو وہاں یہ دُعا پڑھے:

اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ۔

(مسلم)

اللہ تعالیٰ نے جو کچھ پیدا کیا ہے اس کے شر سے اللہ کے پورے پورے کلموں کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں۔

صُبح کی دُعاء

سَمِعَ سَامِعٌ بِحَمْدِ اللّٰهِ وَحُسْنِ بَلَائِهِ عَلَيْنَا رَبَّنَا صَاحِبْنَا وَاَفْضِلْ عَلَيْنَا عَائِذًا بِاللّٰهِ مِنَ النَّارِ ؕ

(مسلم)

خدا کی تعریف اور اس کی جو نعمتیں ہم پر ہیں۔ اُن کا بیان سُننے والے نے سُن لیا، اے ہمارے رب ہماری رفاقت کر اور ہم پر فضل کر دوزخ سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔

شام کی دُعا

يَا اَرْضُ رَبِّيْ وَرَبُّكِ اللّٰهُ۔ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّكِ وَشَرِّ مَا فِيْكِ وَشَرِّ مَا خُلِقَ فِيْكِ وَشَرِّ مَا يَدِبُّ عَلَيْكِ وَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ اَسَدٍ وَّاَسْوَدَ وَمِنَ الْحَيَّةِ وَالْعَقْرَبِ ؕ وَمِنْ شَرِّ سَاكِنِي الْبَلَدِ وَمِنْ وَّالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ؕ

(ابوداؤد)

اے زمین میرا رب اور تیرا رب ایک ہی اللہ ہے تیرے شر سے اور جو کچھ تجھ میں ہے اس کے شر اور جو کچھ تیرے اندر پیدا کیا گیا ہے اس کے شر سے اور جو کچھ تجھ پر چلتا ہے اس کے شر سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اور شیر کالے ناگ اور سانپ بچھو کے شر سے اور اس سرزمین کے رہنے والوں کے شر سے اور ابلیس اور اُس کی اولاد سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔

احرام کی دُعا

احرام کی نیّت سے پہلے دو رکعت نفل پڑھے اور اس کے بعد اللہ کی حمد و ثنا اور تسبیح و تہلیل اور تکبیر کہے۔ پھر حج یا عمرہ دونوں کی نیّت کرے اور لبیک پڑھے۔

لبّیک

لبیک کے الفاظ ماثورہ یہ ہیں ۔

(۱) لَبَّيْكَ ۔ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ ۔ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ ۔ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالشُّكْرَ لَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ ۔

(صحاح ستہ)

میں حاضر ہوں اے اللہ میں حاضر ہوں حاضر ہوں ۔ تیرا کوئی شریک نہیں میں حاضر ہوں ۔ بے شک تعریف تیرے ہی لئے ہے اور نعمتیں تیری دی ہوئی ہیں اور شکر تیرا ہی ادا کرنا چاہیے ۔ تیرا کوئی شریک نہیں

(۲) لَبَّيْكَ ۔ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ ۔ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ ۔

(صحیحین)

میں حاضر ہوں اللہ میں حاضر ہوں میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں ہے ۔ میں حاضر ہوں بے شک تعریف تیرے ہی لئے ہے اور نعمتیں تیری ہی ہیں ۔ اور ملک بھی تیرا ہی ہے تیرا کوئی شریک نہیں ۔

(۳) لَبَّيْكَ اِلٰهَ الْحَقِّ لَبَّيْكَ ط

میں حاضر ہوں اے معبود برحق میں حاضر ہوں ۔

تنبیہ : حالتِ احرام میں لبیک بار بار پڑھتا رہے اور تکبیر و تہلیل بھی کرتا رہے ۔

حدِّ حرم میں داخلے کی دعا

اَللّٰهُمَّ هٰذَا حَرَمُكَ وَاَمْنُكَ فَحَرِّمْ لَحْمِيْ وَدَمِيْ وَبَشَرِيْ عَلَى النَّارِ وَاٰمِنِّيْ

اے اللہ یہ تیرا حرم ہے اور امن کی جگہ ہے ۔ پس حرام کردے میرا گوشت اور کھال آگ دوزخ پر اور امن

عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ وَاجْعَلْنِي مِنْ اَوْلِيَائِكَ وَاَهْلِ طَاعَتِكَ

ہیں رکھ مجھ کو اپنے عذاب سے جس دن اپنے بندوں کو اٹھائیگا اور کر دے مجھ کو اپنے دوستوں اور فرمانبرداروں میں۔

شہر مکّہ میں داخل ہونیکی دُعا

اس کے لئے کوئی خاص دُعائے ماثورہ نہیں ہے البتّہ جو دُعائیں عام شہروں میں داخل ہوتے وقت پڑھنی آئی ہیں جن کا ذکر اوپر گذر چکا ہے وہ پڑھ لے۔

حرم شریف میں داخل ہونیکی دُعا

اس کے لئے بھی کوئی خاص دُعائے ماثورہ نہیں۔ البتّہ عام مسجدوں میں داخل ہوتے وقت جو دُعائیں آئی ہیں، وہ پڑھنی چاہئیں وہ یہ ہیں:

(۱) اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِي اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ (مسلم)

اے اللہ میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔

(۲) بِسْمِ اللّٰهِ وَالصَّلٰوةُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ط

اللہ کا نام لے کر داخل ہوتا ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتا ہوں۔

(۳) رَبِّ اغْفِرْ لِي ذُنُوْبِي وَافْتَحْ لِي اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ ط۔ (ترمذی و مسند احمد)

اے اللہ میرے گناہ بخش دے اور اپنی رحمت کے دروازے میرے لئے کھول دے۔

طواف کی دُعائیں

(۱) حجرِ اسود کے پاس اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہنا چاہیئے (بخاری شریف)

(۲) رکن یمانی کے پاس یہ دُعا پڑھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِی الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۔ (ابن ماجہ ومسند احمد)

اللہ کا نام لے کر اے اللہ میں تجھ سے دنیا و آخرت میں معافی اور عافیت یعنی ہر چیز سے بچاؤ کو طلب کرتا ہوں۔

(۳) رکنِ یمانی اور حجرِ اسود کے درمیان یہ دُعا پڑھے۔

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۔ (ابو داؤد مستدرک حاکم)

اے ہمارے پروردگار ہم کو دُنیا میں بھی بھلائی اور آخرت میں بھی بھلائی عطا کر اور ہم کو آگ کے عذاب سے بچا۔

(۴) طواف میں یہ دُعائیں بھی ماثور ہیں :

(ا) سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ۔ (ابن ماجہ)

اللہ کی ذات پاک ہے اور تعریف اللہ ہی کے لئے اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور اللہ بہت بڑا ہے اور اللہ کی مدد کے بغیر ہم میں کسی کام کی طاقت نہیں۔

(ب) اَللّٰهُمَّ قَنِّعْنِیْ بِمَا رَزَقْتَنِیْ وَبَارِكْ لِیْ فِيْهِ وَاخْلُفْ عَلٰی كُلِّ غَائِبَةٍ لِّیْ بِخَيْرٍ ۔ (مستدرک)

اے اللہ! تو نے جو کچھ مجھ کو دیا ہے اس پر مجھ کو قناعت عطا کر اور میرے لئے اس میں برکت عنایت کر اور میری جو چیزیں اس وقت میرے پاس نہیں ہیں ان کی اچھی طرح خبر گیری فرما۔

نوٹ : طواف میں ان کے علاوہ اور کوئی خاص دُعا صحیح سند سے مروی نہیں ہے۔ لہٰذا قرآن و حدیث کی عام دعاؤں میں سے جو جی چاہے پڑھے۔

❊

طواف کی دو رکعتیں

طواف کی رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے بعد پہلی رکعت میں سورۂ قُلْ یٰٓاَیُّھَا الْکَافِرُوْنَ ط اور دوسری رکعت میں سورۂ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ط پڑھنی مسنون ہیں۔

ملتزم

ملتزم میں دعا مانگنی مسنون ہے (مسلم) مگر اس کے لئے کوئی خاص دعا وارد نہیں ہے۔

مقامِ ابراھیمؑ

مقام ابراہیم کے پاس یہ آیت تلاوت کر کے طواف کی دو رکعتیں پڑھنی مسنون ہیں۔ (ابوداؤد مسلم)

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاھِیْمَ مُصَلًّی۔ (سورۂ بقرہ)

اور جس مقام پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کھڑے ہوئے تھے اس کو نماز کی جگہ بنالو۔

زمزم پینے کی دعاء

اس کے لئے کوئی دعا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تو ثابت نہیں ہے مگر صحابی جلیل القدر حضرت عبداللہ ابنِ عباسؓ زمزم پینے کے بعد یہ دعا پڑھتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ عِلْمًا نَافِعًا وَّرِزْقًا وَّاسِعًا

اے اللہ میں تجھ سے فائدہ مند علم اور کشادہ رزق وہر بیماری سے

وَشِفَاءً لِّكُلِّ دَاءٍ ؕ	شفا مانگتا ہوں (مستدرک حاکم)

اندرونِ کعبہ

کعبے کے اندر دو رکعتیں پڑھنی، دُعا مانگنی، توبہ و استغفار کرنی، ہر کونے میں تکبیر و تہلیل و تسبیح و حمد و ثنا کرنی مسنون ہے۔ (بخاری)

حطیم

حطیم کعبے کا ٹکڑا ہے اور وہاں پر نماز پڑھنی مسنون ہے (بخاری)

حرم سے نکلنے کی دُعا

اس کے لئے کوئی خاص دُعا نہیں آئی۔ جو دُعائیں کہ عام مسجدوں سے نکلتے وقت آئی ہیں وہ پڑھنی چاہئیں۔ وہ یہ ہیں:

(۱) اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ ؕ (مسلم)	اے اللہ میں تجھ سے تیرا فضل چاہتا ہوں۔
(۲) بِسْمِ اللّٰهِ وَالصَّلٰوةُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ؕ رَبِّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ فَضْلِكَ ؕ (ترمذی و مسند احمد)	اللہ کا نام لے کر نکلتا ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتا ہوں۔ اے میرے پروردگار میرے گناہ معاف کر اور میرے لئے اپنے فضل کے دروازے کھول دے۔

سعی کی دُعا

سعی شروع کرتے وقت یہ دُعا پڑھے:

(۱) اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ	بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں

مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ ۚ اَبْدَأُ بِمَا بَدَأَ اللّٰهُ بِهٖ ؕ

میں سے ہیں جس چیز کو اللہ نے پہلے ذکر کیا ہے میں بھی اسی سے شروع کرتا ہوں۔

(۲) صفا اور مروہ پر ہر پھیرے میں قبلہ رو کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا تسبیح و تہلیل کرنی اور دعا مانگنی مسنون ہے۔ اس کی ترکیب یہ ہے کہ پہلے تین بار اللہ اکبر کہے۔ پھر یہ پڑھے۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ اَنْجَزَ وَعْدَهٗ وَ نَصَرَ عَبْدَهٗ وَ هَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ ؕ

(مسلم)

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے کوئی اس کا شریک نہیں ملک اسی کا ہے اور تعریف اسی کے لئے ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ اکیلا ہے اس نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنے بندے (محمد) کی مدد کی اور تنہا سب لشکروں کو شکست دی۔

پھر جو جی چاہے دُعا مانگے۔ اسی طرح تین بار کرے۔

(۳) صفا اور مروہ کے درمیان کوئی خاص دُعاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وارد نہیں ہے۔ البتہ بعض صحابۂ کرامؓ مثل حضرت علیؓ و حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے یہ دُعا منقول ہے۔

رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَ اَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَكْرَمُ ؕ

اے اللہ! بخش دے اور رحم فرما تو ہی سب سے زیادہ عزت والا اور سب سے زیادہ بزرگ و برتر ہے۔

(نزول الابرار بحوالہ مصنف ابن ابی شیبۃ)

اس کے علاوہ قرآن کریم اور حدیث شریف کی دعاؤں میں سے جو جی چاہے پڑھے۔

✿

ایام عشرہ

پہلی ذی الحجہ سے دسویں ذی الحجہ تک کے درمیان ایام عشرہ کہلاتے ہیں۔ ان میں عبادت الٰہی اور نیک کام کرنے کا بہت بڑا ثواب ہے۔ ان دنوں میں سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ بہت کثرت سے پڑھنا چاہیئے۔ (بخاری)

منیٰ سے عرفات جاتے وقت

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منیٰ سے عرفات کو روانہ ہوئے تو ہم میں سے کوئی تو لبیک پڑھ رہا تھا اور کوئی اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ رہا تھا۔

عرفات کی دعائیں اور ان کے

پڑھنے کی ترکیب

عرفات میں جہاں کہیں جگہ ملے وہی جگہ کافی ہے مگر بڑے بڑے کالے پتھروں کے پاس کھڑا ہونا بہتر ہے۔ یہاں رُو بہ قبلہ کھڑا ہونا بہتر ہے۔ کھڑے ہو کر سینے تک ہاتھ اٹھا کر یوں دعا شروع کریں۔

پہلے سَو بار لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ؕ

پھر سَو بار قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ الخ پھر سَو بار اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ وَّعَلَيْنَا مَعَهُمْ ؕ

اس کے بعد جو چاہیں اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں، گناہوں سے استغفار

کریں۔ قیامت کی ہولناکیوں اور غضبِ الٰہی سے پناہ مانگیں۔ دُعاؤں میں تک بندی مناسب نہیں۔ اپنی اپنی زبان کے سیدھے سادے لفظوں میں چپکے چپکے دُعا مانگیں۔ حج کا اصل مدعا گویا یہی کام ہیں۔ اس لئے جس قدر ممکن ہو خشوع و خضوع سے دربارِ الٰہی میں اپنی حاجتیں پیش کریں۔

عرفات میں اور بھی دعائیں پڑھنے کی ہیں جن کا ذکر حدیث شریف میں آیا ہے اُن میں سے بعض لکھی جاتی ہیں :۔

(۱) اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ حَجًّا مَّبْرُوْرًا وَّ ذَنْبًا مَّغْفُوْرًا ؕ

(۲) لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ اِنَّمَا الْخَيْرُ خَيْرُ الْاٰخِرَةِ رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ؕ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ ؕ

(۳) رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا۔ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ؕ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا قف اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ (اٰمین) رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ؕ رَبَّنَا اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ؕ رَبَّنَا اِنَّنَا اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ؕ

(۴) رَبِّ اَعُوْذُبِكَ اَنْ اَسْئَلَكَ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ وَاِنْ لَّا تَغْفِرْ لِيْ وَتَرْحَمْنِيْ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ؕ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّ اَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ؕ

اَنْتَ رَبِّیْ لَسَمِیْعُ الدُّعَآءِ ۝ رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ۝ رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ ۝ رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً وَّ ھَیِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ۝

اگر مرد عورت ایسے ان پڑھ ہوں کہ اس جگہ کوئی مسنون دعا یاد نہ ہو تو انکا صرف رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ پڑھتے رہیں کیونکہ یہ سب دعا میں شامل ہے۔

بہتر تو یہی ہے کہ زوال سے قبل پاخانہ وپیشاب کھانے اور دیگر ضروریات وغیرہ سے فارغ ہونا چاہیئے اور عرفات میں جانے کے بعد پھر وہاں کی کسی حالت پر نظر، دکان ومجمع کی رونق کی طرف کچھ توجہ نہ کرنی چاہیئے بلکہ اپنی دعاؤں میں اللہ تعالیٰ سے دل لگانا چاہیئے۔

ہاں پاخانہ پیشاب کرنا اور پانی لینا یا کسی کام کے لئے ضرورتاً آنا جانا درست ہے۔

عرفات میں مرد کو کھڑا رہنا چاہیئے۔ بحالتِ عذر یا تھک جائے تو پھر بیٹھنا بھی درست ہے۔

عورت حائضہ حالت حیض ونفاس میں ہی عرفات کے اندر جائے اور بطریقِ مذکور دعا کرے۔ قرآن شریف اور دینی کتابوں کو ہاتھ نہ لگائے۔ حفظ پڑھتی رہے یا بغیر ہاتھ لگائے دیکھ کر پڑھے تو بھی درست ہے۔ جبل رحمت پر چڑھنا، اس کے رقبے کے اندر جانا اور وہاں نماز پڑھنا اور اس کا طواف کرنا بدعت ہے۔

عرفات سے مزدلفہ کو روانگی

سورج کامل غروب ہونے کے بعد عرفات سے بغیر نماز مغرب پڑھے

مزدلفہ کو چلیں۔ سورج غروب ہونے سے پہلے کوچ کرنا درست نہیں ہے۔
راستے میں لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اور لبیک کہتے اور دعا کرتے ہوئے سہولت کے ساتھ چلیں کسی کو دھکا نہ دیں اور ایذا نہ پہنچائیں۔

مُزدلفہ

مزدلفہ میں ذکرِ الٰہی کرنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

فَإِذَا أَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِندَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَاذْكُرُوهُ كَمَا هَدَاكُمْ وَإِن كُنتُم مِّن قَبْلِهِ لَمِنَ الضَّالِّينَ ۝ (سورۂ بقر)	اور جب تم عرفات سے واپس ہو تو مشعرِ الحرام کے پاس (یعنی مزدلفہ میں) اللہ کا ذکر کرو اور اس طرح ذکر کرو جس طرح تم کو سکھایا ہے اور اس سے پیشتر تم لوگ گمراہوں میں تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات کو تو مغرب و عشاء کی نماز پڑھ کر سو گئے تھے مگر صبح کے بعد سے اچھی طرح سے روشنی ہونے تک قبلہ رو کھڑے ہو کر حمد اور ثنا اور تکبیر و تہلیل اور دعا فرماتے رہتے تھے (مسلم)

رمیِ جمار کی دعا

ہر کنکری کے ساتھ یا اس کے بعد (دونوں روایتیں ہیں) اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہنا چاہیئے۔
رمی جمار سے فارغ ہو کر یہ دعا پڑھنی چاہیئے۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ حَجًّا مَّبْرُوْرًا وَّذَنْبًا مَّغْفُوْرًا ۝	اے اللہ ہمارے حج کو مقبول کر اور ہمارے گناہ معاف فرما (مسلم)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رمی جمار کے بعد جمرۂ اولیٰ اور جمرۂ وسطےٰ کے پاس قبلہ رو کھڑے ہو کر ہاتھ اٹھا کر دیر تک دعا مانگی تھی مگر جمرۂ عقبیٰ کے

پاس نہیں ٹھہرے تھے۔ (بخاری و مسلم)

قربانی کی دعاء

ذبح کرتے وقت یہ دعا پڑھے۔

بِسْمِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ ط (مسلم)	شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے اللہ بہت بڑا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا پڑھی تھی:

اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُّحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَّمِنْ اُمَّۃِ مُحَمَّدٍ ط	اے اللہ! محمد اور آلِ محمد اور امتِ محمد کی طرف سے قبول فرما۔

لہٰذا قبولیت کی دعا مانگنی بھی مسنون ہے اور جس کی طرف سے قربانی ہے اس کا ذکر کرنا بھی۔

ایامِ تشریق

ایامِ تشریق کی بابت اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَاذْکُرُوا اللّٰہَ فِیْٓ اَیَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ط	ان چند دنوں کے اندر اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے رہو۔

حدیث شریف میں آیا ہے:

اَیَّامُ التَّشْرِیْقِ اَیَّامُ اَکْلٍ وَّشُرْبٍ وَّذِکْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی۔	یعنی ایامِ تشریق کھانے پینے اور اللہ کو یاد کرنے کے دن ہیں۔ (مسلم)

لہٰذا ان دنوں میں ذکرِ الٰہی کرنا چاہیئے اور خوب کھانا پینا چاہیئے روزہ نہ رکھنا چاہیئے۔

زیارت مسجد نبوی و قبر مصطفوی ؐ

مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سفر کرنا مسنون ہے اور وہاں پہنچ کر قبر مبارک صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرنی باعثِ ثواب ہے۔ مدینہ کی آبادی کو دیکھ کر وہی دعا پڑھنی چاہیئے جو مکہ کے داخلہ کے وقت پڑھی تھی۔

نیز یہ دعا بھی مسنون ہے۔

آئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ ۔ (مسلم)

ہم لوٹ کر آنے والے توبہ کرنے والے عبادت کرنے والے اپنے رب کی تعریف کرنے والے ہیں۔

مسجد نبویؐ میں داخل ہوتے وقت وہی دعا پڑھے جو عام مسجدوں کے لئے آئی ہے اور جو کہ حرم شریف مکہ کے داخلے کے بیان میں لکھی گئی ہے اور دو رکعت تَحِیَّۃُ الْمَسْجِدِ پڑھے۔ مسجد نبوی سے نکلتے وقت وہی دعا پڑھے جو عام مسجدوں کے لئے آئی ہے (یہ بھی گذر چکی ہے) مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بلا ناغہ چالیس نمازیں پڑھنے والا دوزخ و عذاب و نفاق سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ (مسند احمد)

قبر مبارک کی زیارت کے وقت سلام اور درود پڑھے۔ سلام کے بہترین الفاظ وہی ہیں جو ہم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں پڑھنے کے لئے سکھائے ہیں یعنی

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُہٗ

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تم پر سلام اور اللہ کی رحمت اور برکتیں ہوں۔

اور درود کا بہترین طریقہ یہ ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی

اے اللہ محمد اور آلِ محمدؐ پر

مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰٓى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۔	رحمت نازل فرما جیسے کہ ابراہیمؑ اور آلِ ابراہیمؑ پر نازل فرمائی ہے۔ بے شک تو قابلِ تعریف اور بزرگ ہے۔
اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰٓى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۔	اے اللہ! محمد اور آلِ محمد پر برکت نازل فرما جیسے ابراہیمؑ اور آلِ ابراہیم پر نازل فرمائی۔ بے شک تو قابل تعریف اور بزرگ ہے۔

اس کے علاوہ احادیث صحیحہ میں اور جو صیغے درود شریف کے آئے ہیں وہ پڑھ سکتا ہے۔

شیخین، جلیلین (حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما) کے مزار مبارک اور جنت البقیع یا دیگر قبروں کی زیارت کے وقت وہ دعائیں پڑھنی چاہئیں جو زیارتِ قبور کے لئے احادیث صحیحہ میں وارد ہیں۔ ان میں سے ایک دعا یہ ہے۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُسْلِمِيْنَ وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ ونَسْاَلُ اللّٰهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ (مسلم)	اے مومنین و مسلمین اہلِ قبور پر سلام ہم بھی انشاء اللہ تعالےٰ تم سے ملنے والے ہیں۔ ہم اپنے اور تمہارے واسطے اللہ تعالےٰ سے عافیت مانگتے ہیں۔

خاص اہلِ بقیع کے لئے یہ دُعا پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاَهْلِ بَقِيْعِ الْغَرْقَدِ (مسلم)	اے اللہ! اہلِ بقیع کو بخش دے۔

مسجد قباء۔ مسجد قبا میں جاکر دو رکعتیں پڑھنے کا ثواب عمرہ کے برابر ہے (ترمذی ونسائی) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر ہفتہ کے دن تشریف لے جایا کرتے تھے (بخاری) مگر اس کے لئے کوئی خاص دعا وارد نہیں ہوئی ہے۔

مسجد فتح: میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین روز متواتر دعا مانگی تھی اور تیسرے روز قبول ہوئی تھی۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بھی وہاں جاکر دعا مانگتے تھے۔ (مسند احمد)

سفر سے واپسی کی دعاء

جب اپنے وطن کو واپس ہو تو راستے میں یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَہٗ مُقْرِنِیْنَ ۝ وَاِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ۝

اللہ بہت بڑا ہے۔ اللہ بہت بڑا ہے اللہ بہت بڑا ہے۔ کیا پاک ذات ہے جس نے اس سواری کو ہمارے لئے مسخر کردیا ہے۔ ورنہ ہم ہیں قابو میں لانے کی طاقت نہ تھی اور بے شک ہم رب کی طرف جانے والے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ ھَوِّنْ عَلَیْنَا سَفَرَنَا ھٰذَا وَاطْوِلَنَا بُعْدَہٗ۔

اے اللہ اس سفر کو ہم پر آسان کر اور اس کی دوری کو نزدیک فرما۔

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ وَالْخَلِیْفَۃُ فِی الْاَھْلِ۔

اے اللہ تو ہی رفیق ہے اور ہمارے بعد ہمارے گھر والوں کی خبر گیری کرنے والا ہے

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَکَاٰبَۃِ الْمُنْظَرِ وَسُوْءِ الْمُنْقَلَبِ فِی الْمَالِ وَالْاَھْلِ اٰئِبُوْنَ

اے اللہ میں سفر کی تکلیف اور برے حال اور مال اور اہل وعیال کی بری حالت سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ ہم لوٹنے والے توبہ کرنے والے عبادت

تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ ۝
(مسلم)

کرنے والے اپنے رب کی تعریف کرنے والے ہیں۔

اور جب کوئی نشیب یا سخت زمین آئے تو یہ دعا پڑھے۔

(۱) اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ
(بخاری و مسلم)

اللہ بہت بڑا ہے۔ اللہ بہت بڑا ہے اللہ بہت بڑا ہے۔ اللہ کے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں ہے ملک اسی کا ہے اور تعریف اسی کے لئے ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

(۲) آئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ ۝ صَدَقَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ ۝
(بخاری و مسلم)

ہم لوٹ کر آئے ہیں توبہ کرنے والے عبادت کرنے والے سجدہ کرنیوالے اپنے رب کی تعریف کرنیوالے ہیں۔ اللہ نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنے بندے محمدؐ کی مدد فرمائی اور کافروں کے گروہ کو اکیلے شکست دی۔

اپنا شہر دیکھ کر

جب اپنا شہر نظر آئے تو یہ دعا پڑھے:

آئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ ۝

ہم لوٹ کر آئے ہیں اللہ کے آگے توبہ کرتے ہیں۔ اپنے رب کی تعریف کرنیوالے ہیں۔

اپنے شہر میں داخل ہو کر

جب اپنے شہر میں داخل ہو تو مسجد میں جا کر دو رکعتیں پڑھے۔ (مسند احمد و مستدرک حاکم)

اپنے گھر میں داخل ہو کر

جب اپنے گھر میں داخل ہو تو یہ دعا پڑھے:

اَوْبًا اَوْبًا لِرَبِّنَا تَوْبًا لَا يُغَادِرُ عَلَيْنَا حَوْبًا۔
(مجمع الزوائد بحوالہ طبرانی کبیر و اوسط)

ہم لوٹ کر آئے ہیں اللہ کے آگے توبہ کرتے ہیں وہ ہمارے سب گناہ معاف فرمائے گا۔
(آمین)

حاجی کے استقبال کی دعا

حاجی سے جو لوگ ملنے آئیں وہ اسے یہ دعا دیں:

قَبِلَ اللّٰهُ حَجَّكَ وَغَفَرَ ذَنْبَكَ وَاَخْلَفَ نَفَقَتَكَ ط
(مستدرک حاکم)

اللہ تیرا حج قبول کرے اور تیرے گناہ بخش دے وہ تیرے خرچ کا نعم البدل عطا فرمائے۔

حاجی کا جواب

حاجی ان سے کیا کہے؟ یہ کسی حدیث میں میری نظر سے نہیں گذرا۔ مگر حدیث شریف میں آیا ہے کہ حاجی جس کے لئے مغفرت مانگے وہ بخشا جاتا ہے۔ (مستدرک حاکم) اس لئے حاجی ان کے لئے دعائے مغفرت وغیرہ دل لگا کر کرے۔

اختتامِ سفر کی دعا

جب سفر ختم ہو جائے تو یہ دعا پڑھنی چاہیئے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ بِعِزَّتِهٖ وَجَلَالِهٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ۔
(مستدرک حاکم)

اللہ کا شکر ہے جس کی عزت و جلال کی بدولت اچھے کام سر انجام پاتے ہیں۔

۴۔ فضائلِ مدینہ

اس شہر کا نام زمانۂ جاہلیت میں یثرب تھا۔ زمانۂ اسلام میں اس کا نام مدینہ رکھا گیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے مکہ میں ہر قسم کی برکت عطا فرمائی۔ حضور کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے مدینہ طیبہ میں برکت عطا فرمائی۔ جس طرح سے مکہ معظمہ کے جنگلات وغیرہ حرم ہیں اسی طرح سے مدینہ منورہ اور اس کے اردگرد کی زمین حرم ہے۔ مدینے اور اس کے جنگلات وغیرہ میں شکار کرنا درست نہیں ہے۔ نہ وہاں کے درخت و گھاس وغیرہ کو کاٹنا جائز ہے۔ جو شخص مدینہ منورہ کے درختوں وغیرہ کو کاٹتے ہوئے پکڑا جائے اُس کے کپڑے وغیرہ چھین لینا چاہیئے۔

صحیح بخاری شریف میں ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس شخص نے مدینے میں کوئی بدعت نکالی یا کسی بدعتی کو اپنے مکان میں جگہ دی اس پر اللہ تعالیٰ کی اور فرشتوں کی اور کل انسانوں کی طرف سے لعنت پڑے۔ ایسے شخص کی نہ عبادتِ نفل قبول ہوتی ہے نہ عبادت فرض۔ ایک حدیث میں ہے جو مومن مدینے کی محبت سے وہاں کی تکلیفوں کو برداشت کرلے۔ میں قیامت کے روز اس کے حق میں سفارش کروں گا اور اس کے نیک ہونے کی شہادت دوں گا۔

صحیح بخاری و مسلم میں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ کانے دجال کا جس وقت ظہور ہوگا تمام دنیا میں وہ غالب آکر لوگوں کو طرح طرح کی تکالیف دے گا مگر مکہ و مدینہ میں وہ داخل نہ ہو سکے گا۔ مدینہ طیبہ کے اردگرد شہر پناہ ہوگی اور اس کے سات دروازے ہوں گے ہر دروازے پر اللہ کے فرشتے پہرہ لگائے ہوں گے۔ مدینہ طیبہ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد مبارک ہے اس کو مسجدِ نبوی کہتے ہیں۔ اس مسجد کی نیت سے ادھر کا سفر کرنا باعث اجر ہے۔ مسجدِ نبوی میں ایک رکعت کا ثواب پچاس ہزار رکعتوں کے برابر ہے۔ اسی کے متصل حضور

کی قبرِ مبارک ہے۔ قبر کے پاس کثرت سے آپ پر درود شریف پڑھنا چاہیئے۔ آپ کے ہمراہ آپ کے دو یار حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ مدفون ہیں ان دونوں کے حق میں خوب دعا کرنی چاہیئے۔ قبر کی دیواروں یا جالیوں وغیرہ کا چھونا یا بوسہ لینا ناجائز ہے۔ قبرِ مبارک کی پوجا نہ کی جائے حضورؐ نے اپنی آخری عمر میں اللہ سے دعا کی ہے:

اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِیْ عِیْدًا اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِیْ وَثَنًا

یا اللہ میری قبر پر نہ کبھی میلہ لگے نہ اس کی پوجا پاٹ کی جائے۔

صاحبِ استطاعت پر ایک دفعہ عمر بھر میں حج کرنا فرض ہے۔ جو شخص باوجود مستطیع ہونے کے حج نہ کرے گا اور بغیر حج کے مرے گا اس کی موت یہود و نصاریٰ کی طرح ہوگی۔ ہاں مدینہ جانا فرض نہیں ہے۔ مسجد نبویؐ کی نیت سے مدینے جانا صرف سنت ہے۔ ہر سنت کی پیروی کرنا مومن کا شیوہ ہے۔ ایماندار کی موت مکہ شریف یا مدینہ شریف میں باعث سعادت و مغفرت ہے۔

ایک حدیث میں ہے حضورؐ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن سب سے پہلے میں اپنی قبر سے اٹھوں گا۔ اس کے بعد مدینہ شریف کے مومن اپنی قبروں سے اٹھیں گے۔ پھر مکہ والے اپنی قبروں سے نکل کر مدینہ کی طرف آئیں گے پھر ہم سب مل کر میدانِ محشر میں آئیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو بیت اللہ کے حج کی سعادت اور مدینہ منورہ کی زیارت سے مشرف فرمادے اور خاتمہ بالخیر نصیب فرمائے۔

اسلامی مہینے

اور اُن کے فضائل و احکام

۱۔ محرّم

حدیث شریف میں ہے۔ افضل روزہ بعد رمضان محترم کے مہینے کا روزہ ہے۔ اور افضل نماز بعد نماز فرض کے نماز تہجد ہے (مسلم) ایک روایت میں ہے محرّم میں روزہ رکھو۔ اللہ تعالیٰ نے قوم گذشتہ کے گناہ اس مہینے میں بخشے ہیں اور آئندہ بھی اللہ تعالیٰ اکثر قوموں پر رجوع ہوگا اور انکے گناہ بخشے گا۔ (مسند احمد ترمذی)

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو جس کی تعداد چھ لاکھ تھی۔ اسی متبرک مہینے کی دسویں تاریخ کو فرعونِ لعین کی غلامی سے نجات ملی تھی اور فرعون اور اس کی لکھوکھا فوج دریائے مصر میں اسی روز غرق کر کے صفحۂ ہستی سے مٹادی گئی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس روز شکریۃً روزہ رکھا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اقتداء میں روزہ رکھیں گے۔ (بخاری) چنانچہ آپ اور صحابۂ کرام رضہ دسویں محرم کو برابر روزہ رکھا کرتے تھے۔ (بخاری) ایک روایت میں ہے کہ ۹ محرم کا بھی روزہ رکھو اور دسؔ کا بھی تاکہ یہودیوں کے خلاف ہوجائے۔

دسویں محرم کے روزے کو عاشورہ کا روزہ کہتے ہیں۔ اس روزہ کا اسقدر ثواب ہے کہ اس کی وجہ سے ایک سال کے گناہ معاف کئے جاتے ہیں۔

افسوس اس زمانے کے نام کے مسلمان اس متبرک مہینے میں رسم تعزیہ داری کرتے ہیں جو کہ سراسر شرک اور بت پرستی ہے۔ تعزیے کا ثبوت نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں اور نہ امامانِ دین نے اس کے متعلق فتوے دیا ہے۔ یہ صریح بت پرستی ہے اللہ تعالےٰ نے ان نام کے مسلمانوں کو نیک سمجھ دے۔ (آمین)

جو شخص عاشورے کے دن اپنے اہل وعیال پر کھانے پینے میں وسعت کرے یعنی اچھا کھلائے پلائے۔ اللہ تعالیٰ اس کے گھر سال بھر روزی میں برکت دے گا (ترغیب الترہیب) لیکن یہ روایت سنداً نہایت ہی کمزور ہے۔

۲۔ صفر

اس مہینے کی کوئی خاص خوبی قرآن وحدیث میں نہیں آئی ہے اور نہ کوئی خاص عبادت اس مہینے میں ہے۔ ہاں! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر ماہ کی تیرھویں، چودھویں، پندرھویں تاریخوں میں روزہ رکھتے تھے۔ اس وجہ سے ان تواریخ کا روزہ رکھنا مسنون ہے۔ آج کل بدعتی اس مہینے میں تیرہ تیزی مناتے ہیں اور شادی بیاہ کرنے کو نحس سمجھتے ہیں اور آخری چہار شنبہ مناتے ہیں اور چنے کو ابال کر کھانے اور بانٹنے کو ثواب جانتے ہیں۔ یہ چیزیں بدعت ہیں اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بدعت سے بڑی نفرت ہے اس لئے ان سے بچنا ضروری ہے۔

۳۔ ربیع الاوّل

یہ مہینہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریف کا ہے۔ اس ماہ کی کوئی خاص خوبی قرآن وحدیث میں نہیں آئی۔ آج کل مسلمان اس مہینے میں مولود بہ کثرت کرتے ہیں۔ حالانکہ مولود مروجہ کا ذکر قرآن شریف میں ہے نہ حدیث میں اور نہ امامانِ دین کی تعلیم اس کے متعلق ہے۔ میلاد شریف میں جو روایات بیان کی جاتی ہیں۔ اکثر موضوعات وجھوٹی ہوتی ہیں۔ علمائے احناف نے اپنی بہت سی تصانیف

میں اس کو بدعت بتایا ہے ۔ حدیث میں ہر نئی بات جو کہ دین میں نکالی جائے وہ بدعت ہے اور بدعتی کا ٹھکانا جہنم میں ہے ۔ اسی ماہ میں حضورؐ کی ولادت باسعادت ہوئی ہے اور اسی ماہ میں حضورؐ کا انتقال مبارک ہوا ہے ۔

۴۔ ربیع الثانی

اس مہینے کی تعریف میں کوئی آیت یا حدیث نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر مہینے کی ۱۳، ۱۴، ۱۵ تاریخ میں نفلی روزہ رکھتے تھے۔ اس وجہ سے اگر اس مہینے کی ان تاریخوں میں روزے رکھے جائیں تو افضل ہے ۔

۵۔ جمادی الاوّل و (۶) جمادی الثانی

ان دونوں مہینوں کے متعلق کوئی خاص رعایت و کوئی خاص فضیلت کتاب و سنت میں نہیں وارد ہے ۔ ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ ہر ماہ کی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ کو روزہ رکھتے تھے۔ اس خیال سے ہر دو مہینوں کی ان تاریخوں میں روزے رکھنا ثواب و سنت سے خالی نہیں ۔

۷۔ رجب

قرآن مجید میں چار مہینوں کو شہر الحرام کہا گیا ہے ۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰے اَلشَّھْرُ الْحَرَامُ بِالشَّھْرِ الْحَرَامِ ؕ (الآیہ) وہ چار مہینے یہ ہیں: (۱) ذی قعدہ (۲) ذی الحجہ (۳) محرم (۴) رجب ۔ زمانۂ جاہلیت میں عرب کے لوگ ان مہینوں کی بڑی عظمت و احترام کرتے تھے ۔ حتیٰ کہ اگر ان کے باپ دادا کا قاتل بھی ان ایام میں مل جاتا تو اس کو بھی نہیں چھیڑتے تھے ۔

قرآن مجید نے ان مہینوں کی حرمت کو قائم رکھا ہے ۔ مسلمان ان مہینوں میں مدافعانہ جنگ کر سکتے ہیں ۔ اگر کافر سکون سے ہوں تو ان مہینوں میں ان پر چڑھائی

نہیں کی جا سکتی۔

رجب کی ستائیسویں شب کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج جسمانی ہوئی تھی۔ اسی شب میں آپؐ پر اور آپ کی اُمّت پر پچاس نمازیں فرض ہوئی تھیں لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نیک مشوروں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بار بار دعاؤں سے پچاس کی بجائے صرف پانچ نمازیں رہ گئیں (بخاری)

آج کل کے رسمی مسلمان اس مہینے میں رجبی بڑی دھوم دھام سے کرتے ہیں حالانکہ حدیث میں اس کی صاف حرمت موجود ہے۔ لَا عَتِیْرَۃَ (ابوداؤد) یعنی رجبی نہیں کرنی چاہیئے۔ عَتِیْرَۃَ کی تفسیر رجبیہ حدیث میں آئی ہے۔ گو آج کل کی رجبی اور زمانۂ جاہلیت کی رجبی میں قدرے فرق ہے لیکن مآل دونوں کا ایک ہی ہے۔

اس مہینے میں لوگ ہزاری، لکھی، کوڑی روزہ رکھتے ہیں۔ ان روزوں کا پتہ و نشان قرآن و حدیث و کتب فقہ میں نہیں پایا جاتا۔ یہ روزے صرف ایجاداتِ بندہ ہیں۔ ایسے بدعتیوں سے مسلمانوں کو کوسوں دُور بھاگنا چاہیئے۔

بدعتیوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم روزِ محشر میں دیکھ کر فرمادیں گے سُحْقًا سُحْقًا (بخاری) "یعنی بدعتیوں کو مجھ سے دُور رکھو، دُور رکھو۔ جہنم میں لے جاؤ۔"

۸۔ شعبان

اس مبارک مہینے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے روزے رکھتے تھے۔ صحابۂ کرامؓ نے آپؐ سے اس کی وجہ دریافت کی۔ آپؐ نے فرمایا کہ اس مہینے میں بندوں کے عمل اللہ رب العالمین کے روبرو پیش کیے جاتے ہیں۔ لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ میرے اعمال روزے کی حالت میں پیش ہوں (نسائی) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی مہینے میں نفلی روزے اس کثرت سے نہیں رکھتے تھے جس قدر کثرت سے شعبان میں رکھتے تھے۔ (بخاری)

ایک شخص سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان شریف میں دریافت کیا کہ تم نے شعبان کے اوّل یا وسط میں روزے رکھے تھے؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا رمضان شریف کے بعد بہ نیت شعبان دو روزے رکھ لینا (بخاری)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شعبان کی پندرھویں رات کو قیام کرو، یعنی تہجد پڑھو اور دن کو روزہ رکھو۔ اس رات اللہ تعالےٰ آفتاب کے غروب ہوتے ہی آسمانِ دنیا پر نزول فرماتا ہے اور کہتا ہے کوئی بندہ ہے جو مجھ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگے؟ اور میں اسے معاف کردوں۔ کوئی ہے جو مجھ سے رزق مانگے؟ اور میں اسے روزی دوں۔ کوئی مصیبت زدہ ہے؟ جو مجھ سے مصیبت کے رفع ہونے کی درخواست کرے اور میں اس کی مصیبت کو دور کروں۔ (ابنِ ماجہ)

اس رات میں اللہ تعالیٰ اکثر گنہگاروں کو بخشتا ہے مگر چند بدنصیب ایسے ہیں کہ ان کی مغفرت اس رات میں نہیں ہوتی۔ وہ لوگ یہ ہیں: (۱) مشرک (۲) کینہ ور (۳) رشتے ناطے کا قطع کرنے والا (۴) جس کا پاجامہ یا تہہ بند ٹخنے سے نیچے ہوا (۵) ماں باپ کا نافرمان (۶) ہمیشہ شراب پینے والا (بیہقی)

افسوس! ایسے مبارک مہینے کو مسلمان لہو و لعب اور آتش بازی و دیگر خرافات میں گذارتے ہیں۔ حلوے مانڈے کی فضول رسم میں پڑ گئے ہیں جن کا شریعت میں کوئی ثبوت و پتہ نہیں ہے۔

بدعتیوں نے حلوا خوری کے لئے فرضی طور پر ایک جھوٹا قصہ گھڑ رکھا ہے کہ حضرت حمزہؓ کے دانت شہید ہو گئے تھے۔ اس لئے انکے واسطے حلوا پکایا گیا تھا۔

۹۔ رمضان المبارک

قرآن پاک اور احادیث نبویہ میں رمضان المبارک کے بڑے فضائل و احکام آئے ہیں جنہیں آپ اس کتاب کے گذشتہ صفحات میں "کتاب الصوم"

کے عنوان کے تحت ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ اللہ ہم سب کو اس مہینے کی رحمتوں اور برکتوں سے فیضیاب ہونیکی سعادت نصیب فرمائے۔ آمین۔

۱۰۔ شوال

رمضان کے روزوں اور عید سے فارغ ہو کر اس مہینے میں چھ روزے رکھنے مسنون ہیں۔ ان کو "شش عید" کے روزے کہتے ہیں۔ جو شخص "شش عید" کے روزے رکھتے وہ گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسے ابھی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔ (طبرانی) ایک روایت میں ہے جس نے رمضان کے بعد "شش عید" کے روزے رکھے تو اس کو سارے زمانوں کے روزوں کا ثواب ملتا ہے (مسلم)

زمانۂ جاہلیت کے لوگ اس مہینے میں شادی بیاہ کرنے کو معیوب سمجھتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رسم کو توڑنے کے لئے حضرت عائشہؓ سے اسی مہینے میں شادی کی تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں تمام بی بیوں سے بھاگوان اور صاحبِ نصیب ہوں (کتب سنن) اگر ماہ شوال میں شادی اور رخصتی کی جائے تو افضلیت سے خالی نہیں۔

۱۱۔ ذی قعدہ

ماہ شوال و ذی قعدہ و دس تاریخیں ذی الحجہ کی حج کے مہینے کہلاتے ہیں۔ حج تو ذی الحجہ کی نو تاریخ کو ہوتا ہے مگر حج کا احرام ان مہینوں میں بندھ سکتا ہے۔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اکثر عمرہ ذی قعدہ کے مہینے میں کیا ہے۔ آپؐ کا عمرہ سال حدیبیہ کا اور عمرۃ القضاء ذی قعدہ ہی میں ہوا تھا۔

۱۲۔ ذی الحجہ

حج جیسی مقدس عبادت اللہ تعالیٰ نے ماہ ذی الحجہ میں رکھی ہے۔ اس مہینے

کی خوبی احادیث میں بکثرت آئی ہے۔ عشرۂ اوّل کی خوبیاں تو حدیثوں میں بے حد ہیں۔ایک روایت میں ہے کہ جو عمل نیک بھی اس عشرہ میں کیا جائے خواہ بڑا ہو یا چھوٹا، اللہ تعالےٰ کو بہت ہی پیارا معلوم ہوتا ہے اور دنوں کے عمل ان دنوں کے برابر نہیں ہو سکتے۔اس پر صحابۂ کرامؓ نے عرض کیا۔یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا اور دنوں کے جہاد فی سبیل اللہ بھی ان کے عمل کے برابر نہیں ہو سکتے؟ فرمایا: نہیں۔مگر وہ مجاہد کہ خدا کی راہ میں مارا گیا اور اس کا مال بھی چھین گیا۔(بخاری)

ایک روایت میں ہے کہ اس عشرے کا روزہ اس قدر فضیلت رکھتا ہے کہ ہر روزے پر ایک سال کے روزوں کا ثواب ملتا ہے اور رات کی عبادت مثل لیلۃ القدر کے ہے۔(ترمذی، ابنِ ماجہ)

جس روز ذی الحجہ کا چاند ہو تو اس روز سے تیرہ ذی الحجہ تک کثرت سے تسبیح و تہلیل وغیرہ پڑھنا چاہیئے (بخاری) ایک روایت میں ہے کہ اس عشرے میں سُبْحَانَ اللّٰہِ - اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ - لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ - اَللّٰہُ اَکْبَرُ کو کثرت سے پڑھا کرو۔

نو ذی الحجہ کے دن کو یَوْمِ عَرَفَہ کہتے ہیں۔اللہ تعالیٰ اس روز اپنے بندوں کو اس قدر بخشتا ہے کہ شیطان ذلیل ہو کر اپنے سر پر خاک ڈالنے لگتا ہے (ترغیب الترہیب) عرفہ کے دن کا روزہ ضرور رکھنا چاہیئے۔عرفہ کا روزہ اس قدر ثواب رکھتا ہے کہ روزہ رکھنے والے کے ایک سال گذشتہ اور ایک سال آئندہ کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔(مسلم)

کتاب النکاح

۱۔ نکاح کی فضیلت

نکاح[1] کرنا سنت ہے جو باوجود استطاعت کے نکاح نہ کرے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر نہیں ہے۔ جو شخص[2] زنا سے بچنے کے لئے نکاح کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرتا ہے۔ نکاح[3] نہ کرنے سے زمین میں فتنہ و فساد برپا ہوتا ہے۔ نکاح[4] کرنے سے جس قدر میاں بیوی میں محبت ہوتی ہے اور کسی میں نہیں ہوتی۔ نکاح[5] آدھا دین ہے۔ مردوں[6] کے لئے عورتوں سے بڑھ کر کوئی فتنہ نہیں۔

کنواری[7] عورت سے نکاح کرنا بہتر ہے۔ مال[8] و جمال، حسب و نسب کا خیال نہ کرے بلکہ دین دار عورت سے نکاح کرے۔ مسلمان کے لئے نیک عورت سے بڑھ کر اور کوئی چیز نہیں ہے۔ جس[9] نکاح میں کم خرچ ہو، اس میں برکت زیادہ ہوتی ہے۔

جس[10] عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے اس کو ایک مرتبہ دیکھ لے کیونکہ

---

[1] مشکوٰۃ [2] ترمذی، مشکوٰۃ [3] مشکوٰۃ [4] مشکوٰۃ ص ۲۶۸ [5] مشکوٰۃ ص ۲۶۸ شعب الایمان [6] مشکوٰۃ ص ۲۶۷ [7] مشکوٰۃ ص ۲۶۸ [8] مشکوٰۃ ص ۲۶۸ [9] مشکوٰۃ ص ۲۶۸ [10] ترمذی مشکوٰۃ ص ۲۶۹۔

ایک مرتبہ دیکھنے سے محبّت پیدا ہوگی۔ نکاح[1] کے وقت عورت سے اجازت لینا ضروری ہے۔ اگر کنواری ہے تو اس کا چپ رہنا کافی ہے اور بیوہ کی رضامندی زبان سے اظہار کرنا ہے۔

بلا[2] ولی کے نکاح درست نہیں۔ اگر کوئی ولی نہ ہو تو حاکم ولی ہے۔ ایک شخص کے[3] پیغام نکاح پر دوسرے کو پیغام دینا منع ہے۔

۲۔ نکاح کے لئے ممنوعہ خواتین

مندرجہ[4] ذیل عورتوں سے نکاح کرنا حرام ہے (۱) سوتیلی ماں (۲) سگی ماں۔ (۳) بیٹی (۴) بہن (۵) پھوپھی (۶) خالہ (۷) بھتیجی (۸) بھانجی (۹) رضاعی ماں (۱۰) ساس اور (۱۱) بیوی کی بیٹی جو پہلے خاوند سے ہو۔ اور (۱۲) سگے بیٹے کی بیوی سے اور (۱۳) دو بہنیں اکٹھی اور دودھ[5] پنیا مانند نسب کے ہے اور حرام ہے نکاح[6] میں جمع کرنا بیوی اور اس کی پھوپھی کا اور اسی طرح حرام ہے نکاح میں جمع کرنا بی بی اور اس کی خالہ کا۔ مسلمان[7] مرد کا نکاح عورت مشرکہ سے اور عورت مسلمان کا نکاح مرد مشرک سے جائز نہیں۔ بہتر ہے کہ لونڈی ایمان والی سے نکاح کرے مگر عورت مشرکہ نہ کرے۔ اسی طرح ایمان والی عورت غلام سے نکاح کرے مگر مرد مشرک سے نہ کرے مگر مسلمانوں[8] کو یہود اور نصاریٰ کی پاکدامن عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہے۔

۳۔ متعہ حرام ہے

نکاحِ متعہ ایک قسم کا زنا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح

---

[1] مشکوٰۃ صہ ۲۶۶ [2] مشکوٰۃ صہ ۲۶۲ [3] مشکوٰۃ صہ ۲۶۲ [4] قرآن مجید سورۂ نساء ع ۴ [5] مشکوٰۃ صہ ۲۶۵ [6] بخاری مشکوٰۃ صہ ۲۶۶ [7] قرآن مجید سورۂ بقرہ [8] قرآن مجید

متعہ کے متعلق فرمایا ہے کہ قیامت تک حرام ہے[1]۔ نکاحِ متعہ یہ ہے کہ نکاح کرے کسی عورت سے اجرتِ مقررہ پر مدتِ معینہ تک۔ اور حرام ہے[2] حلالہ یعنی مطلقہ عورت کا نکاح دوسرے شخص سے بارادۂ طلاق پھر اپنے نکاح میں لینا اور حرام ہے[3] نکاح شغار کا یعنی نکاح کرنا کسی کی بیٹی یا بہن سے اس شرط پر کہ اپنی بیٹی یا بہن کا اس سے بلامہر نکاح کردے مقصد صرف تبادلۂ شرمگاہ ہو۔ نیک آدمی کو عورتِ زناکار سے نکاح کرنا حرام ہے اور نیک عورت کو مرد زناکار سے نکاح کرنا حرام ہے[4]۔

۴۔ خطبۂ نکاح

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اَرْسَلَہٗ بِالْحَقِّ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا۔ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ خَیْرَ الْحَدِیْثِ کِتَابُ اللّٰہِ وَخَیْرَ الْھَدْیِ ھَدْیُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَشَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُھَا وَکُلُّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ وَّکُلُّ ضَلَالَۃٍ فِی النَّارِ ۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّخَلَقَ مِنْھَا زَوْجَھَا وَبَثَّ مِنْھُمَا رِجَالًا کَثِیْرًا وَّنِسَآءً ج وَاتَّقُوا

۱؎ منتقی ص ۲۳۲ ۲؎ احمد نسائی روضۃ الندیہ ص ۱۳۸
۳؎ احمد ابوداؤد، منتقی ص ۲۳۳ ۴؎ سورۂ نور

اللہ الذی تساءلون بہٖ والارحام ان اللہ کان علیکم رقیبا ۝ یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وقولوا قولاً سدیداً ۝ یصلح لکم اعمالکم ویغفر لکم ذنوبکم ومن یطع اللہ و رسولہ فقد فاز فوزاً عظیماً ۝ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم النکاح من سنتی فمن رغب عن سنتی فلیس منی وقال تزوجوا الودود الولود فانی مکاثر بکم الامم۔

۵ طریقہ نکاح اور دعائیں

پھر جس شخص کا نکاح کرنا ہے۔ اس کے سامنے یا برابر بیٹھ کر پہلے یہ خطبہ مذکورہ بالا پڑھے۔ بعد اس کے اس شخص سے کہے کہ امابعد فلاں عورت فلاں شخص کی بیٹی کا نکاح اتنے مہر پر میں نے تمہارے ساتھ کر دیا تم نے قبول کیا؟ وہ جواب دے میں نے قبول کیا۔ پھر دعا کریں اور دعا یہ کہنا سنت ہے بارک اللہ لکما وجمع بینکما فی خیر ۝

نکاح کے بعد جب بی بی گھر میں لائے تو اس کی پیشانی پکڑ کر یہ دعا پڑھے۔ اللھم انی اسئلک من خیرھا وخیر ما جبلتھا علیہ واعوذبک من شرھا وشر ما جبلتھا علیہ۔ اور جب ہم بستر ہو تو یہ دعا پڑھے۔

بسم اللہ اللھم جنبنا الشیطان وجنب الشیطان ما رزقتنا۔

اور مہر مقرر کرنا ضروری ہے۔ جہاں تک ہو سکے مہر کم ہو اور مہر پہلے ادا کرنا سنت ہے

۶۔ جوان اولاد کی شادی

جوان لڑکے اور لڑکیوں کا نکاح کر دینا چاہیئے۔ حدیث شریف میں ہے

اگر لڑکی بارہ برس کی ہوگئی اس کا نکاح نہیں ہوا اور اس سے زنا ہوگیا تو اس کا گناہ باپ پر ہے۔ اسی طرح جب لڑکا بالغ ہو جائے تو فوراً نکاح کر دینا چاہیئے ورنہ اگر زنا کا مرتکب ہوگیا تو اس کا گناہ باپ پر ہوگا۔

۷۔ متعدد بیویوں میں انصاف

اگر ایک[1] سے زیادہ بیویاں ہیں تو ان میں عدل اور انصاف و باری مقرر کرنا واجب ہے۔ کھلانے پلانے و شب باشی میں عدل واجب ہے مگر محبت کی زیادتی و کمی میں کوئی پکڑ نہیں ہے۔

اگر پہلی[2] بیوی کے ہوتے ہوئے کنواری عورت سے نکاح کرے تو سات رات کنواری کے پاس رہے پھر باری مقرر کرے اور ثیبہ کو کنواری پر کرے تو تین رات اس کے پاس رہ کر باری مقرر کرے۔ اگر عورتوں کے ساتھ انصاف نہ کرے گا تو قیامت کے دن اس حالت میں اللہ کے سامنے لایا جائے گا کہ اس کا آدھا دھڑ گرا ہوگا۔

اور عورت[3] کا مرد پر یہ حق ہے کہ جو کھائے ویسا ہی کھلائے جیسا پہنے ویسا ہی پہنائے۔ اس کے منہ پر نہ مارے۔ بُرا نہ کہے، ناراضگی کی صورت میں گھر سے باہر نہ سوئے اگر ضرورت پیش آئے تو معمولی مار مار دے۔ زبان دراز ہے تو طلاق دے دے۔

عورت[4] مرد کا لباس نہ پہنے اور نہ مرد عورت کا لباس پہنے۔ اور نہ عورت مرد کی مشابہت و وضع اختیار کرے اور نہ مرد عورت کی مشابہت اختیار کرے۔

---

[1] مشکوٰۃ شعب الایمان صہ ۲۷۱ [2] مشکوٰۃ صہ ۲۷۶ [3] مشکوٰۃ صہ ۲۷۹
[4] ترمذی مشکوٰۃ صہ ۲۷۹ [5] مشکوٰۃ صہ ۱۸۳ ۔

۸۔ طلاق

بُرا حلال اللہ تعالیٰ کے نزدیک طلاق ہے[1]۔ روئے زمین پر طلاق سے زیادہ کوئی بُری چیز نہیں ۔ بے وجہ طلاق دینے سے اللہ کا عرش ہل جاتا ہے۔ مجبوری کی حالت میں طلاق دینا جائز ہے۔ سُنت طریقہ طلاق دینے کا یہ ہے کہ جب عورت حیض سے پاک ہو جائے تو صحبت سے پہلے ایک طلاق دے۔ اسی طرح دوسرے تیسرے طہر میں جب اس طرح کی تین طلاقیں دے دے تو وُہ عورت خاوند پر بالکل حرام ہو گئی۔ حیض[2] کی حالت میں طلاق دینی جائز نہیں۔ اگر دے دی تو پڑ جائے گی مگر لوٹانا ضروری ہوگا۔

جب[3] ایک ہی مجلس میں تین مرتبہ یوں کہے کہ میں نے تجھے طلاق دے دی تو ایک ہی طلاق پڑے گی۔ اور دو طلاقیں لغو ہوں گی۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ بیک وقت کی تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں وہ غلط کہتے ہیں پھر اوپر سے یہ فتوے دیتے ہیں کہ وہ عورت کسی اور سے نکاح کر کے ایک رات اس کو دے۔ پھر اس سے طلاق لے کر شوہرِ اوّل سے نکاح کرے معاذ اللہ۔ حضورؐ نے ایسے حلالہ پر لعنت فرمائی ہے۔

جبراً[4] طلاق دلوانے سے طلاق نہیں ہوتی۔ مجنوں[5] اگر طلاق دے تو اس کی طلاق حالتِ جنون میں نہیں پڑے گی۔ اسی طرح حالتِ نیند میں طلاق دینے سے صحیح نہ ہوگی۔

اگر کوئی اپنی بیوی کو یوں کہے کہ تو مجھ پر حرام ہے تو اس کلمے سے طلاق نہیں پڑے گی لیکن کفارہ دینا لازم ہوگا۔ کفارہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کو کھانا کھلائے

---

[1] مشکوٰۃ [2] مشکوٰۃ صہ ۲۸۴ [3] مشکوٰۃ صہ ۲۸۴ [4] مشکوٰۃ صہ ۲۸۴
[5] بخاری روضۃ المندیہ صہ ۱۴۲ ۔

یا دس مسکینوں کو کپڑا پہنا دے یا ایک غلام آزاد کر دے جو ان تینوں میں کسی ایک کی طاقت نہ رکھتا ہو، وہ تین دن روزے رکھے۔

۹ ۔ خلع

خلع یعنی عورت مہر معاف کر دے اور اس کے عوض شوہر سے طلاق لے لے۔ جو عورت کسی عذر کی وجہ سے اپنے خاوند سے طلاق لینا چاہے تو وہ اپنے شوہر کا لیا ہوا مال واپس دے کر طلاق لے سکتی ہے۔ اس کا شوہر اس کو ایک طلاق دے دے اور عورت ایک ماہ عدت گذار کر دوسرے سے نکاح کرے اس کی عدت بعض لوگوں کے نزدیک تین حیض ہے اور اہل حدیث کے نزدیک ایک حیض ہے[1]۔ جو عورت[2] بلا ضرورت، اپنے خاوند سے طلاق مانگے گی اس کو جنت کی ہوا بھی نصیب نہ ہوگی۔ حالانکہ بہشت کی ہوا چالیس برس کے فاصلے سے مہکتی ہے۔ بلا وجہ طلاق لینے والی عورتیں منافق ہیں۔

۱۰۔ طلاق کے بعد رجعت

اگر ایک[3] طلاق یا دو طلاق دی ہے تو عدت کے اندر رجوع کرنا درست ہے نکاح کی ضرورت نہیں۔ اگر عدت ختم ہوگئی ہے تو از سر نو نکاح کی ضرورت پڑے گی۔ اور[4] طلاق دیتے وقت اور رجوع کرتے وقت صرف دو گواہ بنا لیں۔ اور اگر تین طلاقیں تین طہر میں دی گئی ہیں تو پھر میاں بیوی میں پوری جدائی ہو گئی۔ اور رجوع کرنے کا موقع اور نکاح کا دونوں ختم ہو گئے۔

---

[1] روضۃ الندیہ ص ۱۴۷
[2] نسائی مشکوٰۃ ص ۱۸۴
[3] ابوداؤد بلوغ المرام
[4] ابوداؤد بلوغ المرام۔

۱۱۔ عدّتِ وفات

جس[1] عورت کا شوہر مر جائے وہ چار مہینے دس دن عدت میں رہے۔ جس[2] عورت کو اس کے شوہر نے طلاق دی ہو وہ تین حیض عدت میں رہے اور جس[3] کو حیض نہ آتا ہو یعنی بانجھ ہو یا نابالغ ہو خواہ بڑی عمر کی ہو وہ تین مہینے عدت میں رہے۔ عدت[4] میں نکاح کرنا حرام ہے۔ حمل والی عورت[5] بچہ جننے تک عدت میں رہے خواہ اس کا شوہر مر گیا ہو یا اس کے شوہر نے اس کو طلاق دے دی ہو۔ خواہ آزاد ہو خواہ لونڈی۔

جس[6] شخص نے نکاح کر کے صحبت سے پہلے اپنی عورت کو طلاق دے دی تو اس عورت پر عدت نہیں ہے۔ لیکن اس کا شوہر عورت کو ایک جوڑا کپڑوں کا ضرور دے۔

جس[7] شخص نے لونڈی کو طلاق دی وہ لونڈی دو حیض عدت میں رہے اور جس لونڈی کو حیض نہ آتا ہو اس کی عدت دو ماہ ہے اور جس[8] لونڈی کا شوہر مر جائے وہ دو مہینے پانچ دن عدت میں رہے۔

جس[9] عورت کو طلاق دے دی گئی ہو پھر اس کو ایک حیض یا دو حیض آئے پھر حیض موقوف ہو گیا تو وہ نو مہینے ٹھہرے اور اس کے اگر حمل ظاہر ہو گیا تو بچہ جننے کے بعد نکاح کرے۔ اگر حمل ظاہر نہ ہوا تو بعد نو مہینے کے تین مہینے عدت کے گزارے اس کے بعد نکاح کرے۔

---

[1] سورۂ بقرہ ع ۳۰ [2] سورہ بقرہ ع ۲۸ [3] سورۂ طلاق ع ۱ [4] سورۂ بقرہ [5] سورۂ طلاق [6] سورۂ احزاب [7] دار قطنی بلوغ المرام [8] ابن ماجہ ص۱۹۲ [9] مؤطا مشکوٰۃ۔

جس[1] عورت کا شوہر گم ہو جائے یعنی نہ معلوم ہو کہ مر گیا ہے یا زندہ ہے تو وہ عورت چار برس تک اپنے شوہر کا انتظار کرے۔ بعد چار برس کے چار مہینے دس دن عدت گذارے پھر نکاح کرے۔ یہ فتوےٰ حضرت عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ کا ہے۔

جس[2] عورت کو اس کے شوہر نے طلاق دی اور اس کو دو حیض آ گئے تیسرا حیض داخل ہوتے ہی اس کا شوہر مر گیا تو اس عورت کی عدت تین حیض رہے گی اور[3] اپنے شوہر کے مال کی وارث نہ بنے گی اور نہ اس کا شوہر اس کے مال کا وارث ہوگا۔

جس[4] عورت کا شوہر مر جائے وہ چار مہینے دس دن تک رنگین لباس نہ پہنے۔ مگر جو کپڑا رنگین سوت سے بنا ہوا ہو اس کا پہننا جائز ہے اور سرمہ نہ لگائے اور نہ خوشبو لگائے۔ مگر جب حیض سے پاک ہو تو کسی قدر خوشبو غسل کے بعد شرم گاہ پر لگا لے۔

جس عورت کا شوہر مر جائے وہ چہرے پر ایلوا نہ لگائے۔ اس لئے کہ اس سے چہرہ چمکتا ہے لیکن رات کو لگا کر صبح کو دھو ڈالنے میں مضائقہ نہیں اور خوشبو نہ لگائے نہ مہندی۔ بیری کے پتوں سے سر وغیرہ دھونا جائز ہے اور نہ پہنے کپڑا کسنب کا رنگا ہوا اور نہ گیرو کا رنگا ہوا اور نہ پہنے زیور[5]

شوہر[6] کے مرنے کے وقت جو عورت جس مکان میں رہتی ہو۔ اس میں عدت گذارے لیکن مطلقہ عورت کو اگر بسبب تنہائی کے اپنے مکان میں خوف چور وغیرہ کا ہو تو اس کو دوسرے مکان میں جانا جائز ہے۔

---

[1] موطا مالک و مسند شافعی بلوغ المرام [2] موطا مالک مشکوٰۃ [3] بخاری مسلم۔
[4] ابوداؤد نسائی [5] نسائی مشکوٰۃ [6] ابن ماجہ، [9] مشکوٰۃ
[8] بخاری مشکوٰۃ۔

طلاق[1] والی عورت جب تک اس کی عدت پوری نہ ہو تب تک اس کا شوہر اور اس کے شوہر کے قرابتی عورت کو گھر سے نہ نکالیں اور نہ وہ آپ اس گھر سے نکلے لیکن اگر وہ زنا کر بیٹھے تو پھر اُسے نکال دیں۔

کسی عورت[2] سے نکاح کے لئے اس کی عدت کے اندر پیغام دینا جائز نہیں۔ مگر یہ کہنا کہ کوئی صالح عورت میسر آجائے تو میرا ارادہ نکاح کرنے کا ہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔

۱۲۔ بیوی اور بچوں کا نفقہ

مطلقہ رجعی[3] عورت کا اس کی عدت کاٹنے تک اس کے شوہر پر نفقہ واجب ہے اور واجب[4] نہیں نفقہ اُس عورت کا جس کو تین طلاقیں دی گئی ہیں اور اُس عورت[5] کا جس کا خاوند مر گیا لیکن اگر یہ[6] دونوں حمل میں ہوں تو ان کو بچہ جننے تک نفقہ دینا واجب ہے۔

محتاج بیٹے کا تونگر باپ پر نفقہ ضروری ہے۔ اسی طرح محتاج باپ[7] کا بیٹے تونگر پر نفقہ واجب ہے اور لونڈی غلام کا خرچ مالک پر واجب ہے[8]۔ اور قرابت داروں پر واجب نہیں۔ اگر بطریق[9] صلۂ رحم کے دے دے تو جائز ہے۔ جس کا نفقہ جس پر واجب ہے اس پر کپڑا اور اس کے رہنے کا مکان دینا بھی ضروری ہے۔

۱۳۔ رضاعت

جو بچہ[10] کسی عورت کا دودھ پانچ گھونٹ پیئے۔ بشرطیکہ اس بات کا

---

[1] سورۂ طلاق ع ۱ [2] سورۂ بقرہ [3] احمد نسائی [4] روضۃ الندیہ۔ [5] احمد، روضۃ الندیہ صفحہ ۱۵۵ [6] سورۂ طلاق ع ۱ [7] مسلم [8] ابوداؤد، مشکوٰۃ [9] سورۂ نساء۔

یقین ہو کہ اس عورت کا پستان میں دودھ تھا اور بچے نے دو برس کے اندر دودھ پیا ہو تو وہ عورت اس پر حرام ہو جاتی ہے۔ اگر بڑی عمر والا دودھ پیے تو اس میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک بڑی عمر والے پر دودھ پلانے والی حرام ہو جاتی ہے اور بعض کے نزدیک حرام نہیں ہوتی اور حرام[۱] ہو جاتا ہے دودھ پینے سے جو حرام ہوتا ہے نسب سے اور جو عورت یہ کہہ دے کہ میں نے فلاں بچے کو دودھ پلایا ہے تو اس کی بات قبول ہوگی اگرچہ کسی دوسرے کو علم نہ ہو۔

۱۴۔ طلاق کے بعد بچے[۲] کی پرورش

[۳]بچے کی پرورش کے لیے اولیٰ اور بہتر اس کی ماں ہے۔ جب تک نکاح نہ کرے، پھر باپ، پھر[۴] وہ شخص جس کو ناطے والوں میں سے نیک جان کر حاکم مقرر کر دے۔ اور جب[۵] بچہ سمجھ دار ہو جائے تو اس کو اختیار ہے۔ چاہے ماں کے پاس رہے چاہے باپ کے پاس۔

اور جس بچے کے ماں باپ اور ناطے والا کوئی نہ ہو تو اس کو وہ شخص پالے جو نیک آدمی ہو۔

بچے کا خرچ جب تک بالغ نہ ہو باپ کے ذمے ہے۔

۱۵۔ یتیم کی پرورش

یتیم کے پالنے کا بہت بڑا ثواب ہے۔ نبی[۶] کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ یتیم کی پرورش کرنے والا میرے ساتھ جنت میں ہوگا اور فرماتے ہیں[۷]۔

---

[۱] مسلم روضۃ الندیہ صفحہ ۱۵۸ [۲] بخاری مشکوٰۃ صفحہ ۲۰۳ [۳] بخاری مشکوٰۃ صفحہ ۲۹۳ [۴] روضۃ الندیہ صفحہ ۱۶۰ [۵] روضۃ الندیہ صفحہ ۱۶۰ [۶] بخاری مشکوٰۃ صفحہ ۴۲۲

[۷] احمد ترمذی، مشکوٰۃ صفحہ ۴۲۲۔

کہ جو شخص اللہ کی رضامندی و خوشنودی کے لئے کسی یتیم کے سر پر دستِ شفقت پھیر دے تو اس کے لئے ہر اس بال کے بدلے نیکیاں لکھی جاتی ہیں جس پر اس کا ہاتھ پھرا ہو[1] اور جو یتیم کو جگہ دے اور کھانے پینے میں شریک کرے تو اللہ تعالیٰ یقیناً اس کے واسطے جنت واجب کر دیتا ہے بشرطیکہ شرک نہ کیا ہو۔

یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرنے سے دل کی سختی دور ہو جاتی ہے۔ ایک شخص[2] نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر شکایت کی کہ حضور! میرا دل سخت ہو گیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تو یتیم کے سر پر ہاتھ پھیر اور مسکین کو کھانا کھلا۔

۱۶ - ایلا

جو شخص[3] یوں قسم کھائے کہ میں چار مہینے تک اپنی بیوی کے پاس نہ جاؤں گا تو بعد گذر جانے چار مہینے کے مختار رہے کہ عورت کے پاس جائے یا طلاق دے۔ اور اگر چار مہینے سے کم مدت ٹھہرائی ہے تو الگ رہے اس سے یہاں تک کہ مدت مقررہ گذر جائے۔

۱۷ - لعان

جب[4] مرد نے بی بی کو تہمت زنا کی لگائی اور بی بی نے زنا کا اقرار نہ کیا اور مرد تہمت سے نہ پھرا تو لعان کریں۔ لعان یہ[5] ہے کہ مرد چار دفعہ کہے کہ میں اس بات میں سچا ہوں اور پانچویں بار کہے کہ لعنت خدا کی مجھ پر اگر میں نے جھوٹ بولا۔ پھر عورت گواہی دے چار بار کہ میرا شوہر جھوٹا ہے اور پانچویں بار کہے کہ غضب خدا کا مجھ پر اگر یہ سچا ہے۔ اس کے بعد حاکم دونوں کے درمیان جدائی کرا دے۔

---

[1] شرح السنہ مشکوٰۃ ص۴۲۳ [2] احمد مشکوٰۃ ص۴۲۶ [3] سورہ بقرہ
[4] سورہ بقرہ ع ۲۸ [5] سورہ نور ع ۱۔

اور اس مرد پر عورت ہمیشہ کے لیے حرام ہو گئی اور بچہ لعان کا ماں کو ملے گا۔[1] اور جو شخص[2] کسی عورت کو زنا کی تہمت لگا دے اور چار گواہ پیش نہ کر سکے تو وہ قاذف ہے یعنی بہتان لگانے والا۔ اس کے بہتان کی حد اس پر اسی درّے لگانا ہے۔

۱۸۔ ظہار

جو شخص[3] اپنی بیوی کو یوں کہے تو مجھ پر میری ماں کی طرح ہے یا یوں کہے میں نے تجھ کو اپنی ماں کی پیٹھ ٹھہرایا یا اسی طرح اس کے کسی عضو کے ساتھ تشبیہ دے تو اس کو بیوی سے صحبت کرنے سے پہلے کفارہ دینا واجب ہے اور کفارہ یہ ہے کہ ایک غلام مومن آزاد کرے۔ جس کو غلام آزاد کرنے کی طاقت نہ ہو تو وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دے۔ اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو تین مہینے پے در پے روزے رکھے۔ حاکم اگر کفارہ دینے والے کی مدد کرے تو جائز ہے۔ اور کفارہ[4] دینے والا اگر محتاج ہے تو جو کچھ اس کو کسی سے ملا ہے۔ وہ اپنی جان پر اور اپنی عیال پر صرف کرے تو منع نہیں۔ اور جو[5] شخص قبل کفارہ دینے کے اپنی عورت سے صحبت کرے تو اس کو کفارہ ایک ہی دفعہ دینا آتا ہے مگر کفارہ[6] دینے سے پہلے صحبت نہ کرے۔

۱۹۔ زنا سے پیدا ہونے والی اولاد

اگر کسی نے کسی عورت سے زنا کیا اور عورت کے حمل ٹھہر گیا۔ جب عورت

---

۱ ترمذی، ابنِ ماجہ	۲ سورۂ نور ع ۱
۳ سورۂ مجادلہ ع ۱	۴ احمد، ابوداؤد
۵ ترمذی، ابنِ ماجہ	۶ ترمذی۔

بچہ جنے گی تو بچہ اسی کا ہو گا وہی پائے گی۔ زانی کو نہ بچہ دیا جائے گا نہ اس کے ذمے بچے کا خرچ وغیرہ ہو گا (بخاری مسلم) اگر کسی لونڈی کے کئی مالک ہوں اور سب نے اس کے ساتھ ایک طہر میں صحبت کی اور لونڈی کے حمل رہ گیا پھر بچہ پیدا ہو گیا۔ پھر ہر ایک مدعی ہے کہ بچہ مجھے ملے تو قرعہ ڈالا جائے گا جس کے نام قرعہ نکلے گا وہی بچے کو پائے گا۔[1]

۲۰۔ اولاد کیساتھ شفقت

اپنے[2] چھوٹے بچوں کا بوسہ لینا اللہ تعالیٰ کی رحمت کا موجب ہے۔ لڑکیوں[3] کی پرورش اور ان کے سبب جو تکلیف پہنچے اس پر صبر کرنا جہنم کی آگ سے بچنے کا سبب ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس شخص نے اپنی دو لڑکیوں کی یا دو بہنوں کی ان کے بالغ ہونے تک پرورش کی قیامت کے دن وہ شخص اور میں جنت میں اس طرح ہوں گے جیسے دو انگلیاں وسطےٰ اور سبابہ۔ اور[3] جس نے ان کو پڑھایا اس نے احسان کیا اور ان کو بیاہ دیا تو وہ جنت میں جائے گا۔

اور[4] یہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے اپنی لڑکی کو زندہ دفن نہ کیا اور اس کو حقیر نہ سمجھا اور اپنے بیٹے کی طرح اس سے محبت کی تو اس کو اللہ تعالیٰ بہشت میں داخل کرے گا۔

اور[5] یہ بھی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس کی تین بیٹیاں ہوں اور وہ ان کی پرورش کی تکلیف میں صبر کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو بہشت میں

---

[1] بخاری مسلم [2] بخاری مسلم مشکوٰۃ [3] ابن احبان [4] اصلاح
[5] ایضاً صـ۵۵

داخل کرے گا۔ اور جس کی دو لڑکیاں ہوں اس کے لئے بھی یہی بشارت ہے۔ بلکہ جس کی ایک لڑکی ہو اُس کو بھی یہی بشارت ہے۔

۲۱۔ اولاد کا نام

بہت[1] پیارے نام اللہ کے نزدیک عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں۔ فرمایا[2] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ اپنی اولاد کے نام پیغمبروں کے نام پر رکھو۔ بہت[3] بُرا نام شہنشاہ ہے۔

حضرت[4] اُم المومنین اُمِ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی لڑکی کا نام برہ تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام زینب رکھا۔

اور حضرت[5] صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بیوی کا نام برہ تھا۔ اُن کا نام حضرت نے جویریہ رکھا۔

اور حضرت[6] عمر رضی اللہ عنہ کی بیٹی کا نام عاصیہ تھا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام جمیلہ رکھا۔

ایک[7] شخص کا نام اصرم تھا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام زرعہ رکھا۔ اور ایک[8] شخص کا نام حزن تھا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام سہل رکھ دیا۔ اسی طرح جس کا نام بُرا ہوتا تھا، اس کو بدل دیتے تھے۔

۲۲۔ اولاد کی تعلیم و تربیت

عالم[9] اور جاہل برابر نہیں ہو سکتے۔ باپ[10] کی اپنے بیٹے کے حق میں بڑی

---

[1] حاکم [2] مسلم [3] ابوداؤد [4] بخاری [5] مسلم۔
[6] مشکوٰۃ [7] مسلم [8] ابوداؤد [9] بخاری۔
[10] سورۂ زمر ع۔

شفقت یہ ہے کہ وہ اس کو علم دین سکھادے۔ مرنے کے پیچھے آدمی کا عمل قطع ہو جاتا ہے لیکن اگر صدقہ جاریہ کر گیا یا کسی کو علم سکھا گیا، یا نیک اولاد چھوڑ گیا اور وہ اس کے لئے دعا کرتی رہے تو اُن کا ثواب اس کو برابر ملتا رہے گا۔ دُنیا کمانے کے لئے علم دین سیکھنا اپنے آپ کو جہنم میں ڈالنا ہے۔

۲۳۔ ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک

صلۂ رحمی میں سب سے بڑا حق ماں کا ہے۔ اُس کے بعد باپ کا۔ اُس کے بعد ان لوگوں کا ہے جو کہ زیادہ قریب ہوں۔ ماں باپ اگر کافر ہوں تو بھی اُن سے دُنیا کے معاملے میں سلوک کرے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے کافر بھائی کو ایک ریشمی حلہ بھیجا تھا۔

جس نے ماں باپ کو، یا دونوں میں سے ایک کو حالتِ ضعیفی میں پایا اور اُن کی خدمت نہ کی وہ جنت میں نہ جائے گا۔ مشرک قرابتی کے ساتھ صلۂ رحمی کرنے کا حکم ہے۔ ماں باپ کا عاق بننا کبیرہ گناہ ہے۔ ماں باپ کو گالی دینا کبیرہ گناہ ہے۔ اپنے باپ کے دوستوں کے ساتھ سلوک کرنا بہت بڑی صلہ رحمی ہے۔ صلہ رحمی کرنے والے کی روزی میں برکت ہوتی ہے اور اس کی عمر میں زیادتی ہوتی ہے۔ رحم کا قطع کرنے والا بہشت میں نہ جاوے گا۔ سلوک کرنے والے سے سلوک کرنا سلوک نہیں ہے (بلکہ یہ بدلہ اُتارنا ہے) سلوک کرنے والا وہ شخص ہے جو قطع کرنے والے سے سلوک کرے۔ جو شخص کسی کے ساتھ بُرائی کرے اس کیساتھ بھلائی کرنا موجب اجر کا ہے۔

---

۱ مسلم ۲ بخاری مسلم ۳ سورۂ لقمان ع ۲ ۴ بخاری ص ۱۹۳ ۵ مسلم۔ ۶ بخاری مسلم ۷ بخاری ۸ مسلم ۹ بخاری مسلم ۱۰ مسلم۔

جس[1] بیٹے سے اس کا باپ راضی ہوتا ہے اس پر خدائے تعالےٰ بھی راضی ہوتا ہے اور جس بیٹے پر اس کا[2] باپ ناراض ہوتا ہے اللہ تعالےٰ بھی اس پر ناراض ہوتا ہے۔

ماں[3] اگر بیٹے کو بیوی کے طلاق دینے کا حکم کرے تو اس کو طلاق دے دے۔ اسی طرح باپ اگر بیٹے کو کہے کہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو اس کو طلاق دے دے۔ انکار[4] کے ارادے سے ماں باپ کو اُف یعنی ہوں کہنا بھی جائز نہیں۔

ایک[5] شخص رحم قطع کرنے والے کے باعث اُس کا تمام کنبہ اللہ تعالےٰ کی رحمت سے محروم رہ جاتا ہے۔

جو[6] شخص امیر کی بغاوت کرے اور قطع رحم کرے تو اس پر اللہ تعالیٰ دُنیا میں بھی عذاب نازل کرتا ہے اور آخرت میں بھی رسوائی ہوگی۔ صلۂ رحمی[7] میں رضاعی ماں کا حق بھی سگی ماں کے برابر ہے۔

جو شخص[8] ماں باپ کا عاق ہو وُہ ماں باپ کے مرنے کے بعد اُن کے حق میں دُعائے مغفرت کرتا رہتا ہے تو وُہ عاق نہیں رہتا۔ اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے والا لکھا جاتا ہے۔

ماں باپ[9] بیٹے پر خواہ کیسا ہی ظلم کریں تب بھی اُن کی فرمانبرداری کرتا رہے۔ ماں باپ[10] کی طرف ایک شفقت کی نظر کرنے سے اس کے اعمال نامے میں ایک حج مقبول کا ثواب لکھا جاتا ہے۔ اسی طرح جتنی دفعہ نظرِ شفقت کرے گا اُتنے ہی حج کا ثواب لکھا جاتا ہے۔ بڑے[11] بھائی کا حق مثل باپ کے ہے۔

---

[1] مشکوٰۃ [2] ابوداؤد، ابنِ ماجہ [3] سورۂ بنی اسرائیل [4] شعب الایمان مشکوٰۃ
[5] ترمذی، ابوداؤد [6] ابوداؤد [7] شعب الایمان [8] شعب الایمان مشکوٰۃ [9] مشکوٰۃ [10] مشکوٰۃ

۲۴۔ بیوہ عورتوں کا نکاح

فرمایا اللہ سبحانہ نے
وَاَنْکِحُوا الْاَیَامٰی مِنْکُمْ وَالصّٰلِحِیْنَ مِنْ عِبَادِکُمْ وَاِمَآئِکُمْ اِنْ یَّکُوْنُوْا فُقَرَآءَ یُغْنِھِمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ○ (سورۂ نور)

یعنی بیاہ دو عورتوں کو جو نیک ہوں تمھارے غلام اور لونڈیں۔ اگر وہ مفلس ہوں گے اللہ تعالےٰ ان کو غنی کر دے گا اپنے فضل سے اور اللہ تعالیٰ کشادہ علم والا ہے سب جانتا ہے۔

رسول اللہ[1] صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ سے فرمایا: جب جوان عورت کے جوڑ کا آدمی مل جائے تو اس کے نکاح میں دیر نہ کرنا۔ رسول اللہ[2] صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی زینبؓ کا نکاح عتبہ ابولھب کے بیٹے سے ہوا تھا۔ بعد اس کے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ان کا نکاح ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری بیٹی اُمِّ کلثومؓ کا نکاح پہلے ابولھب کے دوسرے بیٹے عتیبہ سے ہوا تھا پھر دوسرا نکاح اُن کا حضرت عثمان سے ہوا۔

اور[3] حضرت فاطمہؓ کی بیٹی ام کلثوم رضہ کا نکاح پہلے حضرت عمرؓ سے ہوا تھا۔ بعد اس کے حضرت جعفرؓ کے بیٹے عون کے ساتھ ان کا نکاح ہوا۔ جب عون مرے تو جعفر کے دوسرے بیٹے محمدؒ کے ساتھ ان کا نکاح ہوا۔ جب وہ مر گئے تو جعفر کے تیسرے بیٹے عبداللہ سے اُن کا نکاح ہوا۔

اور[4] حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مادری بہن اُمِّ کلثوم رضی اللہ عنہا پہلے زید بن حارثہ کے نکاح میں تھیں۔ جب وہ شہید ہو گئے تو زبیر بن عوام سے اُن

۱؎ ترمذی مشکوٰۃ ۲؎ شرح فقہ اکبر صد ۱۲۵، ۱۲۶ ۳؎ تقویتہ الایمان صد ۲۸۷
۴؎ الریاض المطابہ صد ۱۰۲

کا نکاح ہوا۔ جب وہ فوت ہو گئے تو تیسری مرتبہ عمرو بن عاص بن عوف سے اُن کا نکاح ہوا۔ جب وہ فوت ہو گئے تو چوتھی مرتبہ عمر بن عاص رضؓ سے اُن کا نکاح ہوا۔

اور[1] سوائے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سب بیبیاں ایسی ہی تھیں کہ کسی کا ایک خاوند فوت ہو چکا تھا، کسی کے دو اور کسی کے تین اور بعض مطلقہ تھیں۔

پس جو شخص بیوہ کے دوسرے نکاح کو عیب جانے اور بے عزتی سمجھے اور بیوہ کے نکاح ثانی کی کوشش نہ کرے وہ مسلمان نہیں بلکہ کافر ہے۔

۲۵۔ ختنہ

ختنہ[2] کرنا جملہ انبیا علیہم السلام کی سُنت ہے۔ حضرت[3] ابراہیم علیہ السلام نے اپنا ختنہ اسی برس کی عمر میں کیا تھا اور حضرت[4] ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے اسحاق علیہ السلام کا ختنہ ساتویں دن اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ختنہ تیرھویں برس کیا اور رسول[5] اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کا ختنہ ساتویں دن کیا اور صحابہ[6] کرام رضؓ قریب بلوغت کے اپنے لڑکوں کا ختنہ کیا کرتے تھے۔

عورتوں[7] کے ختنہ کرنے کے متعلق جو حدیثیں وارد ہوئی ہیں وہ ضعیف ہیں۔

۲۶۔ ہمسایہ کے حقوق

فرمایا اللہ تعالیٰ نے

---

[1] تقویۃ الایمان ص ۲۸۸ [2] بخاری ص ۹۳۱ [3] بخاری ص ۹۳۱ [4] سفر السعادت ص ۱۰۸ [5] حاکم، بیہقی، نیل ج ۱ ص ۱۰۹ [6] بخاری ص ۱۰۳۲ [7] نیل۔

وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی وَالْجَارِ الْجُنُبِ ط | یعنی احسان کرو ہمسایہ قرابت اور ہمسایہ اجنبی کے ساتھ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ ہمسائیگی چالیس گھر تک ہے[1] ہمسایہ کی ایک عورت سے زنا کرنے کا گناہ غیر ہمسایہ کی دس عورتوں سے زنا کرنے کے گناہ سے زیادہ ہے۔ اور ہمسایہ کے ایک گھر کی چوری کرنے کا گناہ غیر ہمسایہ کے دس گھر کی چوری کرنے کے گناہ سے زیادہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے ستایا ہمسایہ کو اس نے مجھ کو ستایا اور جس نے مجھے ستایا اس نے اللہ تعالیٰ کو ستایا۔

جس[3] نے پیٹ بھر کر کھایا اور اس کا ہمسایہ بھوکا پڑا رہا وہ مسلمان نہیں۔ جس[4] کی ایذا سے ہمسایہ امن میں نہیں ہے وہ بہشت میں نہیں جائے گا۔ جس کی ایذا سے ہمسایہ بے خوف نہیں ہے وہ مسلمان نہیں ہے۔ قیامت کے دن پہلے دو جھگڑنے والے ہمسائے ہوں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عورت کا ذکر کیا گیا کہ بہت نماز پڑھتی اور بہت صدقہ کرتی اور بہت روزہ رکھتی ہے مگر ہمسائیوں کو اپنی زبان سے ایذا دیتی ہے آپ[ص] نے فرمایا دوزخ میں جائے گی۔ پھر دوسری عورت کا ذکر آیا کہ اس کا روزہ نماز کم ہے۔ صدقے میں پنیر دیتی ہے مگر پڑوسیوں کو نہیں ستاتی۔ فرمایا: وہ بہشت میں جائے گی۔ خدا کے نزدیک وہ لوگ بہتر ہیں جو اپنے ہمسایوں سے بھلائی کرتے ہیں۔

جس کو ہمسائے نیک کہیں وہ نیک[5] ہے اور جس کو ہمسائے بُرا کہیں وہ بُرا ہے۔

جو شخص[6] بات کرنے میں سچا ہو اور امانت میں خیانت نہ کرے اور ہمسائے سے بھلائی کرے تو وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دوست ہے۔

---

[1] طبرانی صـ۲۴۶ [2] احمد [3] بشارت الفساق [4] مشکوٰۃ
[5] ابنِ ماجہ [6] بیہقی مشکوٰۃ۔

دعوتیں

اور اُن کے احکام و اقسام

۱۔ عقیقہ

عَنْ[1] سَلْمَانَ بْنِ عَامِرِ الضَّبِّيِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَعَ الْغُلَامِ عَقِيْقَةٌ فَاَهْرِيْقُوْا عَنْهُ دَمًا وَاَمِيْطُوْا عَنْهُ الْاَذٰى ؕ

سلمان بن عامر الضبی سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے سُنا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ بچے کے ساتھ عقیقہ ہے۔ پس اس کی طرف سے خون کو بہاؤ اور اذیت کو دُور کرو۔

حضرت[2] صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ بچہ گروی ہوتا ہے جب تک کہ اس کا عقیقہ نہ کیا جائے۔

چاہیئے[3] کہ جب بچہ پیدا ہو تو اس کے دائیں کان میں نماز کی اذان کہیں، اور بائیں کان میں اقامت کہیں۔ اس سے بچے کو اُم الصبیان[4] کی بیماری نہیں ہوتی۔ اور کسی اچھے بزرگ آدمی کے پاس اس کو لے جائیں تاکہ وہ کھجور یا چھوارہ چبا کر تھوڑا سا بچے کے منہ میں ڈال دے اور بچے[5] کے حق میں دعا کرے۔

---

[1] بخاری مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۳۵۲ [2] ترمذی مشکوٰۃ صفحہ ۳۵۴ [3] ترمذی مشکوٰۃ صفحہ ۳۵۵
[4] ابوالعلی جامع صغیر [5] مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۳۵۴۔

اگر بچہ لڑکا ہے تو اُس کے عقیقے میں دو[1] مینڈھے یا بکرے چاہے نر ہوں چاہے مادہ ہوں۔ اگر دو[2] کا مقدور نہ ہو تو ایک ہی جانور ساتویں دن قربان کر دیں۔ اور اگر لڑکی ہے تو ساتویں دن ایک جانور خواہ نر ہو یا مادہ قربانی کریں اور اسی دن بچے کا نام رکھیں اور اُس کے بال اُترواکر اس کے ہم وزن[3] سونا یا چاندی اللہ کی راہ میں صدقہ کریں۔ عقیقے کا گوشت اپنے پرائے سب کو کھلائیں۔

ساتویں دن عقیقہ کرنا صحیح حدیثوں سے ثابت ہے۔ ساتویں دن نہ ہو سکا تو چودھویں یا اکیسویں دن کرنا ہوگا (عون المعبود) بچوں کا میل کچیل[4] اتارنا بال منڈوانا، عقیقہ کرنا سُنت ہیں۔ بچوں کے سروں پر بعد عقیقہ زعفران[5] ملی جائے۔

قرض لے کر عقیقہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ عقیقے میں اگر قرض لے کر فخر و ناموری اور بدلہ اتارنے کی دعوت کی جائے تو سچے مسلمانوں کو ایسی دعوت کو قبول نہ کرنا چاہیئے بلکہ اسطرح کی تمام دعوتوں کا یہی حکم ہے۔ اگر قرضہ سودی لیا گیا ہے تو ایسا کرنا اور اس کا کھانا حرام ہو جاتا ہے۔

۲۔ دعوتِ ولیمہ

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا دُعِيَ اَحَدُكُمْ اِلَى الْوَلِيْمَةِ فَلْيَسْتَجِبْ۔

(ابوداؤد مشکوٰۃ ص۳۵۵)

عبداللہ بن عمرؓ عنہ سے روایت ہے کہ تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بُلایا جائے کوئی تمھارا ولیمے کی طرف تو چاہیئے کہ وہاں چلا جائے۔

---

[1] ترمذی مشکوٰۃ ص۳۵۴ [2] ترمذی مشکوٰۃ ص۳۵۴ [3] احمد مشکوٰۃ ص۳۵۴ [4] ترمذی مشکوٰۃ ص۳۵۴۔

ولیمہ شادی کے کھانے کو کہتے ہیں جو شادی کے بعد دولہا کی طرف سے کیا جاتا ہے۔ یہ کھانا سنتِ صحیحہ سے ثابت ہے۔ حضرت[۱] صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ کو فرمایا کہ ولیمہ کر، اگرچہ ایک ہی بکری کا مقدور ہو۔ مالیدہ[۲] ستو اور مٹھائی سے بھی ولیمہ کرنا درست ہے۔ طاقت سے زیادہ نہ بڑھنا چاہیئے جتنا اللہ پاک مقدور دے بے تکلف اپنے یار دوستوں اور غریب فقیروں کو شامل کر کے کھلا دیں۔

جس[۳] ولیمے کے کھانے میں فقیر محتاج شامل نہ ہوں، اس کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کھانوں سے بُرا کھانا فرمایا ہے۔ ایسے ولیمے کی دعوت کو منظور نہ کرنا چاہیئے۔ اور جو ولیمہ[۴] پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے موافق کیا جائے مسلمانوں کو اس دعوت کو قبول کرنا واجب ہے۔ جو مسلمان قبول نہ کرے اور چھوڑ دے ولیمے کی دعوت کو وہ اللہ کا نافرمان ہے۔ اگر بیماری وغیرہ کا عذر ہو تو اس کے مکان پر جا کر معذرت کر آئے۔ کھانا چاہے نہ کھائے اختیار ہے۔ پھر صاحب دعوت کے حق میں دعا کرے۔

شادی سے پہلے کھانا دینا بدعت ہے۔ اسی طرح سے دلہن کی طرف سے قبل نکاح کھلانا اسلام میں ثابت نہیں۔ جب تک اس کھانے کا ثبوت نہ ہو سچے مسلمانوں کو ایسا کرنا اور کھانا نہ چاہیئے۔

قرض لے کر ولیمہ نہ کریں۔ جو کچھ حاضر ہو یا کوئی یار دوست ولیمے کا سامان اکٹھا کر دیں تو کچھ مضائقہ نہیں۔ جو مسلمان سودی روپیہ لے کر ولیمہ کرتے ہیں اپنے ایمان کو خراب کرتے ہیں۔ اور[۵] جو لوگ نام دری اور فخر کے ساتھ کرتے ہیں حضرت[۶]

---

[۱] بخاری مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۲۷۰ [۲] بخاری مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۲۷۰ [۳] بخاری مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۲۷۰ [۴] بخاری مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۲۷۰ [۵] بخاری، ابوداؤد مشکوٰۃ صفحہ ۲۷۵ [۶] بخاری مشکوٰۃ ۲۷۳۔

صلی اللہ علیہ وسلّم نے ان کے ساتھ کھانے سے منع فرمایا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا[۱]: "ولیمے کا سب سے بُرا کھانا وہ ہے کہ جو شخص اس میں آئے وہ روکا جائے اور جو نہیں آتا اُن کو منایا جائے۔" ف ایسے کھانوں سے اکثر مقصود لوگوں کی رو رعایت اور شرماحضوری اور خوشامد ہے۔ اس واسطے ایسے کھانوں سے سچے مسلمانوں کو بچنا لازم ہے۔ ہمارے زمانے کے نام کے مسلمانوں میں اکثر کھانے اس قسم کے ہوتے ہیں جو کہ محض فخر اور بڑائی مارنے کے واسطے کئے جاتے ہیں۔ گو ظاہر میں ولیمے یا ختنے یا عقیقے کا نام ہوتا ہے مگر خلوصِ نیت و موافقتِ سنت سے بہت دُور ہوتے ہیں۔ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسے دھوم دھام کے کھانے نہیں کر سکتے تھے؟ یا سارے صحابہؓ محتاج تھے؟ حضرت عثمانِ غنیؓ تو نگری میں مشہور تھے۔ اُنھوں نے کبھی زمانۂ نبوت سے لگا کر آخیر زمانۂ خلافت تک ایسے کھانے دھوم دھام کے نہیں کئے نہ کسی اور خلیفہ راشد سے ایسے کھانے ثابت ہیں۔ ہاں، خدائی کاموں میں لاکھوں روپیہ اُن کا صرف ہوتا ہے۔ دنیا کے لحاظ سے کبھی کوڑی بے جا صرف نہ ہوتی تھی۔ پھر قرض کر کے دعوت کرنے کا تو کیا ذکر ہے۔ پھر ایسے کھانوں پر روٹھا منائی ہوتی ہے جو کھانے میں شریک نہیں ہوتے، کہا جاتا ہے کہ اس نے ہمارا کھانا بگاڑ دیا۔ پس ایسے کھانے ریا و فخر کے نہیں تو اور کیا ہیں؟ اگرچہ وہ کھانا ولیمے کا ہو یا عقیقے کا یا اور کسی دعوت کا۔

۳۔ آپس میں ہدیہ اور مہمان داری

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

[۱] بخاری مسلم مشکوٰۃ ص۲۷۸۔

اِذَا دَخَلَ اَحَدُكُمْ عَلٰۤى اَخِيْهِ الْمُسْلِمِ فَلْيَاْكُلْ مِنْ طَعَامِهٖ وَلَا يَسْاَلْ وَيَشْرَبْ مِنْ شَرَابِهٖ وَلَا يَسْاَلْ ؕ

فرمایا۔ جب تم میں سے کوئی اپنے مسلمان بھائی کے گھر میں داخل ہو تو چاہیئے کہ اس کا کھانا کھا لے اور شراب پی لے اور پوچھے نہیں۔ (بیہقی مشکوٰۃ صہ ۳۷۱)

حضرت[1] صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دستور تھا کہ آپس میں ایک دوسرے کے گھر ہدیہ تحفہ بھیجتے تھے اور اس کو محبت و الفت کے بڑھنے کا وسیلہ سمجھتے تھے۔ خود جناب رسالت مآبؐ لوگوں کا ہدیہ قبول فرماتے تھے اور مسلمانوں کو اس کام پر رغبت دلاتے تھے۔

نئے[2] مسلمانوں کی مدد کرنا، اسلام کی طرف بلانے کو لالچ دینا۔ ایسے لوگوں کو دینا جو مسلمانوں سے مشرکین کا ضرر رفع کردیں یا شربت یا چائے یا شرینی مجلسِ وعظ میں تقسیم کرنا تاکہ لوگ رغبت سے اللہ اور رسولؐ کے حکم کو سُنیں درست ہے

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کسی اعلیٰ چیز پر فخر نہ کرتے تھے۔ نہ ریا و ناموری کرتے تھے۔ اگر تحفہ و ہدیہ میں زیادہ بدلہ اتارنے کی نیت ہو تو سخت منع ہے۔ اگر خالص اللہ واسطے رسولؐ خدا کے حکم کے موافق ہدیہ دیا جائے اور اس سے محبت بڑھانا مقصود ہو، احسان جتانے، طعن کرنے کی نیت نہ ہو تو یہ بہت عمدہ کام ہے۔

نبوت کے زمانے میں اکثر دعوت اس طرح ہوتی تھی کہ غریب مسلمانوں کو صحابہؓ گھر لے جاکر جو کچھ میسر ہوتا کھلاتے تھے۔ جب[3] مہمان آتے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ پر مہمانوں کو تقسیم کردیتے اور[4] فرماتے تھے جو اللہ اور آخرت

---

[1] بخاری مشکوٰۃ صہ ۱۵۳ [2] تفسیر جامع البیان پارہ ۲۰ [3] بخاری مسلم مشکوٰۃ صہ ۵۳۲ [4] بخاری مسلم مشکوٰۃ صہ ۳۶۰۔

پر ایمان رکھتا ہے وہ مہمان کی تواضع کرے۔

اگر اللہ[1] مقدور دے تو پہلے دن مہمان کو اچھا کھانا کھلائے اور دو[2] روز معمولی کھانا دے جو آپ ہر روز کھاتا ہے۔ فرمایا[3] کہ مہمان کو تین روز سے زیادہ ٹھہرنا نہ چاہیئے۔ فرمایا جس[4] مہمان کو کھانا نہ دیا جائے وہ گھر والے کی بغیر اجازت اپنی دعوت کے بقدر کھا سکتا ہے۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم امیر وغریب سب کی دعوت قبول فرماتے تھے۔ اگر کوئی غلام بھی دعوت کرتا تھا تو اس کی دعوت بھی کھاتے تھے اور فرماتے[4] تھے کہ اگر میں دعوت بکری کے پائے کھانے کو بلایا جاؤں تب بھی قبول کر لوں گا اور بکری کا پایا کوئی مجھے ہدیہ بھیجے تب بھی قبول کر لوں گا۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی میدے[5] کی چپاتی نہیں دیکھی یہاں تک کہ خداوند تعالیٰ سے ملاقات ہوئی یعنی وفات پائی۔ نہ کبھی آپؐ نے چھنے ہوئے آٹے کی روٹی کھائی اور نہ کبھی خوان میں کھانا کھایا بلکہ دسترخوان پر کھانا کھاتے تھے، نہ کبھی[6] دو دن برابر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں نے پیٹ بھر کر روٹی کھائی۔

اگر نفل روزہ رکھے اور کوئی مسلمان دعوت کھانے کو کہے تو اس کے گھر چلا جانا چاہیئے۔ پھر اختیار ہے چاہے[7] روزہ توڑ دے اور چاہے رہنے دے۔ اور صاحبِ دعوت کے حق میں دعائے خیر کرے۔ اگر ایک[8] ہی وقت میں دو دعوتیں آئیں تو پہلی کو قبول کرے۔

جو شخص[9] دعوت میں بن بلائے چلا جائے اس کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] بخاری مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۳۶۰ [2] بخاری مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۳۶۰ [3] بخاری مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۳۶۰ [4] ترمذی تیسیر الوصول چھاپہ نولکشور جلد ثانی صفحہ ۲۴۹ [5] بخاری مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۳۵۵ [6] بخاری مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۴۳۸ [7] احمد ابوداؤد مشکوٰۃ صفحہ ۱۰۳ [8] احمد ابوداؤد مشکوٰۃ صفحہ ۲۷۰ [9] احمد ابوداؤد مشکوٰۃ صفحہ ۲۷۰

نے لیٹر ا اور چور فرمایا ہے ۔ جس مسلمان کا حال معلوم نہ ہو اس کی دعوت قبول کر لینی چاہیئے ۔ مسلمان آدمی[1] سے یہ پوچھنا منع فرمایا ہے کہ تیرا کھانا حرام کا ہے یا حلال کا ۔

حضرت[2] صلی اللہ علیہ وسلم نے فاسقوں کی دعوت کو قبول کرنے سے منع فرمایا ہے ۔ حضرت[3] نے فرمایا ہے تو کھانا مت کھا ، مگر متقی کا ، اور نہ تیرا کھانا کھائے مگر متقی جو متبع سنت ہے ۔ کبیرہ گناہوں سے بچتا ہے اگرچہ صغیرہ اس سے ہوتے ہوں اور وہ ان پر شرمندہ ہو سرکش نہ ہو ۔ اور جو کھلم کھلا ڈاڑھی منڈوائیں یا کتروائیں یا ٹخنے سے نیچے پائجامہ پہنے ، زنا کرے ، رنڈیوں کے ناچ گانے سُنے ، محفلوں میں شریک ہو ، میلے ٹھیلوں کی سیر کرے ، نذر و نیاز کو تبرک سمجھے ۔ اہلِ حدیث کو برا کہے اور ان کے مقابلے میں بدعتیوں کو اچھا سمجھ کر ان کی تعریف کرے ۔ ایسے لوگ کافر ، مشرک ، بدعتی و بدکار ہوتے ہیں ۔ ہرگز ایسے لوگوں کی دعوت نہ قبول کرنا چاہیئے ۔ گو ظاہر میں ایسے لوگ مسلمان کہلائیں ، کلمہ پڑھیں ، یہ بداعمال جب تک بداعمالی سے توبہ نہ کریں اور موحدوں کا طریقہ اختیار نہ کریں نجات کی اُمید نہ رکھیں ۔ قرآن کریم ایسے مسلمانوں کے اسلام کا انکار کرتا ہے چونکہ ایسے مسلمانوں کا پیشہ غالباً حرام کا ہوتا ہے ۔ سود وغیرہ حرام کی آمدنی سے بہت کم پاک ہوتا ہے ۔ سچے موحدین کو یہ کھانا حرام ہے ۔

اکثر مسلمان اس مسئلے میں خواہ حنفی ہوں خواہ محمدی پھسل گئے ہیں ۔ کھانا کسی کے گھر کا ہو ، تقریب جائز کا ہو یا تقریب حرام کا ، خواہ کیسا ہی ناپاک کیوں نہ ہو ، بے تکلف کھانے اڑانے کو موجود ہو جاتے ہیں ۔ نہ حلال سے غرض ہے نہ حرام سے واسطہ ۔ ان کے شریک کیوں نہ ہوں ۔ یہ لوگ ان کو خدا اور رسولؐ سے زیادہ عزیز ہیں ۔ ان کا خوش رکھنا لازم سمجھا ہوا ہے ۔ خدا و رسولؐ ناراض

---

[1] بیہقی مشکوٰۃ ص ۲۴۱ [2] ابوداؤد مشکوٰۃ ص ۲۷۰ [3] بیہقی شعب الایمان مشکوٰۃ ص ۲۷۱

ہوں تو ہوا کریں۔

جب اسلام کا یہ مذاق ٹھہرایا گیا تو اب مسلمانی کا دعوٰے عبث ہے۔ اس لئے کہ جو فعل تم کرتے ہو، سارے یہود و نصاریٰ اپنے یہاں شادی وغیرہ میں کرتے ہیں۔ اب تو یہ بڑی ناانصافی اور سفید بے دینی کی بات ہے کہ تم اچھے رہو اور وہ بُرے ٹھہریں۔ نفس خبیث بغل میں ہر وقت موجود شیطان لعین رگوں میں ہر وقت خون کی طرح پھرتا ہے۔ پس ہمارے ایسے ایمانوں کا خدا حافظ۔ ورنہ خیریت ہے۔

۴۔ اللہ واسطے کی دعوت

عَنْ اَبِی الْاَحْوَصِ الْجُشَمِیِّ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَرَءَیْتَ اِنْ مَرَرْتُ بِرَجُلٍ فَلَمْ یَقْرِنِیْ وَلَمْ یُضِفْنِیْ ثُمَّ مَرَّبِیْ بَعْدَ ذٰلِكَ اَقْرِیْهِ اَمْ اَجْزِیْهِ قَالَ بَلْ اَقْرِهٖ۔

(ترمذی مشکوٰۃ ص۳۶۱)

ابی احوص جشمی نے اپنے باپ سے روایت کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اگر کسی شخص کے پاس سے گزروں اور وہ میری دعوت نہ کرے پھر اس کا میرے پاس سے گذر ہو تو کیا میں اس کی دعوت کروں یا نہیں؟ آپ نے فرمایا بلکہ دعوت کرو۔

صحیح بخاری[1] میں ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک عورت ہر جمعے کو چقندر کی جڑیں جو کہ آٹے میں ملا کر پکایا کرتی تھی اور حضرتؐ کے اصحابؓ کو کھلاتی تھی۔ صحابہؓ ہر جمعے کو اس کے کھانے کو رغبت سے کھاتے اور منتظر رہتے تھے اور ہمیشہ بعد نماز جمعہ کے اس کے مکان پر سلام علیک کر

---

[1] بخاری مطبوعہ مصطفائی جلد اول ص۱۲۸

کے جا بیٹھتے۔ وہ سب کو کھانا کھلاتی۔ صحابۂ کرامؓ شوق سے کھاتے تھے۔

صحیح[1] بخاری میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ ان لوگوں کو جو اُن کے پاس رہتے تھے۔ افطاری تقسیم کیا کرتے تھے اور جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینے میں تشریف لائے تو آپؐ نے ایک اونٹنی ذبح کی جس کا گوشت صحابہؓ پر تقسیم کیا گیا۔ سب نے تبرّکاً کھایا۔

اور اسی طرح ایک دفعہ سفر میں ایک گائے خریدی گئی اور ذبح کر کے صحابہؓ پر تقسیم ہو کر کھائی گئی۔

ف۔ جمعہ کے دن کوئی خاص کھانا پکا کر اللہ کے نام دینا اور نیک مسلمانوں کا روزہ افطار کرانا اور جب سفر میں ہوں مسلمانوں کے لیے جانور قربانی کرنا۔ یا جب سفر سے گھر کو واپس آئیں مسلمانوں کی دعوت کرنا یا توفیق کے موافق کچھ بھی تقسیم کرنا وغیرہ صحیح حدیثوں سے ثابت ہے۔ اسی طرح کسی نیک کام کی خوشی میں مبارک باد دینا یا بطور ہدیہ یا انعام کے مسلمانوں میں تقسیم کرنا اپنی حیثیت کے موافق درست ہے۔

ایک[2] سفر میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحابؓ سے فرمایا کہ آج ایک بکرے کے کباب تیار کرنے چاہئیں۔ سب صحابیوں نے ایک ایک کام اپنے ذمے لے لئے۔ کسی نے گوشت کاٹنے کا، کسی نے پیسنے کا، کسی نے پکانے کا، کسی نے کوٹنے کا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم چپکے سے نکل کر جنگل سے لکڑیاں چن لائے۔ جب کھانا تیار ہو گیا، آپؐ نے اور سب صحابہؓ نے کھایا۔

ف اس حدیث سے گوشت کھانے کا ثبوت پایا گیا۔

صحیح[3] بخاری میں ہے کہ حضرت عائشہؓ جب ان کے کنبے میں کوئی مر جاتا تو اس کے گھر ایک خاص قسم کا کھانا جس کو تلبینہ کہتے ہیں اور آٹے کو دودھ میں ملا کر

---

[1] بخاری عربی بمبئی صہ ۴۳۲ [2] تفسیر عزیزی تبارک سورۂ نون رکوع ۱۲۔

[3] بخاری عربی بمبئی صہ ۸۱۹۔

وہ بنتا ہے، بھجواتی تھیں اور جب باہر کے لوگ چلے جاتے تھے اور گھر کے خاص خاص مرد و عورتیں رہ جاتیں تب مل کر کھاتے۔

ف ان کھانوں کے سوا شریعتِ اسلام میں اور بھی کئی طرح کے کھانے ثابت ہیں۔ جو لوگ[1] ملاقات کرنے آئیں اُن کو کھلانا۔ یا جو بھوکے[2] سوال کریں۔ اُن کو کھلانا۔ پھر اُن سے بعض کھانے وہ ہیں کہ جن میں خاص مسکینوں و فقیروں کا حق ہے۔ امیروں کو اُن میں شریک ہونا درست نہیں اور بعضے وہ ہیں کہ جن کا کھانا امیر و غریب، دوست آشنا سب کو درست ہے۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ ہر ایک کام دین کا ہو یا دنیا کا کسی نیت کے ساتھ ہونا چاہیئے اور کام کا اعتبار کرنیوالے کی نیت پر ہوتا ہے۔ دوسرے کا قول و نیت کا اعتبار نہیں۔ مثلاً زید کہے میں نے اللہ کے واسطے کھانا کیا ہے اور عمر کہے زید نے گیارہویں کا کھانا پکایا ہے تو زید کا قول قبول اور عمر کا قول مردود سمجھا جائے گا۔

ایک شخص نے گیارہویں کا کھانا پکایا۔ جب اُس کو قرآن و حدیث سے سمجھایا۔ اور اس کی سمجھ میں آگیا۔ تب اُس نے توبہ کی اور عقیدۂ فاسد کو بدلا اور اس کھانے کو اللہ کی نذر کرنے کی نیت کی تبھی وہ کھانا جو کہ نیتِ فاسد کے ساتھ مردار ہو گیا تھا نیک نیتی کے ساتھ حلال ہو گیا۔ بموجبِ قول[3] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کل کام نیتوں پر موقوف ہیں۔ جیسی نیت کرے گا ویسا ہی پھل پائے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نیتوں کا جاننے والا ہے۔

---

[1] مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۳۶۰ [2] مسلم مترجم ج ۵ صفحہ ۲۱۲۹۔
[3] بخاری مسلم صفحہ ۳۳۔

کتاب الجنائز

۱۔ عیادت اور تیمار داری

آنحضرت[1] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ قیامت کے روز فرمائے گا کہ اے بنی آدم میں بیمار ہوا اور تو میری عیادت کو نہ آیا۔ میں نے تجھ سے کھانا اور پانی مانگا مگر تو نے مجھے کچھ بھی نہیں دیا۔ بندہ کہے گا کہ خداوندا تو بیماریوں سے پاک اور محتاجی سے منزہ ہے میں تیری تیمار داری کیسے کرتا۔ اللہ تعالےٰ فرمائے گا کہ میرا فلاں بندہ بیمار پڑا تو اس کے پوچھنے کو نہیں گیا۔ میرے فلاں بندے نے کھانا پانی مانگا، تو نے اسے کھانا پانی نہیں دیا۔ کیا تجھے معلوم نہ تھا کہ اگر تو میرے بندے کی عیادت کرتا تو مجھے اس کے پاس پالیتا۔ اگر تو اسے کھلاتا پلاتا تو میری جناب سے بہت کچھ مرتبہ پاتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ جو بیمار کو پوچھنے جاتا ہے آسمان سے ایک فرشتہ ندا کرتا ہے کہ تجھے دنیا و آخرت میں خوشی ہو، تیرا چلنا اچھا ہو اور تو نے جنت میں بڑا درجہ حاصل کیا۔

[2] یہ بھی فرمایا کہ جو شخص کسی بیمار کی عیادت کو صبح کے وقت جاتا ہے۔

---

[1] مسلم مشکوٰۃ ص ۱۲۵   [2] ترمذی، ابو داؤد مشکوٰۃ ص ۱۲۷۔

اس کے لیے ستر ہزار فرشتے شام تک بخشش کی دُعا مانگتے ہیں اور جو آخر دن میں جاتا ہے تو صبح تک دُعا مانگتے رہتے ہیں۔

[۱] یہ بھی فرمایا کہ جو شخص وضو کر کے مریض کی عیادت کرتا ہے وہ ساٹھ برس کے فاصلے تک دوزخ سے دُور رکھا جائے گا اور جب تک بیمار کے پاس رہتا ہے رحمتِ الٰہی میں غرق رہتا ہے۔

کافر کی بھی عیادت کرنا درُست ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کافر[۲] چچا ابو طالب اور دُوسرے کفار کی عیادت کی ہے۔ آپ[۳] بادیہ نشین اور گنواروں کی عیادت کو بھی جاتے تھے اور فرماتے تھے[۴] کہ جب تک آدمی بیمار کے پاس رہتا ہے جنت کی میوہ خوری میں مصرُوف رہتا ہے۔

آنحضرت[۴] صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کوئی بیمار لایا جاتا تو آپ اُس کے جسم پر ہاتھ پھیرتے اور شفا کے لئے دُعا مانگتے۔ اور جب[۴] خود بیمار ہوتے تو سُورۂ فلق اور سُورۂ والناس پڑھ کر اپنے ہاتھوں پر دم کرتے اور انہیں بدن مُبارک پر پھیرتے۔

آپ[۵] درد والے کو فرمایا کرتے۔ درد کی جگہ ہاتھ رکھ کر تین دفعہ بسم اللہ پڑھ کر ذیل کی دعا سات دفعہ پڑھے۔ اَعُوْذُ بِعِزَّۃِ اللّٰہِ وَ قُدْرَتِہٖ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَ اُحَاذِرُ ط

۲- موت اور بیماریاں

آنحضرت[۶] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مُسلمان موحد کو جو تکلیف و مصیبت

---

[۱] ابو داؤد مشکوٰۃ صد ۱۲۷ [۲] مسلم مشکوٰۃ صد ۱۲۵ [۳] صحیحین مشکوٰۃ صد ۱۲۵ [۴] صحیحین مشکوٰۃ صد ۱۲۶۔ [۵] مسلم مشکوٰۃ صد ۱۲۶

[۶] صحیحین مشکوٰۃ صد ۱۲۶۔

اور درد و رنج یا غم و فکر اور کسی طرح کا صدمہ پہنچتا یا کانٹا لگتا ہے تو اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے گناہ دور کر دیتا ہے اور[1] جو صبر کرتا اور شکر گذار ہوتا ہے۔ بیماری میں گناہوں سے ایسا پاک و صاف ہو جاتا ہے جیسا ماں کے پیٹ سے بے گناہ پیدا ہوا تھا۔

جو[2] بیمار قریب المرگ ہو وہ کھانے کو کوئی چیز مانگے تو اُسے دی جائے۔ صالح[3] مسلمان بیمار پڑ کر عبرت حاصل کرتا اور بعد کو گناہوں سے پرہیز کرتا ہے اور منافق نہ بیماری سے سے عبرت پکڑتا ہے نہ گناہوں سے بچتا ہے۔

اللہ[4] تعالیٰ فرماتا ہے مجھے جس بندے کو نجات دینی منظور ہوتی ہے اُس کے مال و اولاد پر مصیبت ڈال دیتا ہوں۔ دنیا میں تنگ روزی کر کے بیماری میں مبتلا کر کے گناہوں سے پاک اور صاف کر کے اٹھاتا ہوں۔

حضرت[5] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو موحد مسلمان بیمار ہو کر وفات پاتا ہے وہ عذاب قبر سے بچتا اور شہیدوں کے درجے میں مرتا ہے۔ وباء سے بھاگنے میں اتنا ہی گناہ ہے جتنا جہاد سے بھاگنے میں۔ اور[6] مقامات وباء میں صبر کرنے سے شہید کا جیسا ثواب ملتا ہے۔ جو[7] موحد مسلمان مرگی پر صبر کرے اس کی نسبت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی ہے۔

مسلمان[8] موحد کا سفر میں مرنا شہادت ہے۔ اسی[9] طرح وباء اور دستوں اور جلندھر کے مرض یا اتفاقاً پانی میں ڈوب کر یا اونچی دیوار سے گر کر یا درد پسلی میں مبتلا ہو کر یا جہاد میں شریک ہو کر یا آگ میں جل کر اور حاملہ عورت حمل کی حالت میں یا بچہ جنتے

---

[1] مسند امام احمد مشکوٰۃ صد ١٣٠ [2] ابن ماجہ مشکوٰۃ صد ١٣٠ [3] ابوداؤد مشکوٰۃ صد ١٢٩ [4] رزین م مشکوٰۃ جلد ٢ صد ٢٣ [5] ابن ماجہ مشکوٰۃ صد ١٢٦ [6] بخاری مشکوٰۃ صد ١٢٧ [7] صحیحین مشکوٰۃ صد ١٢٩ [8] ابن ماجہ مشکوٰۃ ج ٢ صد ٢٦ [9] صحیحین مشکوٰۃ صد ١٢

وقت یا بچے کو دودھ پلانے کی عمر میں مر جائے یا کوئی شخص مرضِ سل یا محافظتِ مال پر جان دے دے یا مظلوم یا مشاقِ شہادت گو اپنے گھر ہی میں فوت ہو جائے اور حقانی واعظ یا جسے شیر پھاڑ کر کھائے یا جسے سانپ ڈس جائے یا گھیر اکاٹ جائے ان سب قسم کے لوگوں کا اگر توحید پر خاتمہ ہو تو شہید کے حکم میں ہیں یعنی شہیدوں جیسا ثواب پائیں گے۔

خاص کر اس پُر فتنہ و فساد اور شور و شغب کے زمانے میں حدیثوں پر چلنے والوں کو سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔ جیسا کہ جناب[1] نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِي عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِي فَلَهٗ اَجْرُ مِائَةِ شَهِيْدٍ ط جو لوگ منکرِ حدیث ہیں وہ ہمیشہ اس ثواب عظیم سے محروم ہیں۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنَ الْمُتَمَسِّكِيْنَ بِالْحَدِيْثِ ط آمین

جو لوگ حکماً شہید ہیں جیسے مذکورہ شہید، انہیں مرنے کے بعد غسل دینا، کفنانا، ان کے جنازے کی نماز پڑھنا ضروری ہے۔ جیسا کہ حضرت عمرؓ باوجود شہید ہونے کے غسل دیئے گئے، کفنائے گئے اور صحابہؓ نے ان کے جنازے کی نماز پڑھی۔

۳۔ وصیّت

آنحضرت[2] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس مسلمان کے پاس کچھ قابلِ وصیت مال ہو اُسے لائق نہیں کہ بغیر وصیت اس پر دو یا تین راتیں گزر جائیں۔ سخت[3] بیماری کی حالت میں ایک تہائی مال سے زیادہ وصیّت و خیرات کرنا جائز نہیں۔ ایسی حالت میں وصیت کا مال غریبوں اور مفلسوں کو بہ نیّت ثواب و صدقہ دینا مناسب ہے۔ خواہ رشتہ دار ہوں یا غیر لیکن وارث کے لئے کسی قسم کی مالی وصیّت جائز نہیں۔

۱؎ بیہقی م مشکوٰۃ جلد ۲ ص ۲۸ ۲؎ مسلم م ص ۱۷۱۱ ۳؎ مسلم م ص ۱۷۱۲

ان کا حق اللہ تبارک وتعالیٰ نے مورث کے مال میں پہلے ہی مقرر کر دیا ہے جب آدمی بالکل تندرست اور اچھا بھلا ہو، اُسے اختیار ہے چاہے اپنا سارا مال ایک شخص کو اپنے ہاتھ سے دے دے لیکن بیماری کی حالت میں ایسا نہیں کر سکتا۔

۴۔ مرنے والوں کو تلقین

جس[1] وقت کوئی مسلمان مرنے کے قریب ہو اُسے قبلہ رُخ لٹا دیں اور سورۂ یٰسین سنائیں اور پاس بیٹھ کر بآواز بلند کلمہ پڑھیں لیکن مرنے والے کو مجبور نہ کریں کہ وہ بھی کلمہ پڑھے۔

جناب[2] نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کا خاتمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پر ہوتا ہے وہ جنتی ہے۔

جب[3] یہ شخص مر جائے تو پاس بیٹھنے والے اُس کی آنکھیں بند کر دیں اور نعش کو کپڑے سے ڈھانک دیں۔

حاملہ[4] عورت مر جائے اور تجربہ اور یقین سے معلوم ہو کہ بچہ پیٹ میں زندہ ہے تو میت کا پیٹ چیر کر بچے کو نکال لینا درست ہے (کتب فقہ)

۵۔ میت پر نوحہ کرنے کی حرمت

آنحضرت[5] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مرنے والے کے غم میں بیان کر کے روئے گا، گال کو پیٹے گا، گریبان چاک کرے گا یا ایسے کلمات منہ سے نکالے گا جن سے اللہ تعالیٰ کی ناشکری پائی جائے تو وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

اسی[6] طرح رونے اور گلے شکایتیں کرنے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کفر

۱؎ بدور السافرہ صہ ۸۴ ۲؎ ابوداؤد، مشکوٰۃ صہ ۱۳۲ ۳؎ صحیحین مشکوٰۃ صہ ۱۳۳۔
۴؎ بدور السافرہ صہ ۸۴ ۵؎ صحیحین مشکوٰۃ صہ ۱۴۰ ۶؎ مشکوٰۃ صہ ۱۴۲۔

کی علامت بتائی ہے۔ پھر اگر مرنے والا اس قسم کے رونے کو برا نہیں سمجھتا تھا۔ تو وہ بھی مبتلائے عذاب ہوگا۔

جناب[1] نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو چلا کے اور بیان کہہ کے روئے میں اس سے سخت متنفر و بیزار ہوں۔ اور بہتر صبر وہ ہے جو صدمہ پہنچنے کے وقت کیا جائے۔ مسلمان کو مناسب ہے کہ منہ سے کوئی ایسی بات نہ نکالے کہ جس سے شکوہ و شکایت معلوم ہو۔

ایک[2] صحابی بیمار تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عیادت کو تشریف لے گئے۔ اتفاق سے اسی وقت ان کی روح جسم سے نکل گئی۔ ان کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور ہنوز جسم گرم تھا۔ آپ نے آنکھیں بند کیں اور فرمایا کہ جب آدمی کی روح نکلتی ہے تو اس کی آنکھیں پیچھے لگی رہتی ہیں۔ گھر والوں نے چلا کر رونا شروع کیا آپ[3] نے فرمایا کہ اپنے لئے نیک دعا کرو کیونکہ فرشتے تمھاری باتوں پر آمین کہتے ہیں۔

اس سے صاف واضح ہوگیا کہ رونے والے کو اس بات پر ضرور[4] خیال کرنا چاہئے۔ کہ کوئی بے جا اور ناشائستہ کلمہ زبان سے نہ نکلنے پائے۔ ہاں اگر بے اختیار رونے کی آواز نکل آئے تو مضائقہ نہیں اور اگر قصداً چلا کر روئیں گے تو شیطان اپنا دخل کرے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نوحہ کرنے والیوں پر لعنت[5] فرمائی ہے۔

۶۔ آنسوؤں رونے کا جواز

آنحضرت[6] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آنسوؤں سے آہستہ رونا خدا کی

---

[1] صحیحین مشکوٰۃ صہ ۱۴۲ [2] صحیحین مشکوٰۃ صہ ۱۴۳ [3] مسلم م صہ ۹۱۶
[4] ابوداؤد مشکوٰۃ صہ ۱۴۳ [5] صحیحین مشکوٰۃ صہ ۲۴۲ [6] صحیحین صہ ۱۴۲

رحمت ہے۔ جب آپؐ کے صاحبزادے ابراہیمؓ نے انتقال کیا تو آپؐ نے رو کر زبان مبارک سے فرمایا کہ اے ابراہیمؓ! ہم تیری جدائی سے سخت غمگین ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص حالتِ غم میں حسرت وافسوس کا کلمہ زبان سے نکال بیٹھے تو جائز ہے۔

قرآن مجید[۱] میں آیا ہے کہ جب متبع سنت موحد مر جاتا ہے تو اس کے غم میں آسمان و زمین روتے ہیں اور کافر ومنکرِ حدیث کے مرنے سے خوش ہوتے ہیں۔

۷۔ بچوں کی موت پر صبر و شکر

جب[۲] کسی کا بچہ فوت ہو جائے اور ماں باپ صبر وشکر کریں تو اللہ کے لئے جنت میں ایک عظیم الشان محل بنایا جاتا ہے اور بیت الحمد کے ساتھ اسے مشہور کیا جاتا ہے۔ جس[۳] موحد مسلمان کے تین نابالغ بچے مر جائیں گے تو وہ دوزخ میں داخل نہ ہوگا بلکہ جنت میں جائے گا۔ پل صراط سے چشم زدن میں عبور کر جائے گا اور جس کے دو بچے مرے ہوں اس کے لئے بھی یہی بشارت ہے بشرطیکہ نوحہ نہ کیا ہو۔ بے صبری ظاہر نہ کی ہو۔ آنحضرت[۴] صلی اللہ علیہ وسلم نے نیک عورتوں کے حق میں فرمایا کہ جس کے دو تین نابالغ بچے مر جائیں اور وہ ثواب آخرت میں چاہیں تو انہیں اللہ تعالےٰ جنت میں داخل کرے گا

۸۔ میت کو غسل دینا اور کفنانا

میت[۵] کو غسل دینا واجب ہے۔ غسل دیتے وقت اس کا ستر نہ کھولیں

۱۔ پارہ ۲۵ سورۂ دخان ۔ ۲۔ احمد ترمذی مشکوٰۃ صہ ۱۴۳ ۔ ۳۔ صحیحین مشکوٰۃ صہ ۱۴۳
۴۔ مسلم مشکوٰۃ صہ ۱۴۳ ۔ ۵۔ صحیحین مشکوٰۃ صہ ۱۳۵ ۔

بلکہ ستر پر ایک گاڑھا کپڑا ڈال کر بایں تفصیل غسل کرائیں۔ پہلے اچھی طرح طہارت کرائیں۔ پھر کلی اور ناک میں پانی دینے کے علاوہ تمام وضو ایسا ہی کرائیں جیسا کہ نماز کا وضو ہوتا ہے لیکن وضو کا آغاز داہنی طرف سے ہو۔ازاں بعد سر اور داڑھی خطمی یا صابون سے مل کر خوب دھوئیں اور سیدھی کروٹ پر لٹا کر سارا جسم نرمی سے دھوئیں اور جب اس طرف سے فارغ ہوں تو دوسری کروٹ پر لٹا کر اسی طرف کا جسم پاک صاف کریں۔ تمام جسم پر ہاتھ پہنچائیں اور ایک ایک جوڑ کو تین تین یا پانچ پانچ بار دھوئیں۔ اگر ضرورت ہو تو اس سے زیادہ بار دھوئیں لیکن طاق عدد کا خیال رہے۔ پانی گرم کرتے وقت بیری کے پتے یا کوئی اور خوشبودار پتے ڈال دیں۔ اور سب سے آخر وہ پانی بہائیں جس میں کافور کی ملونی ہو۔ عورت کے بالوں کے تین حصے کریں اور چوٹیاں گوندھ کر نیچے ڈال دیں۔ غسل دینے کے بعد میت کے ان مقامات پر کافور ملیں جو کہ وضو کے وقت دھوئے جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں پیروں کے پنجے پر بھی ملیں۔ عورت کی چوٹی سینہ پر ڈالنا سخت منع ہے اور خلافِ حدیث ہے۔ جو[1] لوگ معرکہ جہاد میں شہید ہوں انہیں غسل دینا چاہیئے بلکہ جس حالت میں شہید ہوں اسی حالت میں انہیں کپڑوں کے ساتھ دفن کر دینا چاہیئے۔ ان کے علاوہ اور تمام شہیدوں کو غسل بھی دینا، کفن بھی دینا نمازِ جنازہ بھی پڑھنی چاہیئے۔

اگر[2] کوئی مردہ بغیر غسل دیئے دفن کیا گیا اور گمان ہے کہ ابھی نعش گلی سڑی نہ ہوگی تو قبر سے نکال کر غسل دیں پھر دفن کریں۔ میت[3] کے نہلانے والے کو غسل کرنا اور جنازہ اٹھانے والوں کو وضو کرنا مستحب ہے۔ فرض و واجب نہیں۔ یہ جو لوگ میت کو نہلاتے وقت کچھ پڑھتے ہیں آنحضرت سے ثابت نہیں۔

---

[1] ابوداؤد، ابنِ ماجہ، مشکوٰۃ ص ۱۳۶ [2] بدمالاہلہ ص ۵۶ [3] ابوداؤد، ترمذی ابنِ ماجہ مشکوٰۃ ص ۱۳۶۔

مرد اپنی عورت کو اور عورت اپنے مرد کو غسل دے سکتے ہیں۔ حضرت فاطمہؓ کو حضرت علیؓ نے غسل دیا اور جناب صدیق اکبرؓ کو ان کی بیوی اسماءؓ نے نہلایا اور یہی بات افضل و بہتر بھی ہے۔ آج کل جاہلوں میں مشہور ہے کہ اگر بیوی فوت ہو جائے تو شوہر نہ اس کا منہ دیکھ سکتا ہے نہ اس کے جنازے کو ہاتھ لگا سکتا ہے۔ یہ خیال ان کا غلط اور جہالت پر مبنی ہے۔

مردوں[1] کو تین سفید کپڑوں میں کفنانا چاہیئے۔ جس قسم کے میسر ہوں، اور[2] جو تین بہم نہ پہنچ سکیں تو دو یا ایک ہی کپڑے میں کفن ہو سکتا ہے۔ عورتوں[3] کے لئے چاہیں تو پانچ کپڑے لیکن جب پانچ میسر نہ ہوں تو جس قدر ہو سکے درست ہے، لیکن پانچ سے زیادہ درست نہیں۔

پانچ کپڑوں کی تفصیل یہ ہے: (۱) رومال، جس سے پورا سر لپٹ سکے۔ (۲) سینہ بند، جو کفنی کے نیچے رکھ کر سینے سے گھٹنوں تک لپیٹ دیا جائے۔ (۳) و (۴) دو[2] چادریں، (۵) ایک معمولی کفنی جس سے سارا جسم چھپ جائے۔ میت کو حتی الامکان کپڑا اچھا دیں لیکن قیمتی یا نا مشروع کپڑے کا کفن دینا درست نہیں۔

اگر حاجی حالتِ احرام میں فوت ہو جائے تو اسی حالت میں بغیر کفن ننگے سر دفن کر دیں کیونکہ قیامت کے دن یہ لوگ اسی ہیئت پر لبیک کے نعرے بلند کرتے ہوئے میدانِ حشر میں آئیں گے۔

میت کو نئے کپڑے کا کفن دینا مستحب ہے اور بہتر کفن لنگی یا چادر ہے۔ اگر کپڑے کی تنگی ہو تو دو[2] دو[2] شہیدوں کو ایک ایک کپڑے میں کفنانا درست ہے۔

آنحضرت[4] صلی اللہ علیہ وسلم تین سوتی کپڑوں میں کفنائے گئے۔ آپؐ کے سر مبارک پر نہ عمامہ باندھا گیا نہ آپؐ کو کرتا پہنایا گیا۔ اس کے علاوہ اور جو کپڑے

لہ بخاری مشکوٰۃ ص۱۳۶   ۲ہ بلوغ المرام ص۲۴   ۳ہ صحیحین مشکوٰۃ ج ص۵۰
۴ہ صحیحین مشکوٰۃ ص۱۳۵۔

مروّج ہیں، اُن کا صحیح حدیثوں سے ثبوت نہیں ملتا ہے۔ اس لئے صریح بدعت ہے۔

۹۔ جنازہ اٹھانا اور لے جانا

جب[1] جنازہ تیار ہو جائے تو مسلمان اُسے کندھوں پر جلد اٹھالیں اور معمولی چال سے ذرا تیز چلیں اور قبرستان میں لے جا کر دفن کریں۔ آپؐ نے فرمایا: میت کو تیز لے چلو کیونکہ اگر نیک ہے تو اپنی مراد پر جلد کامیاب ہوگا اور اگر بد ہے تو تمہاری گردنیں اُس کے بوجھ سے جلد ہلکی ہوں گی۔ جنازے کے ساتھ بغیر کسی ضرورت و عذر کے سوار ہو کر نہ چلنا چاہیئے اور اگر عذر سے سوار ہو کر چلے تو جنازے سے پیچھے ذرا فاصلے پر رہے۔ پیدل[2] آدمی جس طرح چاہیں داہنے بائیں، آگے پیچھے چلیں، مگر جنازے سے قریب رہیں۔

جس[3] نے تین بار جنازے کو اٹھایا اس نے اُس کا حق ادا کر دیا۔ پھر جس قدر اس کو زیادہ اٹھائے گا، زیادہ ثواب پائے گا۔ جنازہ[4] کسی کا بھی ہو اُس کو دیکھ کر کھڑا ہو جانا مستحب ہے۔ جو[5] شخص نمازِ جنازہ پڑھنے تک میت کے ساتھ رہے گا وہ مثلِ اُحد پہاڑ کے ثواب پائے گا اور جو دفن ہونے تک ساتھ رہے گا وہ نیکیوں کے دو پہاڑ کے برابر نیکیاں کمائے گا۔ عورتوں[6] کو جنازے کے ساتھ جانا درست نہیں ہے۔

مرے ہوئے کی تعریف کرے اُس کو بُرا کہنا منع ہے۔ کیونکہ[7] مسلمان جس میت کے حق میں کہیں گے: یہ شخص اچھا تھا، وہ جنتی ہوگا۔ انشاءاللہ۔ اور

---

[1] بخاری مشکوٰۃ ص۱۳۶ [2] ابوداؤد مشکوٰۃ ص۱۳۸ [3] ترمذی مشکوٰۃ ص۱۳۸
[4] صحیحین مشکوٰۃ ص۱۳۶ [5] صحیحین مشکوٰۃ ص۱۳۶ [6] بخاری مترجم ص۱۴۰
[7] ابوداؤد ترمذی مشکوٰۃ ص۱۳۹ [8] صحیحین مشکوٰۃ ص۱۲۷

جس[1] شخص کے حق میں موحد مسلمان بُرا گمان کریں گے اس پر دوزخ واجب ہوگی۔ اگر اللہ نے چاہا تو ایسا ہی ہوگا کیونکہ حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا غلط نہیں ہوسکتا۔ آپ نے فرمایا ہے جس موحد مسلمان کے حق میں چار یا تین یا دو ہی موحد بھلائی کی گواہی دیں گے، اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کرے گا۔ جب[2] تک جنازہ زمین پر رکھا نہ جائے بیٹھنا سخت منع ہے۔

۱۰۔ نمازِ جنازہ کی فضیلت و احکام

حضرت[3] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس جنازے پر چالیس موحد مسلمان نماز پڑھیں گے اللہ تعالیٰ اس میت کی بخشش کردے گا۔ آگے[4] فرمایا جس کے جنازے پر تین صفیں سچے مسلمانوں کی نماز پڑھیں اللہ تعالےٰ اس کے واسطے جنت واجب کردے گا۔

ف۔ جنازے کی نماز مسلمانوں پر واجب ہے۔ اگر مردہ[5] دفن ہوچکا ہو تو جنازے کی نماز قبر پر پڑھ لی جائے۔ جنازہ[6] اگر مرد کا ہے تو امام میت کے سر کے مقابل کھڑا ہو اور اگر عورت کا ہے تو ناف کے مقابل کھڑا ہو۔

آنحضرت[7] صلی اللہ علیہ وسلم نے بیضاء کے دونوں بیٹوں پر نماز جنازہ مسجد میں پڑھی تھی۔ پس[8] نماز جنازہ چاہیں مسجد میں پڑھیں چاہیں جنگل میں۔ جہاں پڑھیں درست ہے۔ عورتیں[9] بھی جنازے کی نماز مسجد میں پڑھیں تو درست ہے۔ دور[10] کے شہروں سے کسی کے مرنے کی خبر اگر پہنچے تو اس روز لوگ اس کا جنازہ پڑھیں تو سنت ہے۔

---

۱ صحیحین مشکوٰۃ ص ۱۳۰ ۔ ۲ صحیحین مشکوٰۃ ص ۱۳۶ ۔ ۳ مسلم مشکوٰۃ ص ۱۳۷
۴ ابوداؤد مشکوٰۃ ص ۱۳۹ ۔ ۵ صحیحین مشکوٰۃ ص ۱۳۰ ۔ ۶ ترمذی، ابنِ ماجہ مشکوٰۃ ص ۳۹
۷ بلوغ المرام ص ۱۱۲ ۔ ۸ صحیحین مشکوٰۃ ص ۱۳۶ ۔ ۹ بلوغ المرام ص ۳۴
۱۰ صحیحین مشکوٰۃ ص ۱۳۶ ۔

جو شخص[۱] خودکشی کرتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُس کا جنازہ نہ پڑھتے۔ نہ آپ[۲] قرضدار کے جنازے کی نماز پڑھتے تھے۔ جب تک اُس کا قرضہ ادا نہ کیا جاتا تھا یا اس کے قرضے کا کوئی ضامن نہ ہو جاتا۔ اور[۳] فرماتے تھے کہ مسلمان کی روح اُس کے قرضے کے سبب اٹکی رہتی ہے۔ جب تک اُس کا قرضہ نہیں ادا کیا جاتا لیکن صحابہؓ[۴] آپؐ کے حکم سے ایسے لوگوں پر نماز پڑھتے تھے، آپؐ خود نہ پڑھتے۔

حیض[۵] ونفاس کی حالت میں جو عورت مرجائے یا بموجب[۶] حکمِ شرع جو سنگسار کیا جائے اور سوائے شہید فی سبیل اللہ کے سب کا جنازہ پڑھنا چاہیئے مگر کافر اور منافق اور مُرتد اور مشرک اور منکرِ حدیث پر نمازِ جنازہ پڑھنا دُرست نہیں ہے اور نہ اُن پر نماز جنازہ پڑھنا ثابت ہے۔

اور اگر[۷] کئی میتیں جمع ہو جائیں تو سب کی ایک ہی نماز پڑھیں۔ ایک نماز کافی ہو سکتی ہے بموجب[۸] حدیث صحیح کے سقط یعنی جو بچہ کچا جس میں رُوح نہ پڑی ہو اور ویسے ہی اگر مرا ہوا پیدا ہو تو اُس کے جنازے کی نماز پڑھنے میں اختلاف ہے چاہے پڑھے یا نہ پڑھے۔

جنازے[۹] کی نماز میں چاہے چار تکبیریں کہیں چاہے پانچ کہیں، دونوں ثابت ہیں بلکہ چار تکبیروں کی روایتیں زیادہ اور قوی تر ہیں اور[۱۰] بعض صحابہؓ سے چھ تکبیریں بھی آئی ہیں۔ سورۂ[۱۱] فاتحہ کا جنازے کی نماز میں پڑھنا فرض ہے۔ آہستہ پڑھیں یا پکار کر۔ سورۂ فاتحہ کے ساتھ اور سورت کا پڑھنا بھی آیا ہے۔ جو شخص نماز جنازہ میں پیچھے آکر شریک ہوا ہو وہ امام کے ساتھ تکبیریں کہے اور سلام پھیرنے کے بعد

۱ھ مسلم مع نووی صـ۳۱۴ ۲ھ بخاری مشکوٰۃ صـ۲۱۴ ۳ھ بلوغ المرام صـ۳۳

۴ھ بدور الاہلہ ۵ھ صحیحین مشکوٰۃ صـ۱۳۷ ۶ھ صحیحین مشکوٰۃ ۷ھ منتقیٰ صـ۱۱۶

۸ھ ترمذی مطبوعہ میرٹھ صـ۱۳۱ ۹ھ صحیحین مشکوٰۃ صـ۱۲۶ ۱۰ھ مسلم مشکوٰۃ صـ۱۳۷

۱۱ھ بخاری مشکوٰۃ صـ۱۳۷۔

باقی جو تکبیریں رہ گئی ہوں ان کو پورا کرے۔

اگر امام[1] بھول کر تین تکبیروں پر سلام پھیر دے اور پھر خود بخود یا کسی کے یاد دلانے سے یاد آئے تو اسی وقت چوتھی تکبیر بھی کہہ لے اور دعا پڑھ کر سلام پھیر دے۔

اور[2] فرمایا جنازے کی نماز میں نہ رکوع ہے نہ سجدہ۔ اس نماز میں کھڑے ہو کر رفع یدین کے ساتھ صرف تکبیریں کہی جاتی ہیں اور قرأت اور دعا ہے۔ اس کے بعد کھڑے کھڑے سلام پھیرنا ہے فقط۔ میت[3] کے ولی کا جنازے کی نماز پڑھانا بہتر ہے یا جس کو وہ اجازت دے دے۔ اور اگر مردوں[4] کی متعدد نعشیں جنگل میں پائی جائیں اور ان میں سے بعض کا مسلمان ہونا معلوم نہ ہو تو سب کو سامنے کر کے نماز جنازہ ادا کریں۔

۱۱۔ طریقہ[5] نماز جنازہ اور دعا

عَنْ[6] اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلَّیْتُمْ عَلَی الْمَیِّتِ فَاَخْلِصُوْا لَهُ الدُّعَاءَ

یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب تم مردے پر نماز پڑھو تو خالص اس کے واسطے دعا کرو۔

(ابوداؤد، ابن ماجہ)

جنازے کی نماز اس طرح پڑھنی چاہیئے کہ اول امام و مقتدی تکبیر تحریمہ[7] کہہ کر آہستہ سے وہ دعا پڑھیں جو ہر نماز میں تحریمہ کے بعد پڑھتے ہیں۔ پھر اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اور بِسْمِ اللّٰهِ پڑھیں۔ اس کے بعد[8] پکار کر یا آہستہ سورۂ فاتحہ پڑھیں اور[9] چاہیں تو اور کوئی سورت بھی ملا لیں اور جب قرأت سے فارغ ہو جائیں تو رفع یدین کر کے دوسری

---

[1] بخاری مطبوعہ مصطفائی ص ۱۷۸ [2] بخاری ص ۱۷۷ [3] عرف الجادی ص ۶۸۔
[4] بدور الاہلہ ص ۵۰ [5] ابوداؤد، مشکوٰۃ ص ۱۳۸ [6] منتقی ص ۱۱۸ [7] بخاری مشکوٰۃ
ص ۱۳۷ [8] نسائی ص ۱۷۹

تکبیر کہہ کر وہی درود شریف پڑھیں جو اور نمازوں میں پڑھتے ہیں اور رفع یدین کر کے پھر تیسری تکبیر کے بعد دعا پڑھیں جو مُردوں کے حق میں سب دعاؤں سے بہتر ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کے جنازے پر اس دعا کو پکار کر پڑھا ہے اور حضرت عوف بن مالکؓ کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پکار کر پڑھنے سے اس دعا کو یاد کر لیا اور کہا: کاش کہ یہ جنازہ میرا ہوتا تو کیا اچھا ہوتا، وہ دعا یہ ہے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ وَارْحَمْهُ وَعَافِهٖ وَاعْفُ عَنْهُ وَاَكْرِمْ نُزُلَهٗ وَوَسِّعْ مُدْخَلَهٗ وَاغْسِلْهُ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّهٖ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْاَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ وَاَبْدِلْهُ دَارًا خَيْرًا مِّنْ دَارِهٖ وَاَهْلًا خَيْرًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَزَوْجًا خَيْرًا مِّنْ زَوْجِهٖ وَاَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ وَاَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ ؕ (احمد، ابو داؤد، ترمذی ابن ماجه، مشکوٰۃ ص۱۴۸)	اے اللہ اس کے گناہ بخش دے اور اس پر رحمت کر اور خلاصی کر اس کی اور معاف کر خطا اس کی اور عمدہ کر ٹھکانا اس کا اور کشادہ کر قبر اس کی، اور پاک کر اس کو پانی، برف اور اولے سے، اور صاف کر دے اس کو جیسے کہ سفید کپڑا میل سے صاف کیا جاتا ہے اور بدلے میں دے اس کو گھر (جنت میں) اس کے (دنیا کے) گھر سے بہتر اور اہل اور اس کے اہل سے بہتر اور بی بی اس کی بی بی سے بہتر اور داخل کر اس کو جنت میں اور پناہ دے اس کو عذاب قبر و عذاب دوزخ سے۔
اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِيْرِنَا	اے اللہ بخش دے ہمارے زندوں اور مُردوں کے گناہ اور ہمارے حاضر و

لے مسلم منتقی ص۱۱۸ ۔

وَكَبِيْرِنَا وَذَكَرِنَا وَاُنْثَانَا۔
اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْيَيْتَهٗ مِنَّا فَاَحْيِهٖ عَلَى الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَى الْاِيْمَانِ ط
اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهٗ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهٗ ط
(ابوداؤد و مشکوٰۃ ص ۱۳۹)

غائب کے گناہ اور ہمارے چھوٹوں اور بڑوں کے گناہ اور ہمارے مردوں اور عورتوں کے گناہ۔ اے اللہ جسے زندہ رکھے تو ہم سے زندہ رکھ اس کو اسلام پر اور جس کو مارے تو ہم میں سے مار اس کو ایمان پر۔ اے اللہ ہم کو اس کے ثواب سے محروم نہ رکھ اور اس کے پیچھے ہم کو فتنے میں نہ ڈال۔

اور چاہے یہ دعا پڑھے۔
اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبُّهَا وَاَنْتَ خَلَقْتَهَا وَاَنْتَ هَدَيْتَهَا اِلَى الْاِسْلَامِ وَاَنْتَ قَبَضْتَ رُوْحَهَا وَاَنْتَ اَعْلَمُ بِسِرِّهَا وَعَلَانِيَتِهَا جِئْنَا شُفَعَاءَ لَكَ فَاغْفِرْ لَهٗ۔
(بخاری مشکوٰۃ ص ۱۳۹)

اے اللہ تو اس کا پروردگار ہے۔ تو نے اس کو پیدا کیا ہے اور تو نے ہی اس کو اسلام کی ہدایت دی ہے اور تو نے ہی اس کی جان قبض کی اور تو خوب ہی جاننے والا ہے اس کے ظاہر و باطن کو۔ ہم تیرے پاس اس کی شفاعت کرنے آئے ہیں، پس تو اس کو بخش دے۔

حضرت ابوہریرہؓ وغیرہ بعض بچوں کی نماز جنازہ میں بعد اور دعا کے یہ بھی پڑھتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا سَلَفًا وَفَرَطًا وَذُخْرًا وَاَجْرًا۔ وَاَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ (مالک مشکوٰۃ)

اے اللہ اس بچے کو ہمارے واسطے گواہ اور پیشوا اور موجب ثواب کر دے۔ اے اللہ اس کو عذاب قبر سے بچا۔

ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کریں۔ امام اگر جنازے کی دعائیں پکار کر پڑھے تو یہ بھی جائز ہے۔ پھر امام جہر کے ساتھ دونوں طرف سلام پھیرے۔ مقتدی بھی آہستہ

سے سلام کہیں۔ بعد[1] نماز کے جنازے کے پاس کچھ سورتیں یا دعائیں پڑھنا ثابت نہیں، اس لئے بدعت ہے۔

اگر[2] ایسے مردے پر نماز جنازہ پڑھنے کا اتفاق پڑ جائے جس کا نفاق اور بد انجامی معلوم ہو تو نماز میں اپنے اور مسلمانوں کے واسطے دعائے مغفرت مانگے۔ ایسی میت کے واسطے دعائے مغفرت کی نیت بھی نہ کرے کیونکہ اس سے قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔

خود[3] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ماں کی مغفرت کے لئے اللہ سے اجازت مانگی تھی مگر اجازت نہ ملی۔ اور یہ حکم آیا کہ کسی نبی کا اور کسی مسلمان موحد کا یہ کام نہیں ہے کہ مشرکوں کے حق میں مغفرت کی دعا کریں اگرچہ اُن کے رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔ (قرآن شریف سورۂ توبہ)

۱۲۔ میت کو قبر میں اُتارنا

عَنْ[4] عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِذَا مَاتَ اَحَدُكُمْ فَلَا تَحْبِسُوْهُ وَاَسْرِعُوْا بِهٖ إِلَى قَبْرِهٖ وَلْيُقْرَءْ عِنْدَ رَاْسِهٖ فَاتِحَةَ الْبَقَرَةِ وَعِنْدَ رِجْلَيْهِ بِخَاتِمَةِ الْبَقَرَةِ۔

عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں۔ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرماتے تھے جب تم میں سے کوئی مر جائے تو اس کو روک نہ رکھو بلکہ جلدی اس کو قبرستان لے جاؤ۔ دفن کرنے کے بعد قبر پر سرہانے شروع سورۂ بقرہ اور پیروں کے پاس آخر سورۂ بقرہ پڑھنا چاہیئے۔

(بیہقی فی شعب الایمان)

---

[1] مالک مشکوٰۃ ص ۱۳۹ [2] حرف البجاوی [3] مسلم مشکوٰۃ ص ۱۴۶۔
[4] بیہقی مشکوٰۃ ص ۱۴۱

اس سے معلوم ہوا کہ نماز جنازہ سے فارغ ہو کر میت کو جلد دفن کر دینا چاہیئے کیونکہ[1] اگر مُردہ نیک ہوتا ہے تو اُس کی روح پکارتی ہے کہ مجھ کو جلد میرے ٹھکانے لے چلو اور اگر مُردہ[2] بد ہوتا ہے تو اس کی رُوح منت کرتی ہے کہ کہاں ہلاکت کی جگہ مجھے لیے جاتے ہو؟ اور اتنا چیختا[3] ہے کہ جس کی آواز کو سوائے جن و انس کے اللہ تعالیٰ کی کل مخلوق سُنتی ہے۔

آنحضرت[4] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مُردہ اگر جنتی ہے تو جنت میں، اور اگر دوزخی ہے تو دوزخ میں جہاں اس کی جگہ خداوند تعالیٰ نے مقرر کر دی ہے، وہ ہر روز صبح و شام دکھائی جاتی ہے۔

طلوع و غروب[5] آفتاب اور زوال کے وقت مُردے کی نماز پڑھنی یا اُس کو دفن کرنا منع ہے۔ جب سورج نکل کر اُونچا ہو جائے یا شام کو غروب ہو جائے اس وقت دفن کریں یا نماز پڑھیں۔ دھوپ کے زرد ہونے کے بعد نماز پڑھنا یا دفن کرنا نہ چاہیئے۔ بہتر یہی ہے کہ میت دن کو دفن کی جائے۔ ضرورت[6] پر رات کو بھی دفن کرنے میں مضائقہ نہیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ رات ہی کو دفن ہوئے ہیں۔

قبر گہری[7]، صاف اور کشادہ ہونی چاہیئے۔ بغلی قبر سنت ہے۔ اور آنحضرت[8] صلی اللہ علیہ وسلم بھی بغلی ہی قبر میں داخل ہوئے ہیں۔ صندوقچی قبر بھی ثابت ہے۔

قبر[9] کی پائینتی سے اوّل میت کا سر داخل کریں۔ پچھم کی طرف سے داخل کرنا ثابت نہیں۔ اگر قبر کی پائینتی کی طرف جنازہ رکھنے کی جگہ نہ ملے اور قبلے کی طرف

---

[1] بخاری مشکوٰۃ ص۱۳۶ [2] بخاری مشکوٰۃ ص۱۳۶ [3] بخاری مشکوٰۃ ص۱۳۶۔
[4] بخاری مشکوٰۃ ص۱۳۶ [5] مسلم مشکوٰۃ ص۸۶ [6] مشکوٰۃ ترمذی ص۱۴۰۔
[7] احمد ترمذی، ابوداؤد، نسائی مشکوٰۃ ص۱۴۰ [8] مشکوٰۃ ص۱۴۰ [9] ابن ماجہ مشکوٰۃ ص۱۴۰

سے آسانی ہو تو اُس طرف سے نعش کو اُتاریں۔ دفن[1] کرتے وقت یہ دُعا پڑھنی چاہیئے:

بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَعَلٰی مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔	یعنی اللہ کے نام سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مذہب پر اس کو قبر میں رکھ رہے ہیں۔

پھر قبر کو بند کر کے تین تین لپیں[2] سب مسلمان مٹی کی قبر پر ڈالیں اور قبر کو مثل کوہانِ اونٹ کے بنا دیں۔ اور ایک بالشت سے زیادہ اونچا نہ کریں اور اوپر پانی چھڑک دیں۔

پھر سب مسلمان مل کر میت کے واسطے ہاتھ اٹھا کر دعائے مغفرت کریں کہ یا اللہ اس وقت آسانی کر اس پر اور ثابت قدم رکھ اس کو اور مدد کر اس بیچارے کی اور رحم فرما اس پر تاکہ منکر نکیر کے سوال کا جواب اُس پر آسان ہو

اسی طرح سے بہت[3] دیر تک نہایت ہمدردی سے اس کے حق میں دُعائے خیر کرنی چاہیئے کیوں کہ قبر امتحان کی پہلی گھاٹی اور بڑی سخت گھاٹی ہے۔ اللہ تعالٰے اس پہلے امتحان میں پورا اتار دے تو بس بیڑا پار ہے اور آگے پھر خیریت ہے۔ اِنْشَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰے۔ اور جو یہاں پورا نہ اُترا تو پھر پوری پوری کم بختی، رسوائی اور پریشانی ہے۔ مَعَاذَ اللّٰهِ مِنْهَا۔

۱۳۔ قبر کے مسائل و احکام

قبر[4] کو پکی بنانا یا اُس پر چراغ جلانا یا چادر چڑھانا یا پھول چڑھانا یا قبر پر ناچ یا گانا وغیرہ نالائق حرکات کرنی حرام اور بے دینی کی بات ہے۔

---

[1] احمد، ترمذی، ابوداؤد مشکوٰۃ ص ۱۴۰ [2] ابن ماجہ، مشکوٰۃ ص ۱۴۱ [3] ابوداؤد مشکوٰۃ ص ۱۶ [4] ترمذی مشکوٰۃ ص ۱۴۱۔

قبر[1] کے پاس بیٹھ کر قرآن شریف پڑھنا یا پڑھوانا منع ہے۔ قبر[2] پر کلمہ یا مردے کا نام وغیرہ لکھنا حرام ہے۔

مردے[3] کی ہڈی توڑنا ایسا گناہ ہے جیسا زندہ کی ہڈی توڑنا۔ نعش[4] کو ایک ملک سے دوسرے ملک میں یا ایک شہر سے دوسرے شہر میں نہ لے جائیں بلکہ جس جگہ وہ مرا ہو وہیں دفن کر دیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کی طرف نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ آگ پر بیٹھنا قبر پر بیٹھنے سے بہتر ہے۔ قبر[5] پر سرہانے کی جانب نشان کے واسطے پتھر کھڑا کرنا سنت ہے۔ اچھے آدمی کے پاس میت کو دفن کرنا بہتر ہے۔ قبر[6] پر بیٹھنا یا اس کا تکیہ بنانا یا اس پر راستہ چلنا منع ہے۔

غیر مرد[7] غیر عورت کا جنازہ قبر میں ضرورت کے وقت اتارے تو درست ہے اگرچہ اس کا باپ یا خاوند موجود ہو۔ جن کے گھر میں موت ہو جاتی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کو حکم فرماتے تھے کہ ان کے گھر میں کھانا پہنچاؤ۔ اور ان کو کھانا کھلاؤ۔

فرمایا کہ میت[8] جوتوں کی آواز سنتی ہے جب لوگ الٹے پھرتے ہیں اس لئے کہ اس میں اس وقت روح ڈالی جاتی ہے اور بٹھلا کر سوال کیا جاتا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر روح کو اس کے ٹھکانے پر پہنچا دیتے ہیں پھر وہ مردہ قیامت تک نہیں سن سکتا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جوتا پہن کر قبرستان میں جانا جائز ہے۔

نیک آدمی قبر کے سوال وجواب میں ٹھیک اترتا ہے تو اس کو دوزخ دکھلائی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ دیکھ اللہ نے اس کے بدلے میں تجھ کو جنت دی ہے۔ اور پھر اس کو جنت دکھائی جاتی ہے اور وہ اس کو دیکھتا رہتا ہے۔ اسی طرح

---

[1] ترمذی مشکوٰۃ ص ۶۲ [2] ترمذی مشکوٰۃ ص ۱۴۱ [3] ابو داؤد، ابن ماجہ مشکوٰۃ ص ۱۴۱
[4] مسلم مشکوٰۃ ص ۱۴۱ [5] ابو داؤد مشکوٰۃ ص ۱۴۱ [6] مسلم مشکوٰۃ ص ۱۴۱ [7] بخاری مشکوٰۃ ص ۱۴۱ [8] بخاری مشکوٰۃ ص ۱۶۔

کافر کو بہشت دکھا کر دوزخ کا وعدہ کیا جاتا ہے اور وہ عذاب میں مبتلا رہتا ہے۔

مردے کو قبر میں رکھ کر قبل کے ڈھیلے ڈالنا اور دفن کے بعد اس کی قبر پر چادر چڑھانا اور روٹی و مٹھائی رکھنا، اگر بتی جلانا اور قبر پر یا اس سے ہٹ کر مردے کی فائدے کی نیت سے اذان دینا اور چالیس قدم ہٹ کر دعا مانگنا بدعت ہے جیسا کہ بہت سے بدعتی ان بدعتوں میں مبتلا ہیں، بعض ملکوں میں بدعتی دفن سے پہلے قبرستان میں مٹھائی و پیسے اور اناج و شربت تقسیم کرتے ہیں۔ یہ سب امور بدعت و ناجائز ہیں۔

۱۴۔ قبروں کی زیارت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں نے تم کو قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا مگر اب زیارت کیا کرو کیوں کہ قبروں کی زیارت میں بہت بڑے فائدے ہیں۔[۱]

منجملہ ان کے موت کا یاد آنا، دنیا کو فانی سمجھنا، آخرت کا دھیان دل میں جمانا خاص کر ٹوٹی پھوٹی قبروں سے ایسے فائدے حاصل ہونے کی امید ہو سکتی ہے لیکن ان مقبروں کی زیارت سے جو اچھی خاصی نمائش گاہیں بنی ہوئی ہیں اُن سے کسی فائدے کی ہرگز امید نہیں ہو سکتی۔

پھر دُور دراز ملکوں سے خاص خاص دنوں میں ایسی قبروں کی زیارت کے واسطے سفر کرنا اور وہاں جا کر نفع و نقصان کے لیے مدد مانگنا اور اپنی حاجت روائی کا اُن کو وسیلہ بنانا اور ان کی معرفت دعا کرانا اور جیسی کچھ خرافاتیں وہاں ہوتی ہیں اُن کا بجا لانا وہاں کے چڑھاوے کو بجائے ناپاک سمجھنے کے حلال و طیب سمجھ کر متبرک خیال کرنا۔

---

[۱] مسلم مشکوٰۃ ص۱۳۶ [۲] مسلم مشکوٰۃ ص۱۳۶۔

ایمان کھونے کے سوائے اور کچھ نہیں۔

باقی رہی مشروعی زیارت، اس کا طریقہ یہ ہے کہ جب قبروں کے پاس پہنچیں، پکار کریا آہستہ سے کہیں:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ. نَسْاَلُ اللّٰهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ.

یعنی سلام ہے تم پر اے ایماندار اور مسلمان گھر والو! انشاء اللہ ہم تم سے ملنے والے ہیں۔ ہم اپنے اور تمھارے واسطے اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگتے ہیں۔ (مسلم مشکوٰۃ ص۱۴۶)

اور جب تک قبرستان میں رہیں مردوں کے واسطے دعائے مغفرت مانگتے رہیں اور اپنی موت کو یاد کریں۔ عورتیں بھی جب قبرستان میں جائیں تو ایسا ہی کیا کریں۔

اکثر اس زمانے کی کم سمجھ عورتیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خلافِ طریقہ نوحہ کرتی ہیں اور روتی پیٹتی ہیں۔ اس طور سے زیارت کرنے والیوں پر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے۔ ایسی عورتوں کو قبرستان جانے کی اجازت دینا خود ملعون بننا اور ان کو ملعون بنانا ہے۔ اور عورتوں کو میلے تماشے میں جانا دوزخ مول لینا ہے۔

خانۂ کعبہ، مسجد نبوی، بیت المقدس کے سوا اور زیارتوں کے لئے[1] سفر کر کے جانے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ جب مدینہ پہنچیں تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف اور وہاں کے قبرستان کی زیارت مرد عورتیں سُنّت کے مطابق کریں۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کے قریب فرمایا تھا: لعنت

---

[1] ۔ بخاری، مسلم، مشکوٰۃ ص۶۰

کرے اللہ یہود و نصاریٰ پر کہ انہوں نے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔ تم خبردار قبروں کو سجدہ گاہ نہ بنانا۔ میں تم کو منع کرتا ہوں اور دعا کی کہ اے اللہ تو میری قبر کو بت نہ بنائیو کہ پوجی جائے۔

اللہ[۱] تعالیٰ کا اس قوم پر بڑا غصہ ہوتا ہے جو اپنے پیشواؤں کی قبروں کو سجدے کرتی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول کی اور آپ کے روضۂ مبارک کو بت بننے سے بچا لیا۔

اپنے رشتہ دار، اگرچہ کافر ہوں، ان کی قبروں کی زیارت جائز ہے مگر ان کے واسطے دعائے مغفرت نہ کریں کیونکہ حضرت[۲] صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی والدہ کے واسطے دعائے مغفرت کرنے کی اجازت مانگی تو حکم ہوا بس صرف قبر کی زیارت کر سکتے ہو۔

۱۵۔ نیک و بد لوگوں کی روحیں

عَنْ[۳] عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ كَعْبٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهٗ كَانَ يُحَدِّثُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا نَسَمَةُ الْمُؤْمِنِ طَيْرٌ تَعَلَّقُ فِيْ شَجَرِ الْجَنَّةِ حَتّٰى يَرْجِعَهُ اللّٰهُ فِيْ جَسَدِهٖ يَوْمَ يَبْعَثُهٗ ۔

عبدالرحمٰن بن کعب نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کی جان پرندے کی طرح جنت کے درخت پر رہے گی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ پھر اس کو قیامت کے دن اس کے بدن میں پہنچائے گا۔

مسلمان[۴] جب مرنے کے قریب ہوتا ہے تو کئی فرشتے روشن چہرے والے

---

۱ مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۶۱ ۔ ۲ مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۱۴۶ ۔ ۳ مشکوٰۃ، نسائی، مالک، بیہقی صفحہ ۳۵ ۔
۴ احمد مشکوٰۃ صفحہ ۱۳۵

بہشت سے اس کے واسطے کفن و خوشبو مشک وغیرہ لاکر اس کے سامنے ادب سے بیٹھ جاتے ہیں۔ پھر ملک الموت وہاں آکر نرم آواز سے کہتے ہیں "اے جانِ پاک نکل!" تو اس کی روح بہت آسانی سے نکل کر ملک الموت کے ہاتھ میں آجاتی ہے

پھر وہ جنتی فرشتہ اس کو لے کر کفن جنتی پہنا کر اور خوشبو لگا کر آسمان کی طرف لے جاتے ہیں۔ جو فرشتے کہ آسمان و زمین میں سیر کرتے پھرتے ہیں وہ ان سے پوچھتے ہیں، یہ پاک روح کس کی ہے؟ وہ فرشتے ان کے سامنے اس کی تعریف کرتے ہیں۔ پھر آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور پہلے آسمان کے فرشتے اس کے ساتھ ہو لیتے ہیں دوسرے آسمان تک اور دوسرے آسمان کے فرشتے تیسرے آسمان تک، یہاں تک کہ ساتویں آسمان تک اس کو لے جاتے ہیں۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے، رکھو میرے بندے کا اعمال نامہ علیین میں، اور اس کی روح زمین پر لے جاؤ جہاں اس کا جسم دفن ہونے والا ہے اور پھر اس کے بدن میں اس کو ڈال دو۔ (کیوں کہ اس سے قانونِ الٰہی کے موافق سوال ہونے والا ہے)

چنانچہ جب لاش دفن ہو جاتی ہے تب اس روح کو اس کے بدن میں ڈال دیتے ہیں۔ پھر دو فرشتے منکر و نکیر نام کے آتے ہیں اور اس کو قبر میں بٹھلا کر پوچھتے ہیں:

مَنْ رَّبُّكَ ؟ تیرا رب کون ہے؟

مردہ جواب دیتا ہے: رَبِّیَ اللّٰهُ یعنی میرا رب اللہ ہے۔

پھر فرشتے پوچھتے ہیں مَا دِیْنُكَ ؟ تیرا دین کیا ہے؟

یہ جواب دیتا ہے: دِیْنِیَ الْاِسْلَامُ میرا دین اسلام ہے۔

پھر پوچھتے ہیں مَا تَقُوْلُ فِیْ هٰذَا الرَّجُلِ الَّذِیْ بُعِثَ فِیْكُمْ وہ کون

شخص ہیں جن کو تمہارے پاس خدا نے بھیجا تھا؟

وہ کہتا ہے ھُوَ رَسُوْلُ اللّٰہِ وہ اللہ کے پیغامبر ہیں۔

فرشتے پوچھتے ہیں: تو نے کیونکر جانا کہ یہ خدا کے سچے پیغمبر ہیں؟

وہ جواب دیتا ہے کہ میں نے اللہ کی کتاب پڑھی ہے (اور اس کا مطلب سمجھا ہے) اور میں اس پر ایمان لایا ہوں اور میں نے اس کو سچا جانا ہے۔

اس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ندا آتی: سچا ہے میرا بندہ، بچھا دو اس کے واسطے اس کی قبر میں جنت کا بچھونا اور پہنا دو اس کو جنت کا لباس اور کھول دو اس کے واسطے جنت کا راستہ۔

پھر اس کو جنت کی خوشبودار ہوا آنے لگتی ہے اور اس کی قبر کشادہ ہو جاتی ہے جہاں تک اس کی نگاہ جاتی ہے۔

پھر ایک خوبصورت آدمی اچھے خوشبودار کپڑے پہنے ہوئے آتا ہے اور کہتا ہے کہ میں تیرا نیک عمل ہوں۔

اس وقت یہ شخص کہتا ہے: اے اللہ! جلدی سے قیامت قائم کر دے تاکہ میں اپنی مراد کو پہنچوں۔

اور جب کافر و مشرک و نافرمان آدمی مرنے لگتا ہے تو اس کے پاس دوزخ کے فرشتے جن کے منہ کالے اور ڈراؤنی شکل ہوتی ہے، آتے ہیں اور ان کے ساتھ ٹاٹ کے بدبودار تھیلے دوزخ کے ہوتے ہیں اور وہ فرشتے مرنے والے کے سامنے بیٹھ جاتے ہیں۔ پھر حضرت ملک الموت آکر کہتے ہیں: نکل آ اے جانِ ناپاک خرابی و ذلت کے ساتھ۔ تب وہ روح چھپنے لگتی ہے اور عذابِ الٰہی سے گھبراتی ہے۔

پھر ملک الموت اس کی جان کو بڑی تکلیف کے ساتھ نکالتے ہیں، اور وہ دوزخی فرشتے اس کو ان سے لے لیتے ہیں اور اس بدبودار ٹاٹ میں لپیٹ کر آسمان کی طرف لے جاتے ہیں اور اس روحِ خبیث کی بدبو چاروں طرف

پھیل جاتی ہے اور فرشتے دریافت کرتے ہیں : یہ روحِ ناپاک کس کی ہے ؟ یہ فرشتے اُس کا نام بُرائی سے لے کر کہتے ہیں : یہ فلاں شخص بد بخت ، فلاں کا بیٹا یا بیٹی ہے۔

غرض کہ جب آسمان کے قریب پہنچتے ہیں تو اُس کے واسطے آسمان کے دروازے نہیں کھلتے۔ پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت اس کے ثبوت میں پڑھی۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُجْرِمِيْنَ ۝ لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الظّٰلِمِيْنَ ۝

(سورۂ اعراف رکوع ۵ پارہ ۸)

یعنی تحقیق جن لوگوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو اور ان سے بے پرواہی کی ، نہ کھولے جائیں گے اُن کے واسطے دروازے آسمان کے اور نہ داخل ہوں گے وہ جنت میں ، یہاں تک کہ اونٹ داخل ہو سوئی کے ناکے میں ، اور اسی طرح بدلہ دیتے ہیں ہم نافرمانوں کو ، (اور) ہے اُن کے واسطے بچھونا دوزخ کا اور اُن کے اوپر اوڑھنا (دوزخ کا) اسی طرح بدلہ دیتے ہیں ہم ظالموں کو۔

پھر اللہ تعالےٰ فرمائے گا کہ اس کا اعمال نامہ سجّین میں لکھو۔ سجّین اُس جگہ کا نام ہے جہاں نافرمانوں کی روحیں رہتی ہیں ، اور وہ ساتویں زمین کے نیچے ہے۔ اُس وقت فرشتے اس کو زمین کی طرف پھینک دیتے ہیں اور یہ عذاب کے فرشتے اُس کو اُچک لیتے ہیں اور قبر پر لے آتے ہیں۔ قبر میں دفن کرنے کے بعد مردے میں روح ڈالی جاتی ہے اور بٹھایا جاتا ہے۔ پھر سوال کیا جاتا ہے۔

تیرا رب کون ہے ؟

وہ کہتا ہے: ہائے ہائے میں نہیں جانتا۔

پھر پوچھتے ہیں: تیرا دین کیا ہے؟

وہ کہتا ہے: ہائے ہائے میں نہیں جانتا۔

پھر پوچھتے ہیں: وہ کون شخص ہیں جو تمہاری طرف بھیجے گئے تھے؟

وہ کہتا ہے: ہائے ہائے میں نہیں جانتا۔

پھر[1] آواز آتی ہے، جھوٹا ہے یہ، بچھا دو اس کے لئے آگ کا بچھونا، اور کھول دو دوزخ کی کھڑکی۔

چنانچہ ایسا ہی کیا جاتا ہے اور اس کو دوزخ کی آگ کی لپٹیں پہنچتی رہتی ہیں۔ اور[2] سانپ بچھو خوب کاٹتے ہیں۔ پھر[3] فرشتے اس کو لوہے کے گرزوں سے مارتے ہیں، جس کے صدمے میں مردہ اس قدر چلّاتا ہے کہ جس کو سوائے جنّ و اِنس کے کل مخلوقات سنتی ہے۔ فرمایا کہ اگر تم پر ان کا عذاب ظاہر ہو جائے تو تم مردوں کو دفن کرنا چھوڑ دو۔

پھر مردے کو ہر طرف سے قبر بھینچتی ہے اس قدر کہ اس کی پسلیاں اِدھر سے اُدھر نکل جاتی ہیں۔ پھر اس کے پاس اس کا عمل نہایت بری شکل بن کر آتا ہے اور اپنی بدبو سے سڑا دیتا ہے اور قیامت کے بڑے دن سے ڈراتا ہے۔

مردہ اس سے کہتا ہے: دُور ہو تو کون ہے؟

وہ کہتا ہے: میں تیرا وہی عمل ہوں جو تُو نے کیا تھا۔ میں دُور کیسے ہو سکتا ہوں۔

اس وقت مردہ گھبراتا ہے اور کہتا ہے اے پروردگار میرے قیامت کو ہرگز قائم نہ کیجیو۔

ف: مردے نیک ہوں یا بد، قبروں سے اُن کا ایک خاص قسم کا تعلق رہتا

---

[1] احمد، ابوداؤد، مشکوٰۃ ص۱۸ [2] دارمی مشکوٰۃ ص۱۸ [3] احمد، ترمذی مشکوٰۃ ص۱۸

ہے جس کو ہم نہیں سمجھ سکتے۔ خاص تعلق کے سبب سے نیک روح والا اپنے بدن کی راحت معلوم کر کے خوش رہتا ہے اور گنہگار اپنے جسم کی مصیبت اور سختی اور عذاب کا صدمہ اٹھاتا رہتا ہے۔

کسی حدیث سے ثابت نہیں ہوا کہ لوگوں کی روحیں جمعرات یا شب برات وغیرہ کے دنوں میں آتی ہوں اور صدقہ وخیرات مانگتی ہوں۔ یہ ساری رسمیں ملاؤں نے نکال رکھی ہیں۔ معاذ اللہ۔

۱۶۔ مردوں کو ثواب پہنچانا

اس زمانے میں مسلمانوں میں میت کو ثواب پہنچانے کا نیا طریقہ خلافِ شرح نکلا ہوا ہے جس سے مردوں کو ہرگز ثواب نہیں ملتا اور کرنے والوں کو بجز نقصان کے کوئی فائدہ نہیں۔

پہلا نقصان یہ ہے کہ اللہ اور رسولؐ کے مخالف بنتے ہیں۔ پیسہ ضائع ہوتا ہے۔ شیطان خوش ہوتا ہے۔ بیوہ اور یتیموں کے حقوق ضائع ہوتے ہیں۔ حقدار کے حق تلف کیے جاتے ہیں۔ میت اگر قرض دار مری ہے تو آخرت کے وبال میں مبتلا ہو جاتی ہے۔

اس زمانے کے بے علم مسلمانوں کو جہاں دیکھیے اکثر اس بلا میں مبتلا ہیں جہاں ان کے ہاں کوئی مرا اور انھوں نے باپ دادا کی تقلید شروع کی۔

اس کے قطع نظر مردے کے ساتھ اناج غلہ وغیرہ قبروں پر تقسیم کرتے ہیں، پیسے بانٹتے ہیں، تیسرے دن تیجا، دسواں، بیسواں، چالیسواں، چھ ماہی برسی کرتے ہیں۔ پھر اچھے اچھے کھانے، پلاؤ، زردہ، بریانی، مٹھائی، برادری کو کھلاتے ہیں اور بدلے اتارے جاتے ہیں۔

کیسا ہی مفلس ہو۔ مجال ہے کھانا نہ دے یا تیجہ نہ کرے یا کوئی برادری والا نہ بلایا جائے۔ ایسے موت کے کھانوں میں شادی کی طرح برادری کے امیر و غریب

سب شریک ہوتے ہیں۔ اگر صدقہ اور خیرات کا نام لے کر بلایا جائے تو کوئی نہ آئے۔

اگر ان سے پوچھیئے: آپ کس فرقہ و مذہب میں ہیں؟ تو جواب میں ارشاد ہوتا ہے، اہلِ سُنّت والجماعت! خاصے پکے حنفی۔

اگر پوچھا جائے کہ حنفی مذہب کی کسی فقہ کی کتاب میں یا چاروں مذہبوں میں سے کسی مذہب کی کتاب میں ان رسموں کو لکھا ہوا بتا سکتے ہو؟ تو جواب دیتے ہیں:

"ہم نے تو اپنے باپ دادا کو ایسے ہی کرتے دیکھا ہے۔"

بعض کہتے ہیں، ہم تو جاہل ہیں، بہتیرے پڑھے لکھے جو رسمیں کرتے ہیں، کیا وہ قرآن و حدیث نہیں سمجھتے؟

اور جو کچھ تھوڑا سا پڑھے لکھے بھی ہیں، وہ فرماتے ہیں: میاں اس میں نقصان کیا ہے؟ غرض تو خیرات و صدقے سے ہے اور قرض لے کر بھی خیرات کرنا اچھا ہی ہے اس میں بُرائی کون سی ہے؟

بس فقط اس جواب کو کافی سمجھ کر اصل مطلب کو چھوڑ دیتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ اللہ و رسولؐ نے حق داروں کے حق ادا کرنے کا کیا طریقہ فرمایا ہے؟ یتیموں کے مال کی حفاظت کو قرآن مجید کیا کہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو سمجھ دے۔

۱۷۔ ثواب پہنچانے کا صحیح طریقہ

میّت کو ثواب پہنچانے کا ٹھیک اور درست طریقہ یہ ہے کہ اللہ کے واسطے اپنے خاص مال سے جس میں کسی یتیم و بیوہ اور دوسرے رشتے دار کا کچھ حق نہ ہو، اس سے غریب مسکین اور رشتے داروں کی خدمت کریں۔ ان کو کھانا کھلا دیں، کپڑے بنا دیں نقدی سے سلوک کریں، بیوہ و یتیموں کی خبر لیں۔

اگر مقدور ہو تو میّت کے ثواب کی نیّت سے للّٰہ کنواں کھدوا دیں، مدرسہ

بنوادیں - یتیم و غریب بچوں کو مدرسے میں بھیج کر دین کی تعلیم دلوادیں۔ اگر میّت قرض دار مری ہے تو پہلے اس کا قرضہ چکادیں پھر کہیں خیرات کا نام لیں۔

میّت کی طرف سے[1] خانہ کعبہ کا حج ادا کرادیں۔ رمضان کے روزے جو اس کے ذمے ہوں، اُن کی قضا کرادیں یا نذر کے روزے ہوں ان کو پورا کرادیں۔

اگر مال زیادہ ہے اور کوئی حق دار نہیں ہے تو محتاجوں کا وظیفہ مقرر کردیں اور کسی کام میں ریا اور فخر کی نیّت نہ ہو۔ اگر اسطرح ثواب پہنچائیں گے تو بموجب قرآن و حدیث کے مُردے کو اللہ تبارک و تعالیٰ ثواب دے گا۔

آنحضرت[2] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب انسان مرجاتا ہے تو کل عمل اس کے موقوف ہوجاتے ہیں مگر تین چیزیں موت کے بعد بھی نفع دیتی ہیں: (۱) ایک خیرات و صدقہ، اس کا فائدہ جاری رہتا ہے۔ (۲) دوسرے دین کا علم جس سے لوگ نفع اٹھائیں۔ (۳) تیسرے نیک اولاد، جو دعا کرتی رہے۔

اگر مقدور نہ ہو تو قرض لے کر ہرگز خیرات نہ کریں۔ میّت کے حق میں دعا ہی کرنا کافی ہے۔

اس طرح سے خیرات کرکے دعا کریں کہ "یا اللہ! اگر یہ میرا صدقہ تیری جناب میں مقبول ہو تو میرے ماں باپ یا فلاں شخص کو پہنچا دے!" پس اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے وہ ثواب اس کو پہنچا دے گا۔ تمہارا پیسہ بھی ٹھکانے لگے گا، مُردہ بھی خوش ہوگا۔ اللہ اور رسولؐ تم سے راضی ہوں گے تم بھی ثواب سے محروم نہ رہوگے۔

---

[1] ابوداؤد، مشکوٰۃ، نسائی ص۱۶۱ [2] ترمذی، ابوداؤد، نسائی، مشکوٰۃ [3] مسلم مشکوٰۃ ص۳۲

جنّت

اور اسؐ کے عیش و راحت

جنّت کی خوبی

بے شک[1] اللہ تعالیٰ داخل کرے گا جنت میں اُن لوگوں کو جو ایمان لائے اور جو سچّے مسلمان بنے اور جنہوں نے عمل کئے اچھے (اور چلے پیغمبر کے طریقے پر) وہ جنت[2] ایسی ہے کہ جس سے نیچے سے بہتی ہیں نہریں۔ یہ احوال اس بہشت کا ہے کہ جس کا وعدہ کیا گیا ہے اللہ پاک کی طرف سے ڈرنے والے موحد مسلمان کیلئے۔

اس بہشت[3] میں کئی قسم کی نہریں ہیں۔ کوئی دودھ کی ہے جس کا مزہ نہیں بدلتا کوئی صاف پانی کی ہے جس کی بو نہیں پلٹتی۔ کوئی شراب[4] کی ہے جو پینے والوں کو لذت دیتی ہے۔ کوئی شہد[5] کی ہے جس پر جھاگ نہیں ہوتے۔ نہایت صاف اور شیریں، خوش ذائقہ، بہت پاکیزہ۔

اور ان کے لئے وہاں میوے[6] ہیں ہر قسم کے لذت دار۔ اور[7] خدا کی طرف سے

---

[1] سورۂ طلاق [2] سورۂ محمد [3] سورۂ محمد

[4] سورۂ محمد [5] سورۂ محمد [6] سورۂ محمد

[7] سورۂ محمد۔

ان لوگوں کو وہاں مُعافی ہے[1] اور فرمایا کہ تمھارے واسطے وہاں جو تم چاہو گے موجود ہے۔ اور[2] مہمانی ہے ہماری سرکار سے۔

بہشتیں اور اُن کے نام

بہشتیں آٹھ ہیں اور اُن کے نام یہ ہیں۔

(۱) جنّتِ عدن

(۲) جنّت الفردوس

(۳) جنّت الخلد

(۴) جنّت النعیم

(۵) جنّت الماویٰ

(۶) جنّت القرار

(۷) دارالسلام

(۸) دارالمقام

یہ نہایت خوبیوں کے ساتھ بنائے گئے ہیں۔ بہشت[3] کی دیواریں ایک اینٹ سونے اور ایک اینٹ چاندی سے بنائی گئی ہیں اور اُن میں مُشک کا گارا لگایا گیا ہے جنّت[4] کی کنکریاں موتی و یاقوت کی ہیں۔ خاک[5] وہاں کی زعفران اور خوشبودار ہے۔

جنّت کے محل اور باغات

جو لوگ[6] جنّت میں داخل ہوں گے وہ چین و آرام پائیں گے اور ہمیشہ زندہ

---

[1] حٰمٓ السجدہ [2] حٰمٓ السجدہ [3] ترمذی، دارمی مشکوٰۃ صہ ۴۸۹ [4] احمد، ترمذی، مشکوٰۃ صہ ۴۸۹ [5] احمد ترمذی مشکوٰۃ صہ ۴۸۹ [6] احمد، ترمذی، مشکوٰۃ صہ ۴۸۹

رہیں گے، نہ اُن کی جوانی تباہ ہوگی اور نہ اُن کے کپڑے میلے ہوں گے۔[1] ہر جنتی کو جنت میں سو سو درجے اتنے بڑے بڑے ملیں گے کہ جیسے آسمان و زمین۔

[2] اور ہر مسلمان کے واسطے دو باغ ہوں گے سونے کے، جس کا کل سامان سونے کا ہوگا۔ اور دو باغ ہوں گے چاندی کے جن کا کل سامان بھی چاندی کا ہوگا۔

ان کے سوا اور ایک ایک موتی کے محل ملیں گے جن کا عرض و طول ساٹھ ساٹھ میل کا ہوگا۔ ہر محل میں پردے والی عورتیں بی بیاں رہیں گی۔ جن کو نہ کوئی دیکھے گا اور نہ اُن سے سوا اُن کے خاوندوں کے اور کوئی بات چیت کرے گا۔

حضرت[3] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جنت کے نور کے مانند چمک دار ہے اور اس میں کوئی خطرہ نہیں۔ جنت میں خوش گوار ہوائیں چلتی ہیں۔ جنت[4] کے محل بڑے مضبوط ہیں ہر محل میں نہریں جاری ہیں۔ میوے[5] پکے ہوئے تیار ہیں۔

عورتیں[6] کنواریاں جن پر کسی آدمی یا جن نے ہاتھ نہیں ڈالا، چہرے اُن کے یاقوت و مونگے سے زیادہ روشن بناؤ سنگار کیئے ہوئے ہر محل میں موجود ہیں کیونکہ بہشت ہمیشہ رہنے کی جگہ ہے۔

اہل جنّت کے عیش و راحت

حضرت[7] صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے۔ جنت میں ایک کوڑے کے برابر جگہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔[8] اور فرمایا جنت والے اونچے محلوں کو اس طرح دیکھتے ہوں گے جیسے تم روشن ستاروں کو آسمان کے کناروں میں دیکھتے ہو۔ مشرق و

---

[1] احمد، ترمذی، مشکوٰۃ صـ ۴۸۹ [2] بخاری مسلم مشکوٰۃ صـ ۴۸۸ [3] ترغیب عربی صـ ۶۰۷

[4] سورۂ واقعہ [5] سورۂ واقعہ [6] سورۂ واقعہ [7] بخاری مسلم مشکوٰۃ صـ ۴۸۸

[8] بخاری، مسلم، مشکوٰۃ صـ ۴۸۸۔

مغرب کی طرف۔

صحابہؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ایسے عمدہ محل تو خاص پیغمبروں کے واسطے ہوں گے۔ فرمایا: نہیں، قسم ہے اللہ کی ان کو میری امت کے مسلمان پائیں گے۔

اور[۱] فرمایا، خدا سے جنت الفردوس مانگو اور دیکھیں گے بہشتی لوگ جنت کے جھروکوں میں سے بیٹھے ہوئے ایک دوسرے کو۔ پر نہ دیکھ سکیں گے ایک دوسرے کی بی بی کو اور ان کی بی بیاں ایک دوسرے کو نہ دیکھ سکیں گی۔

جنت[۲] میں سایہ دار اس قسم کے تخت ہیں جن پر خوش ذائقہ اور خوشبودار شہد، شراب، شربت اور دودھ کے، آبخورے لبریز بھرے ہوئے رکھے ہیں اور ان پر تکیے برابر لگے ہوئے ہیں۔ قالینیں[۳] اور اونچی مسندیں ان پر پچھائی ہوئی ہیں۔

اور[۴] فرمایا نیک لوگ نعمتوں کے اندر تختوں پر بیٹھے ہوئے ہر طرف کے تماشے دیکھتے ہوں گے۔ ان کے چہروں[۵] پر جنت کی نعمتوں کی سرسبزی پائی جائے گی۔ پئیں گے وہ شراب خالص جس پر مشک کی مہریں لگی ہوں گی، چاہیئے[۶] کہ رغبت کرنے والے اس کی رغبت کریں۔ ملاوٹ اس میں ایک چشمے سے ہوگی جس میں سے خاص مقرب بندے پئیں گے۔

جنت کی وسعت

فرمایا[۷] جنتی بندے بہشت میں تختوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوئے اپنی بیبیوں

---

[۱] ترمذی مشکوٰۃ ص۴۸۸ [۲] قرآن مجید پارہ ۳۰ [۳] سورۂ غاشیہ

[۴] قرآن مجید پارہ ۳۰ [۵] سورۂ مطففین [۶] سورۂ یٰسین

[۷] بخاری مشکوٰۃ ص۴۸۷

کو ساتھ لیے بہشت کی نعمتیں کھاتے پیتے، سیر و تماشے میں مشغول رہیں گے۔
ہر جنتی کو جنت میں بڑا ملک عطا کیا جائے گا، خواہ وہ کیسا ہی کم رتبے والا ہے دنیا سے دس حصے زیادہ جن میں سے ایک[1] درخت کے نیچے ہو کر تیز گھوڑے کا سوار سو برس تک چلے تو اس کے سائے کو طے نہ کر سکے۔

ف جنت کی فراخی اور بڑائی سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔ جنت کے دروازے اس قدر کشادہ ہیں کہ ایک چوکھٹ سے دوسری چوکھٹ تک چالیس[2] برس کا فاصلہ ہے۔ باوجود[3] ایسی کشادگی کے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت والوں کے کندھے سے کندھے چھلیں گے۔

جنت میں جانے کے بعد جب جنتیوں کا سیر کرنے کو جی چاہے گا اپنے اپنے تختوں پر سوار ہو کر، اپنی اپنی عورتوں کو ساتھ لے کر سیر کرنے کو نکلا کریں گے جہاں تک ان کا جی چاہے گا وہ تخت بہشتی ان کے اشارے کے ساتھ سیر کرا لائے گا۔

دنیاوی زن و شوہر

فرمایا[4] کہ ہر جنتی کو جنت میں دو دو حوریں اور[5] ستر ستر کنواری بی بیاں نہایت حسین بہشتوں کی سردار بنا کر یہی ان کے خاوندوں کو ملیں گی۔ اگر ان کا خاوند شرک و کفر کے سبب سے دوزخی ہو گا تو اللہ تعالیٰ ان نیک بی بیوں کی شادی جنتی مردوں سے کر دے گا جو ان کو بہت خوش کریں گے اور ان کا حسن و جمال جنت والی عورتوں سے ان کو زیادہ معلوم ہو گا۔ وہ اپنے دنیا کے خاوندوں کا خیال تک بھلا دیں گی۔

---

[1] بخاری مشکوٰۃ ص ۴۸۷ [2] ترمذی مشکوٰۃ ص ۴۸۹ [3] ترمذی مشکوٰۃ ص ۴۹
[4] بخاری مسلم مشکوٰۃ ص ۴۸۸ [5] ترمذی مشکوٰۃ ص ۴۶۰

جس عورت نے دُنیا میں کئی نکاح کئے تھے۔ اگر وہ جنت میں جائے گی تو وہ اس خاوند کو ملے گی جس نے اُسے دُنیا میں خوش رکھا تھا یا جس کو وہ چاہے گی اس کے حوالے کر دی جائے گی۔[۱] ہر مرد کو جنت میں سو سو عورتوں سے صحبت کرنے کی طاقت ہوگی اور اس کو تکان نہ معلوم ہوگی بلکہ قوت اور بڑھتی رہے گی۔

جنت کی عورتیں

جنت[۲] کی عورتوں کی آنکھیں بڑی بڑی، دل لبھانیوالی، رسیلی اور خوشنما ہوں گی۔ دن میں ستر[۳] ستر جوڑے پوشاک کے ہر طرح کے دل پسند پہنا کریں گی۔ اُن کی اوڑھنی[۴] دُنیا و مافیہا سے زیادہ قیمتی ہے۔ اگر جنت[۵] کی ایک عورت دُنیا میں جھانکے تو مشرق سے لے کر مغرب تک سب روشن ہو جائے اور چاند و سورج ماند ہو جائیں اور کل اہلِ دُنیا بے ہوش ہو جائیں۔[۶] دُنیا کی عورتیں جب اپنے خاوندوں کو ناراض کرتی ہیں تو جنت کی بیبیاں رنجیدہ ہوتی ہیں اور کہتی ہیں: ہمارے خاوندوں کو رنجیدہ مت کرا اور بد دُعا کرتی ہیں۔

اہلِ جنت کے قد و قامت

جنت[۷] کے مرد و عورت کا قد حضرت[۸] آدم علیہ السلام کے برابر ساٹھ ہاتھ کا ہوگا۔ بہت خوشنما اور ڈیل ڈول کا ہوگا۔ عمر مردوں[۹] کی تیس یا پینتیس سال کی، عورتوں کی عمر سولہ یا سترہ سال کی برابر یکساں ہوگی اور ہمیشہ یہی عمریں قائم

---

[۱] ترمذی مشکوٰۃ ص ۴۸۸ [۲] بخاری مسلم مشکوٰۃ ص ۴۸۸ [۳] ترمذی مشکوٰۃ ص ۴۸۹
[۴] بخاری مشکوٰۃ ص ۴۸۸ [۵] بخاری مشکوٰۃ ص ۴۸۸ [۶] ترمذی مشکوٰۃ ص ۲۹۰
[۷] بخاری، مسلم مشکوٰۃ ص ۴۸ [۸] بخاری مسلم مشکوٰۃ ص ۴۸ [۹] ترمذی مشکوٰۃ ص ۴۱۰۔

رہیں گی۔

اُن کی عمر و طاقت میں کبھی نقصان نہ آئے گا، بلکہ طاقت اور جمال[1] اُن کا ہمیشہ بڑھتا رہے گا۔

جنت[2] والوں کی عورتیں اُن کے سامنے نہایت پیاری آواز سے گائیں گی اور عمدہ باجے بجائیں گی جس سے جنتی نہایت خوش ہوں گے جنتی لوگ اس طرح جنت میں راگ و رنگ کی محفلیں قائم رکھیں گے اور کبھی غمگین نہ ہوں گے۔

ہر جھنجھٹ سے پاک

اور[3] نہ اُن کو کسی کے ساتھ کینہ، عداوت، بُغض، حسد، رشک رنج و غم ہوگا۔ وہاں نہ چغلی نہ غیبت، نہ جھوٹ بولنا، نہ بیہودہ بکنا۔ نہ کبھی سر دُکھے گا نہ بیماری ہوگی۔ نہ پاخانے[4] پیشاب کی حاجت ہوگی اور نہ ان کا کبھی پیٹ دُکھے گا کھانے پینے وغیرہ سے، نہ تھوک ہوگا نہ ناک[5] سے غلاظت وغیرہ نکلے گی نہ اور کسی قسم کا میل کچیل ہوگا نہ نیند ہوگی نہ کسی قسم کی بے ہوشی اور نہ غفلت ہوگی۔

مردوں[6] اور عورتوں کے جسم میں کہیں بال نہ ہوں گے، سوائے سر کے بالوں کے جو زیبائش کے واسطے ہیں اور جس کو جنتی لوگ پسند کریں گے جنت میں سب پائیں گے۔

جنّت میں سب سے پہلے جانیوالے

اوّل سب سے پہلے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت جنت میں داخل

---

[1] مسلم مشکوٰۃ ص ۴۸۸ [2] ترمذی مشکوٰۃ ص ۴۹۲ [3] بخاری مسلم مشکوٰۃ ص ۴۸۸

[4] بخاری مسلم مشکوٰۃ ص ۴۸۸ [5] مسلم مشکوٰۃ ص ۴۸۸ [6] ترمذی مشکوٰۃ ص ۴۸۸۔

ہوگی۔ جو گروہ سب سے پہلے داخل ہوگا، اُن کے چہرے چودھویں رات کی طرح چمکتے ہوں گے۔ اور جو اُن کے بعد داخل ہوں گے۔ اُن کے چہرے روشن ستاروں کی طرح چمکیں گے اور اسی طرح اُن کا دل چمکتا ہوگا۔ حوروں[۳] کی پنڈلیوں میں سے گودا نظر آئے گا اور اُن کی کنگھیاں سونے کی ہوں گی۔

بارشِ لطف و کرم

خداوند[۴] تعالیٰ فرماتا ہے: اے میرے بندو! نہ کوئی تم پر ڈر ہے۔ آج کے دن اور نہ تم غمگین ہوگے۔ جو لوگ ایمان لائے ہماری آیتوں پر اور رہے مسلمان، مرد ہوں یا عورت (عام حکم ہے) داخل ہو جاؤ بہشت میں تم اور تمھاری بی بیاں جو کہ عزت کریں گی تمھاری اور لئے پھرتے ہیں (غلمانِ بہشتی) اُن کے پاس رکابیاں سونے کی، اور آبخورے شربت کے اور دودھ کے اور موجود ہیں بہشت میں وہ کل چیزیں جس کو دل چاہے گا اور جس سے آنکھوں کو آرام ملے اور تم کو بہشت میں ہمیشہ رہنا ہے۔

اور[۵] یہی بہشت ہے جو ورثے میں پائی تم نے، بدلے میں نیک عملوں کے جن کو تم کرتے تھے دُنیا میں۔ تمھارے واسطے بہشت میں بہت افراط سے میوے ہیں اور نہریں ہیں۔ وہاں ریشمین پوشاک پہنتے ہیں مہین اور دبیز ایک دوسرے کے سامنے، اور ہم نے اُن کی شادی کر دی حوروں بڑی آنکھوں والیوں سے منگواتے[۶] ہیں ہر قسم کے میوے جنت کے خوب ہضم ہونے والے اور کھاتے ہیں چین سے، نہ چکھیں گے وہاں پر موت جیسے کہ چکھ چکے پہلے اور بچالیا اُن کو (اللہ نے) دوزخ کی مار سے۔ یہ فضل ہے خدا کا اور بڑی مراد

---

[۱] ترمذی مشکوٰۃ صہ ۴۸۹ [۲] ترمذی مشکوٰۃ صہ ۴۸۹ [۳] ترمذی مشکوٰۃ صہ ۴۸۹۔
[۴] سورۂ زخرف [۵] سورۂ زخرف [۶] سورۂ دہر

مسلمانوں کی۔

ساری نعمتیں ملیں گی

فرمایا[1] کہ بہشتی لوگ جنت میں کھایا کریں گے ہر قسم کی نعمتیں اور پیا کریں گے ہر قسم کے پانی اور اُن کو ہضم ہوتا رہے گا۔ نہ ڈکار آئے گی نہ پاخانہ پیشاب کی ضرورت ہوگی اور پسینے کی تراوٹ سے جسم میں خوشبو رہے گی اور مشک کی سانس کی جگہ منہ سے تسبیح و تہلیل جاری رہے گی۔ ہر میوے سے سینکڑوں طرح کے مزے پائیں گے۔ تختوں پر لیٹے بیٹھے رہیں گے اور جب[2] کسی میوے کو جی چاہے گا خود بخود اُس کی ٹہنی جھک آئے گی اور جب کھا چکیں گے پھر اپنی جگہ پر چلی جائے گی۔

ہر خواہش پوری ہوگی

کسی[3] صحابی رضؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا جنت میں گھوڑے ہوں گے؟ فرمایا: ہاں! اگر تو جنت میں گیا اور تو نے وہاں پر گھوڑا مانگا تو خدا تجھ کو گھوڑا دے گا سُرخ یاقوت کا کہ تجھ کو اُڑا لے جائے گا جہاں تک تو چاہے گا۔ بہشت میں تو جو چاہے گا وہی ملے گا۔ یہاں تک[4] کہ جنتی اولاد کی آرزو کرے گا تو اُس کی بیوی حاملہ ہوگی اور بچہ دے گی اُسی وقت اور وہ اُسی وقت سیانا ہو جائے گا۔

حوضِ کوثر

بہشت[5] میں ایک حوض ہے جس کو حوضِ کوثر کہتے ہیں۔ حضرت صلی اللہ

---

[1] مسلم مشکوٰۃ ص ۴۱۸ [2] سورۂ رحمٰن [3] ترمذی مشکوٰۃ ص ۴۹۰ [4] ترمذی مشکوٰۃ ص ۴۹۳ [5] بخاری مسلم مشکوٰۃ ص ۴۷۹۔

علیہ وسلم کو اللہ نے وہ حوض بخشا ہے جس کا عرض و طول ایک مہینے کا راستہ ہے اور اس کے دونوں کناروں پر موتیوں کے گنبد ہیں۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور برف سے زیادہ ٹھنڈا اور مشک سے زیادہ خوشبودار اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے۔ خالص چاندی کے کٹورے اس میں تیرتے پھرتے ہیں گنتی میں اتنے ہیں کہ جتنے آسمان کے تارے۔ جو ایک دفعہ اس کا پانی پی لیں گے وہ کبھی پیاسے نہ ہوں گے۔

ہمیشہ حوضِ کوثر کے کناروں پر سبز رنگ کے پرند جانور پھرتے ہیں نہایت خوبصورت لمبی گردن والے، جنتی لوگ اُن کے کباب کھائیں گے اور پرندے درختوں پر بیٹھے ہوئے نہایت خوش آوازی سے چہچہے لگا کر خوش کرتے ہیں۔ جس چڑیا کے کباب کو جی چاہے گا وہ کباب بن کر سامنے موجود ہو جائے گی۔ جب کھا چکیں گے اڑ کر جا بیٹھے گی۔

انعاماتِ خداوندی

حضرت[۲] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے قسم ہے خدا کی مسلمان جب قبروں سے نکلیں گے تو اُن کے پاس جنت کی اونٹنیاں لائی جائیں گی جن پر سونے کی کاٹھیاں ہوں گی اور نور کی رکابیں چمکتی ہوں گی۔ سواری کا قدم وہاں پڑے گا جہاں پر نگاہ پہنچے گی۔

جنت کے دروازے کے قریب ایک درخت ملے گا جس کی جڑ سے دو چشمے جاری ہیں۔ جب پہلے چشمے کا پانی پیئیں گے تو اُن کے چہرے تر و تازہ ہو جائیں گے۔ پھر دوسرے چشمے سے وضو کریں گے کہ جس سے اُن کے سر کے بال روشن ہو جائیں گے اور کبھی گرد آلودہ نہ ہوں گے۔

لہ درجات النعیم صہ ۶۶   ۲ہ درجات النعیم صہ ۶۶   ۳ہ ترمذی، ابن ماجہ، مشکوٰۃ صہ ۴۹۱

پھر جنتی کے دروازے کو سُرخ یاقوت کے کنڈے سے کھٹ کھٹائیں گے جس کی آواز حُورانِ بہشتی کو پہنچ جائے گی اور وہ پہچان لیں گی کہ ہمارے شوہر تشریف لائے ہیں، جلدی سے دوڑیں گی۔ اُن کے خدمت گار اُن کے محل کے دروازے کھول دیں گے۔ اگر خدا بہشتی کو نور نہ دیتا تو خدمت گار کی چمک سے چندھیا کر سجدے میں گر پڑتا۔

خدمت گار کہے گا: میں تو خادم ہوں، آپ کی پیشوائی کے واسطے حاضر ہوا ہوں، جنتی اس کے ساتھ موتی محل میں آئے گا۔

اُس کی بیوی خیمے سے باہر نکل کر اس سے گلے لگ کر ملے گی اور کہے گی کہ تُو میرا پیارا ہے اور میں تیری پیاری ہوں۔ میں تیوری چڑھانے والی نہیں ہوں۔ میں نعمت سے پلی ہوں، بیمار ہونے والی نہیں ہوں میں تیرے پاس زندہ رہوں گی۔

جنتی ایسے محل میں داخل ہوگا جس کی چھت لاکھ گز اُونچی ہوگی وہ موتی محل اور یاقوت کا ہوگا۔ اس کے دروازے سُرخ و زرد و سبز ہوں گے۔ غرض کہ ہر دروازے کا رنگ الگ رنگت کا ہوگا۔

پھر جنتی اپنی بی بیوں کی طرف نگاہ کرے گا اور دیکھے گا وہاں پر آبخورے رکھے ہوئے، گدیلے اور نرم قالین بچھے ہوئے۔ اس وقت جنتی (شکریے کے طور پر) کہے گا: حمد ہے اس خدائے پاک کے واسطے جس نے ہم پر یہ سب کچھ انعام کیا۔ اللہ تعالیٰ ہم کو ہدایت نہ کرتا تو ہم ہرگز یہ انعام نہ پاتے۔

جنتی بے انتہا خوش ہوں گے

جنتی جب[1] بہشت میں جائے گا تو اس کی صورت حضرت یوسف علیہ السلام

---

[1] ترمذی مشکوٰۃ ص۴۹۱ [2] درجات النعیم ص۶۶۔

کی طرح خوب صورت ہوجائے گی اور ان کو لباس بہشتی اور مردانہ زیور عطا ہوگا سونے کا کنگن پہنے گا۔ اپنی بی بیوں اور خادموں کو دیکھ کر اتنا خوش ہوگا کہ اگر جنت میں موت ہوتی تو مارے خوشی کے مر جاتا۔

جنّت میں استقبال ہوگا

اور[1] فرمایا جب مسلمان جنت میں داخل ہوں گے تو اُن کی پیشوائی کریں گے اُن کے اسّی ہزار خادم، جن کے چہرے موتی کی مانند چمکتے ہوں گے اور اُس کے غلمان یعنی کم عمر لڑکے دو طرفہ صف بستہ کھڑے ہوں گے اور سونے چاندی کی طشتریوں میں میوے اور کباب کھلاتے رہیں گے ہر جنتی کو۔ ایک خدا کا فرشتہ جنت کے محل سونے و چاندی کے دکھلائے گا اور کہے گا کہ یہ سب تیرا مال ہے۔ پھر بہت سا لشکر اور خیمے بتلا کر کہے گا کہ یہ سب تیرے واسطے ہے جب یہ جنتی اُن کے پاس جائے گا تو وہ اس کا استقبال اور پیشوائی کریں گے اور سلام کر کے کہیں گے: ہم سب تمھارے واسطے ہیں۔

جنّت کا بازار

جنت[2] میں ایک بڑا بازار ہے جس میں جنتی لوگ ہر جمعے کو جمع ہوا کریں گے۔ پھر ایک ہوا چلے گی جس سے مشک و زعفران کے غبار جنتیوں کے چہروں اور کپڑوں پر پڑے گا۔

جب وہاں سے واپس ہوکر گھروں میں آئیں گے تو بی بیاں کہیں گی کہ قسم ہے خدا کی، یہ ہم سے جدا ہوکر تمھارا حسن و جمال کیونکر بڑھ گیا؟ وہ جواب دیں گے قسم ہے خدا کی، تمھارا حسن و جمال بھی پہلے سے کہیں زیادہ ہے۔

---

[1] درجات النعیم صہ ۶۸ [2] ترمذی، ابن ماجہ، مشکوٰۃ صہ ۲۹۱ ۔

اللہ تعالیٰ کی زیارت

بہشتی[1] عام زیارت کریں گے اپنے پروردگار کی۔ اللہ تعالیٰ ایک بڑے باغ میں ظاہر ہوگا۔ جنتیوں کے واسطے، وہاں سونے اور چاندی کے منبر رکھے جائیں گے۔

اور ہر جمعے کو جو بڑے مرتبے والے ہیں ان کے واسطے نور و مشک موتی و یاقوت و زمرد کے ہوں گے۔ ادنیٰ جنتی مشک و کافور کے ٹیلوں پر بیٹھیں گے۔ حالانکہ کوئی بہشتی اپنے کو دوسروں سے ادنیٰ درجے کا نہ جانے گا۔

پھر سب کے سب اللہ تعالیٰ کی زیارت کریں گے اور اللہ تعالیٰ ان سے باتیں کرے گا۔

غرض کہ جنت میں کوئی محروم نہ رہے گا۔

اللہ تعالیٰ سے کلام

پھر[2] اللہ تعالیٰ ایک جنتی سے فرمائے گا: اے فلانے! کیا تو نے دنیا میں یہ گناہ نہیں کیے؟

وہ عرض کرے گا: ہاں اے خداوند! کیا تو نے بخشا نہیں؟

اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ہاں میں نے تیرے گناہ اپنے فضل و کرم سے بخش دیئے تاکہ تجھ کو تیری مراد تک پہنچاؤں

سب کو ابرِ رحمت ڈھانک لے گا اور اس میں سے ایسی خوشبو برسے گی جو کسی نے کبھی سونگھی نہ ہوگی۔

پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اب اس نعمت کے پاس آؤ جو اچھی چیزوں

---

[1] ترمذی مشکوۃ ص ۴۹۱ [2] ترمذی مشکوۃ ص ۴۹۱۔

میں سے میں نے تمھارے واسطے تیار کر رکھی ہے۔ ان میں سے جو بھی تمھارا جی چاہے لے لو جتنی تم کو منظور ہوں۔

پھر جنتی اُس بازار میں سے جس کو فرشتے گھیرے ہوں گے جنتی عجیب و غریب نعمتیں اُن کو منظور ہوں گی، مفت وہ لے لیں گے۔

احساسِ کمی و برتری نہ ہو گا،

جنت کے بازاروں میں جنتی ایک دوسرے سے ملاقات کریں گے اور بڑے مرتبے والے چھوٹے رتبے والوں سے ملاقات کیا کریں گے اور کسی کو کم زیادہ مرتبے کا خیال نہ ہوگا۔ تمام بہشتی اپنے اپنے عیشوں میں مست ہوں گے۔

جب بڑے مرتبے والا اپنا لباس ادنیٰ رتبے والے کے لباس سے اچھا دیکھے گا اور پھر اُس کے لباس پر نظر ڈالے گا تو وہی لباس اس کو بھی اچھا معلوم ہوگا۔ کیونکہ جنت میں کسی کو غم نہیں ہے۔

اللہ کے وعدے کی تکمیل

فرمایا ﷺ: بہشتی ستر تکیوں پر تکیہ لگائے ایک کروٹ سے بیٹھا ہوگا۔ اسی طرح دوسری کروٹ ستر تکیوں پر بدلے گا۔ پھر اسی حالت میں جنتی کے پاس ایک عورت آئے گی، نہایت حسین، اور وہ اپنا ہاتھ اس کے کندھے پر رکھ کر بے انتہا ناز و ادا سے اپنا حسن و جمال جنتی کو دکھلائے گی۔

جب جنتی اس کے چہرے کی طرف دیکھے گا تو اپنا عکس اُس کے رخسارے میں دیکھ لے گا اور اس کے چہرے کی چمک ایسی روشن ہوگی جیسے آئینہ اور اُس کے موتی ایسے روشن ہوں گے کہ جن میں سے ایک موتی مشرق سے مغرب تک کو

لہ احمد، مشکوٰۃ صـ ۴۹۲

روشن کر دے۔

اور وُہ عورت بہشتی کو سلام کرے گی۔

بہشتی سلام کا جواب دے کر پوچھے گا: اے عورت! تو کون ہے؟

وُہ کہے گی، میں خدا کا فضل ہوں جس کو جنتیوں کے واسطے قرآن شریف میں خداوند تعالےٰ نے وعدہ فرمایا تھا

وَلَدَیْنَا مَزِیْدٌ ۝ (قرآن مجید)	یعنی البتہ ہم اپنے فضل وکرم سے اور زیادہ دیں گے۔

سو میں بھی اُسی فضل میں سے ہوں۔

اس عورت کے جسم پر ستر قسم کے نفیس اور عمدہ لباس ہوں گے وُہ اس کے لباس کو دیکھ کر خدا کی شان کو یاد کرے گا اور ان سب لباسوں کے اندر سے اُس کی پنڈلیوں کا گودا دیکھ لے گا۔ اس کے چہرے پر ایک تاج ہو گا جس کا ادنےٰ سا موتی مشرق سے مغرب تک روشن ہو گا۔

ایسے ہی تمام جنتیوں کے ساتھ سلوک ہو گا۔

سب سے کم رتبے والا جنّتی

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا تھا کہ اے میرے پروردگار! جنتیوں میں سب سے کم رُتبے والا کون ہو گا؟

جواب ملا کہ: سب سے کم رُتبے والا وُہ ہے جو سب کے بعد جنت میں داخل ہو گا اور دیکھے گا جنّت کی طرف اور عرض کرے گا کہ اے اللہ! میں کہاں جاؤں؛ وہاں تو سب نے جگہ گھیر لی ہے۔

تب اُس سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ کیا تو اس بات پر راضی ہے کہ

لہ مسلم مع نووی نول کشور صـ۱۰۶

میں ملے تجھ کو اتنا ملک دُوں کہ جتنا دنیا کے ایک بادشاہ کو دیا تھا؟

وُہ عرض کرے گا: ہاں میرے پروردگار میں راضی ہوں۔

حکم ہوگا: جا ہم نے تجھ کو اتنا، اور اتنا، اور پھر اتنا ملک دیا۔

وُہ کہے گا پانچویں بار: اے میرے رب میں راضی ہوں تجھ سے۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا: یہ لے اور اس سے دس حصے زیادہ اور بھی لے جو تجھے پسند ہو۔

وُہ کہے گا: اے پروردگار! میں تجھ سے راضی ہوگیا۔

ف۔ سبحان اللہ، تھک جائے گا بندہ مانگتے مانگتے اور مالک دیتے دیتے نہ تھکے گا۔

سب سے بڑے رُتبے والا جنتی

پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا: اے اللہ! سب سے بڑے رُتبے والا کون ہوگا؟

فرمایا: اے موسیٰ سب سے بڑے رتبے والے وُہ لوگ ہیں جن کو میں نے چُن لیا ہے اور اپنی اپنی بڑی بڑی نعمتیں اُن کے واسطے تیار کر رکھی ہیں اپنے ہاتھوں سے، اور اُن پر مُہر لگا رکھی ہے اور وہ نعمتیں وہ ہیں جو نہ کسی کی آنکھ نے دیکھیں، نہ کسی کان نے سُنیں نہ کسی کے دل میں خطرہ گذرا۔

رحمت باری تعالیٰ کی ایک مثال

حضرت[۲] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: ایک شخص دوزخ سے گرتا پڑتا، مصیبت کا مارا پار ہوگا۔ جب دوزخ سے باہر آجائے گا تو دوزخ کی طرف مڑ

---

[۱] مسلم مع نووی کشور ص ۱۰۶ [۲] بخاری مسلم مشکوٰۃ ص ۴۸۷

کر دیکھے گا اور کہے گا) بڑی برکت والا ہے اللہ جس نے مجھ کو تجھ سے نجات دی۔ یہ اللہ کا مجھ پر اتنا بڑا انعام ہے کہ کسی پر اگلوں اور پچھلوں سے نہ ہوا ہو گا۔

پھر اس کو جنت کی طرف ایک درخت دکھائی دے گا اور کہے گا کہ اے میرے پروردگار! مجھ کو اس درخت کے سائے میں پہنچا دے تاکہ میں وہاں آرام پاؤں اور پانی پیوں۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ: اے آدمؑ کے بیٹے! اگر میں تیرا سوال پورا کر دوں گا تو تو مجھ سے کچھ اور مانگے گا۔

یہ عرض کرے گا: خداوندا! میں عہد کرتا ہوں کہ میں تجھ سے اور کچھ نہ مانگوں گا۔

تب اللہ تعالیٰ اس کو وہاں پہنچا دے گا۔

جب کہ وہ اس کے سائے میں آرام پائے گا اور وہاں کا پانی پیئے گا تو اس درخت کے آگے اس کو ایک درخت اور دکھائی دے گا۔ عرض کرے گا کہ اے میرے رب مجھ کو تو اس درخت کے پاس پہنچا دے۔

ارشاد ہو گا: کیا تم نے عہد نہیں کیا تھا کہ اب سوال نہ کروں گا۔

عرض کرے گا: خداوندا! اب کے تو پہنچا دے پھر اور سوال نہ کرونگا۔

جب خداوند تعالیٰ اس کو وہاں پہنچا دے گا اور یہ وہاں راحت پائے گا۔

تب وہاں اس کو ایک تیسرا درخت جنت کے دروازے کے قریب معلوم ہوگا اور وہ ان سب درختوں سے خوشنما معلوم ہوگا جس کے دیکھنے سے ایسا بیقرار ہوگا کہ اپنا عہد بالکل بھول جائے گا اور بیقراری سے کہے گا۔

اے میرے رب! مجھ کو تو اس درخت کے نیچے اور پہنچا دے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: اے ابن آدمؑ! تو تو اقرار کر چکا تھا کہ میں اب سوال نہ کروں گا۔

عرض کرے گا کہ اے اللہ! بے شک سچ ہے کہ میں اقرار کر چکا تھا مگر

اب کے تو اور پہنچا دے۔

اللہ کہے گا: پھر کوئی سوال نہ کیجیؤ اور اُس کو وہاں پہنچا دے گا۔

جب وہ جنت کے دروازے کے قریب پہنچے گا اور وہاں کی کیفیت دیکھے گا اور جنتیوں کی آوازیں سُنے گا۔ عرض کرے گا: اے پروردگار اب تو تو مجھ کو جنت ہی میں پہنچا دے۔

حکم ہوگا کہ اے آدمؑ کے بیٹے تیرا سوال کب موقوف ہوگا؟ اور بتلا تو سہی کیا تو راضی نہ ہوگا اگر میں تجھ کو اپنی جنت کی نعمتیں بخشوں دُنیا کے برابر اور پھر اُتنا ہی اور دوُں؟

عرض کرے گا کہ اے رب! کیا تو مجھ سے ہنسی کرتا ہے میرا مالک ہو کر؟

عبداللہ بن مسعودؓ رضی اللہ عنہ اس حدیث کو بیان کر کے ہنسے اور کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہنسے تھے۔ جب یہ حدیث بیان کی تھی ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپؐ کے ہنسنے کا کیا سبب ہے؟

آپ نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کے ہنسنے کے سبب سے ہنسا۔ جو اُس نے کہا کہ تُو سارے جہان کا مالک ہو کر مجھ سے ہنسی کرتا ہے۔

اللہ تعالےٰ فرمائے گا: اے بندے میں تجھ سے ہنسی نہیں کرتا اور نہ مجھ کو یہ لائق ہے کہ میں تجھ سے ہنسی کروں بلکہ میں قادر ہوں جو چاہتا ہوں کر سکتا ہوں۔

پھر اللہ تعالےٰ اس کو جنت میں داخل کرے گا۔

اللہ تعالیٰ کی رضامندی

جب[1] سارے جنتی جنت میں داخل ہو چکیں گے تو اللہ تبارک و تعالےٰ

---

[1] بخاری مسلم مشکوٰۃ صـ۴۸۵

ارشاد فرمائے گا۔

"اے جنت والو!"

وہ عرض کریں گے: حاضر ہیں ہم سب تیری خدمت میں۔

فرمائے گا اللہ تعالیٰ کیا تم راضی ہو مجھ سے؟

عرض کریں گے خداوند تعالیٰ ہم کو کیا ہے؟ اور کس طرح راضی نہ ہوں ہم تجھسے؟ حالانکہ تو نے ہم کو وہ نعمتیں عطا کی ہیں کہ نہیں عطا کی تو نے اپنی کسی مخلوقات کو۔

خداوند تعالیٰ فرمائے گا: کیا نہ دوں تم کو ایک چیز اُن چیزوں سے بہتر جو میں نے تم کو دی ہیں؟

عرض کریں گے اے رب! وہ کون سی نعمت ہے سب نعمتوں سے بہتر؟

خداوند تعالیٰ ارشاد فرمائے گا۔

"وہ میری رضامندی ہے۔ اب میں تم سے کبھی خفا نہ ہوں گا۔

دیدارِ الٰہی

پھر[1] اٹھایا جائے گا پردہ اور ظاہر ہوگا پروردگار۔ پھر دیکھیں گے بہشتی اپنے پروردگار کو اور یقین کرلیں گے کہ جنت کی کوئی نعمت اس سے بہتر نہیں ہے پھر ہمیشہ ہوتی رہے گی مہمانی اُن کی اللہ کے دربار سے۔ راضی ہوں گے وہ اللہ سے اور راضی ہوگا اللہ اُن سے۔

جنت والے سب نعمتوں سے زیادہ دیدارِ الٰہی میں مزہ پائیں گے۔ کسی کو جمعے کے روز، کسی کو ہفتے میں دوبار اور کسی کو چار مرتبہ اور کسی کو روزانہ یہ دولت

---

[1] مسلم مشکوٰۃ ص۴۹۲۔

عظمیٰ نصیب ہوگی۔

دُعاء

اے اللہ، نصیب کر دیدار اپنا، اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم کو اور ہمارے گھر والوں کو اور ہمارے دوست مسلمان مردوں اور عورتوں اور بڑوں اور چھوٹوں کو۔

یا اللہ ہم بڑے گنہگار ہیں تجھ سے درخواست توبہ ہے اور سوال تیری جنت کا ہے مگر ہمارے پاس اس کے لائق عمل نہیں ہیں لیکن ہم کو تیرا فضل بہت ہی وسیع ہے لہٰذا اپنے فضل سے اور محض کرم سے ہم کو جنت عطا فرما۔ محض تیرے فضل کو دیکھتے ہوئے تیری جنت کا سوال ہے۔ تیرے غضب اور دوزخ سے پناہ مانگتے ہیں۔ یا اللہ اپنے غضب اور دوزخ اور عذاب سے بچا۔ آمین ثم آمین!

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ بِہٖ وَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَ اَزْوَاجِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَ اَتْبَاعِہٖ اَجْمَعِیْنَ ○ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ ○ اٰمِیْن

STURUL MUTTAQI



AL-KITAB INTERNATIONAL
Jamia Nagar, New Delhi-25